امام نسائی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق تصنیف

خصائص أمير المؤمنين علی رضی اللہ عنہ بن أبي طالب

135344

سلسلۂ اشاعت نمبر 10

نام کتاب: .... خصائص علی رضی اللہ عنہ

مصنف: .... امام احمد بن علی بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

مترجم: .... مولانا احسن احمد عبدالشکور

بسعی واہتمام: .... میاں رضوان نفیس

طبع اوّل: .... ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ / فروری ۲۰۱۲ء

ٹائٹل: .... جمیل حسن، تلمیذ رشید حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ

قیمت: ....

ناشر: .... شاہ نفیس اکادمی، ۱۱/ ۲۷ سعدی پارک مزنگ

لاہور ۰۳۰۰-۴۱۸۴۷۰۹

۰۳۲۱-۹۴۴۸۴۴۴

☆ ملنے کے پتے ☆

۱۔ نفیس منزل، ۳/ ۷۷ اکریم پارک لاہور

۲۔ مکتبہ قاسمیہ، ۱۷/ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور

۳۔ مکتبہ سیّد احمد شہیدؒ، اُردو بازار لاہور

۴۔ الفیصل، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

۵۔ اِدارہ اِسلامیات، ۱۹۰/ انارکلی، لاہور

۶۔ مکتبہ زکریا، رحمٰن پلازہ، مچھلی منڈی۔ اُردو بازار، لاہور

۷۔ مکتبہ رشیدیہ، اِقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک راولپنڈی

۸۔ مکتبہ شہیدِ اسلام، لال مسجد، اسلام آباد

۹۔ دفتر ختم نبوّت یوتھ فورس، ایبٹ آباد روڈ، مانسہرہ

۱۰۔ مکتبہ رشیدیہ، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

بوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم

اصحابِ محمدؐ حق کے ولی — بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
یارانِ نبیؐ میں سب سے جلی — بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

وہ شمعِ حرم کے پروانے — وہ ختمِ رسل کے دیوانے
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ — بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علی

اسلام نے جن کو عزت دی — اسلام کو قوت جن سے ملی
ایمان کی روایت جن سے چلی — بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی — ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی
لگتی ہے یہی ترتیب بھلی — بوبکر و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ

ان چاروں کی خوشبو پھیلے گی — یہ خوشبو ہر سُو پھیلے گی
گونجے گا یہ نغمہ گلی گلی — "بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ"

یہ لوح و قلم کی زینت ہے — یہ کتبہ حرم کی زینت ہے
لکھتا ہے نفیس بخطِ جلی — "بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ"

ناچیز: نفیس الحسینی — ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

Marfat.com

انتساب

امام العاشقین ، زبدۃ الواصلین ، برہان العارفین ، سید الاولیاء ، سند الاصفیاء

رہبر شریعت و طریقت ، سید السادات ، مجمع السعادات ، مظہرِ انوارِ نبوی

مقبولِ بارگاہِ الٰہی

قطب الاقطاب

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

کی روحِ پرفتوح کے نام کہ

اس کتاب کی اشاعت اُنہی کی صحبت، تربیت اور توجہاتِ عالیہ کا ثمرِ دلنواز ہے

خاکپائے شاہ نفیس الحسینی قدس سرہ

احقر رضوان نفیس

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا

مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ

Marfat.com

فہرستِ مضامین

شمار	مضامین	صفحہ
۱	حرفِ رضوان	۱۱
۲	عرضِ مترجم	۱۸
۳	حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم	۲۸
۴	حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ	۳۰
۵	حالات امام نسائی رحمہ اللہ	۵۹
۶	خصائص علی رضی اللہ عنہ	۱۵۱
۷	امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لوگوں میں سب سے پہلے نماز پڑھنا	۱۵۳
۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کا ذکر	۱۵۶
۹	اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت	۱۵۶
۱۰	حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرنے والوں کے الفاظ کے اختلاف کا ذکر	۱۶۴
۱۱	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایات	۱۶۷
۱۲	حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت، اور یہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے دائیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے بائیں جانب لڑ رہے تھے	۱۶۸
۱۳	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشاد فرمانے کا ذکر کہ: اللہ تعالیٰ اسے کبھی رسوا نہ کرے گا	۱۶۹
۱۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مغفور قرار دینا	۱۷۲

Marfat.com

۱۵	اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کو ایمان کے معاملے میں آزمالیا ہے	۱۷۵
۱۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدایت اور ثابت قدمی کی دعا	۱۷۶
۱۷	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد فرمانے کا ذکر کہ: مجھے علی کے دروازے کے علاوہ ان سب دروازوں کے بند کرنے کا حکم ملا ہے	۱۸۰
۱۸	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد فرمانے کا ذکر کہ: نہ تو میں نے اسے داخل کیا ہے اور نہ تمہیں نکالا ہے، بلکہ اللہ نے اسے داخل کیا اور تمہیں نکالا ہے	۱۸۰
۱۹	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدرومنزلت	۱۸۳
۲۰	بھائی چارے کا بیان	۱۹۴
۲۱	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ: علی مجھ سے، اور میں اس سے ہوں	۱۹۶
۲۲	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان: علی میرے جیسے ہیں	۱۹۷
۲۳	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: میری جانب سے ادائیگی یا تو میں خود کروں گا یا علی کریں گے	۱۹۸
۲۴	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو براءت نامہ دے کر بھیجنا	۱۹۹
۲۵	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے	۲۰۲
۲۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: میرے بعد علی تمہارے دوست ہیں	۲۰۸
۲۷	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: جس نے علی کو برا بھلا کہا، اس نے یقیناً مجھے برا بھلا کہا	۲۰۹
۲۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی ترغیب، اور ان سے دشمنی پر وعید	۲۱۰

۲۹	محبانِ علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا اور دشمنانِ علی رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا	۲۱۲
۳۰	مؤمن ومنافق کے درمیان فرق	۲۱۵
۳۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضرب المثل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا	۲۱۶
۳۲	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ	۲۱۶
۳۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہونے، سوال کرنے اور سکوت کرنے کے وقت کی قدر ومنزلت کا ذکر	۲۲۱
۳۴	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چڑھنا	۲۲۴
۳۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ خصوصیات جو اولین وآخرین کو نہ ملیں، مثلاً، جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہونا، جو حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں	۲۲۵
۳۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں	۲۲۹
۳۷	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اُمت کی عورتوں کی سردار ہیں	۲۳۱
۳۸	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول ہیں	۲۳۳
۳۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے صاحبزادوں کی نسبت سے چند خصوصیات کا ذکر: اور یہ کہ: حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں، اور یہ کہ: وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا کی بہاریں ہیں، اور یہ کہ: وہ دونوں حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے سوا جنت کے تمام جوان لوگوں کے سردار ہیں	۲۳۵

۴۰	ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: حسن اور حسین تو میرے بیٹے ہیں	۲۳۶
۴۱	حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں	۲۳۷
۴۲	حسن اور حسین میری دنیا کی بہاریں ہیں	۲۳۸
۴۳	تم مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہو اور فاطمہ تم سے زیادہ محبوب ہے	۲۳۹
۴۴	میں نے (اللہ سے) جب بھی اپنے لیے کوئی چیز مانگی تو تمہارے لیے بھی مانگی ہے	۲۳۹
۴۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خاص دُعا	۲۴۱
۴۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے گرمی اور سردی کی اذیت ختم ہونے کی دُعا	۲۴۲
۴۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس امت پر سے بوجھ ہلکا کر دیا گیا	۲۴۳
۴۸	سب سے بڑے بدبخت کا ذکر	۲۴۴
۴۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و پیمان کے سب سے قریبی شخص کا ذکر	۲۴۵
۵۰	علی قرآن کے معنیٰ کے لیے ایسے ہے لڑتے ہیں جیسے میں اس کے اتارے جانے پر لڑا ہوں	۲۴۶
۵۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی ترغیب	۲۴۶
۵۲	عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا	۲۴۷
۵۳	باغیوں سے قتال کرنے والا گروہ حق پر ہوگا	۲۵۱
۵۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ دین سے نکل جانے والوں سے قتال کریں گے	۲۵۴
۵۵	خوارج سے لڑنے کا اجر	۲۶۰
۵۶	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے مناظرہ	۲۶۷
۵۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جس صفت کا بیان ابھی ہوا، اس کی تائید کرنے والی روایات کا تذکرہ	۲۷۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ رضوان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

ہمارے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ (م: ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء) فرمایا کرتے تھے:

> ''اَہل بیت اَطہار رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں کی محبت جزوِ ایمان ہے جو شخص اِس عقیدہ سے متصف نہ ہو، وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔''

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی زندگی کا مشن صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان کی محبت کو یکجا کرنا تھا۔ اس جگہ ہم ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے تمام عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اَہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کی محبت کو یکساں اور متوازن رکھا ہے اور آپ اپنے قول و فعل سے اس کا بھرپور اظہار بھی فرماتے رہے ہیں۔ کبھی کسی بھی موقع پر آپ کو عظمتِ صحابہ اور اہلِ بیت علیہم الرضوان سے متعلق کوئی نازیبا کلمہ یا اُن کی شانِ رفعت میں کمزور

Marfat.com

بات یا عمل کہتے اور کرتے نہ دیکھا نہ سُنا گیا، اور حضرت رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی کسی کو جرأت نہ تھی کہ اس قسم کی کوئی بات کر سکے۔ حضرت فرماتے تھے:

"یہ سب مبارک ہستیاں حضورپُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اُن کے دل کا چین ہیں"

مگر تعصب کے ذہنی ناسور میں مبتلا وہ عناصر جن کے دل اَماوس کی کالی رات سے بھی زیادہ سیاہ ہیں ایسے بدطینت لوگوں نے ان مبارک ہستیوں کو علیحدہ علیحدہ بنا کر پیش کیا۔ اور اپنی اپنی تقریروں، تحریروں سے وہ وہ فتنے برپا کیے کہ الامان والحفیظ۔ اور کذب، دروغ گوئی اور ملمع سازی سے بے ادبی اور گستاخی کا وہ طوفانِ بدتمیزی اٹھایا کہ جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اور اپنے سمیت بے شمار معصوم انسانوں کو گمراہی و ضلالت کی دلدل میں دھنسا دیا۔

بزیر دلق ملمع کمند ھا دارند
دراز دستی ایں کوتہ آستیناں بیں

(دِکھاوے کے چمکدار خرقہ کے نیچے (سادہ لوح اَفراد کو پھنسانے کے لیے) پھندے رکھتے ہیں، ذرا اِن کوتاہ آستینوں کی درازدستیاں (ظلم وستم) تو دیکھو۔)

حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان کوئی دوری نہ تھی اور وہ سب حضرات ایک دوسرے سے محبت، عقیدت اور احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ ذخیرۂ احادیث اور کتبِ تواریخ ان حضرات کے خوشگوار باہمی تعلقات سے بھرے ہوئے ہیں۔ ابتدا سے ہی ہمارے تمام اکابر علماء اہل سنت والجماعت محبت وعقیدت کے اسی نظریے پر پوری بصیرت کے ساتھ قائم

Marfat.com

ہیں اور ان کے انفاس قدسیہ سے پھوٹنے والی روشنی سے شرق وغرب روشن ہو رہے ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس دور میں محبت کے اسی سلسلۃ الذہب کی ایک نمایاں کڑی تھے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ آپ موجودہ زمانہ میں اس سلسلہ کے مجدد اور امام تھے تو بے جا نہ ہوگا آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''اللہ پاک نے مجھے محبت کے اس کام پر لگا دیا ہے''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اکابر کی اس امانت کو پورے اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ آنے والی نسلوں تک منتقل کیا۔ باوجودیکہ آپ کو بہت سے حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا، اور ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑا جن کے سینوں میں ناصبیت، خارجیت اور رافضیت کے کالے ناگ اپنے اپنے پھن پھیلائے بیٹھے تھے اور ان لوگوں کے زبان وقلم خوفناک زہر اُگل رہے تھے اور انہوں نے ساری فضا کو زہریلا اور مسموم کیا ہوا تھا۔ اس شدید گھٹن کے ماحول کے باوجود بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔ آپ نے بھرپور عزیمت سے مردانہ وار ان سب حالات کا مقابلہ کیا اور ان بدباطن لوگوں کی پیدا کی ہوئی دوری کو دل وجان سے ختم کرنے کی کوشش کی اور ان کے بچھائے ہوئے کانٹوں کو اپنی پلکوں سے چُنا اور ان کے راستے میں خونِ دل سے سینچے ہوئے پھول بچھائے اور کبھی شکوہ تک بھی زبان پر نہ آنے دیا۔ بلکہ زبانِ حال سے یوں کہتے رہے

هر که اُو خارے نهد در راهِ ما از دشمنی
هر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

Marfat.com

(جو کوئی ہمارے راستے میں دشمنی سے کانٹے بکھیرے۔اس کی
زندگی کے باغ میں جو بھی پھول کھلے وہ بغیر کانٹے کے ہو۔)

کیونکہ جن کے مقاصد اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں ان کے حوصلے بھی بلند ہوتے ہیں اور ان کا ظرف بھی بہت وسیع ہوتا ہے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ محبت کی اسی خوشبو کو پھیلاتے پھیلاتے اس دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔اللہ پاک نے آپ کے مقبولِ بارگاہ ہونے کی ہلکی سی جھلک آپ کے سفرِ آخرت میں دنیا کو دکھائی اور اس بات کا اظہار فرمایا کہ جو ہمارا ہو جاتا ہے ہم اُس کے ہو جاتے ہیں اور اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔اور پھر آپ کے جنازہ میں لوگ جس کثرت سے شریک ہوئے اور جس طرح ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل زخم زخم تھا اور ان پر محبت و وارفتگی کی جو کیفیت طاری تھی اس پر فرشتوں کو بھی رشک آرہا ہوگا لاکھوں انسان تو اس منظر کو دیکھ ہی رہے تھے۔اس موقع پر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آرہا ہے آپ فرمایا کرتے تھے:

''ہمارے (اہل حق) اور تمہارے (اہل باطل کے) کے
درمیان فیصلے ہمارے جنازے کریں گے۔''

انشاء اللہ اپنے وقت پر جب یہ مبارک ہستیاں اللہ کے حضور حاضر ہوں گی تو اللہ کی رحمت بھی انہیں محبت کی نظر سے دیکھے گی اور حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت بھی انہیں دامن محبت میں سمیٹ لے گی۔اللہ پاک سے یہ التجاء ہے کہ اللہ پاک ہم مسکینوں کو ہمارے ان ہی اکابر کے ساتھ محشور فرمائے۔آمین

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اکابرین اہلسنت والجماعت میں سے ایک جلیل القدر بزرگ ہیں جن کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں اور ان کی تصنیفات کی ایک

Marfat.com

طویل فہرست ہے جس میں سے علم حدیث پر ان کی بیش بہا کتاب ''سنن نسائی'' ذخیرۂ احادیث میں اپنا نمایاں مقام رکھتی ہے۔آپؒ نے مجمع البحرین یعنی صحابیت اور اہل بیت کا دوہرا شرف رکھنے والی عظیم شخصیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب پر ایک بے مثال کتاب ''خصائص علی رضی اللہ عنہ'' بھی تحریر فرمائی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ کتاب لکھنے کے بعد ایک دن اسے دمشق کی جامع مسجد میں پڑھ کر سنا رہے تھے، ایک بات پر (جس کا ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آرہا ہے) ناصبیوں نے آپ کو مارنا شروع کردیا اور بے حد ظالمانہ تشدد کیا جس سے آپ شدید ترین زخمی ہوگئے اور ان ہی زخموں کی تاب نہ لاکر آپ وفات پا گئے ۔اِسی وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''امام نسائی رحمہ اللہ تو شہید اہل بیت ہیں''

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ایک دیرینہ خواہش تھی کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی اس بے مثال اور شہرۂ آفاق کتاب کا اُردو ترجمہ شائع کیا جائے ۔یہ بندۂ ضعیف اپنے مالک کا جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ اللہ پاک نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس خواہش کو مجھ ناتواں کے ذریعہ سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ وَبِعِزَّتِهٖ وَبِجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ)

اِس کتاب پر کلماتِ تحسین حضرت مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال ،سرگودھا) نے تحریر فرما کر مجھ عاجز پر بڑا احسان فرمایا، اللہ پاک ان کو اس نیک محبت کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

Marfat.com

ہم محب عزیز مفتی سید رضا علی جعفری زیدہ محاسنہ کے بے حد ممنون ہیں کہ جنہوں نے مدینہ منورہ سے مولانا عاطف کرامت صاحب مدظلہ کے ذریعہ یہ کتاب حاصل کر کے ہمیں عنایت فرمائی۔ اور حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے شاگرد رشید اور اپنے ممدوح نوجوان فاضل حضرت مولانا احسن احمد صاحب زید مجدہٗ کے بھی بے حد ممنون ہیں کہ جنہوں نے اپنی تمام تر علمی مصروفیات کے باوجود اس ناکارہ کی عاجزانہ درخواست پر اس کتاب کو اُردو قالب میں ڈھالا اور مصنف رحمہ اللہ کے حالات لکھنے کے لیے سینکڑوں صفحات کا مطالعہ کیا اور بڑی محنت شاقہ کے بعد اُن کو حیطۂ تحریر میں لائے اور کمپوزنگ بھی خود ہی کر کے اس کتاب کو مکمل کیا اور اپنی بہترین علمی صلاحیتوں کا مظہر بنا کر پیش کیا۔ (فجزاہ اللہ احسن الجزا)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب جو محدث العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسند علی رضی اللہ عنہ'' کے مقدمہ میں لکھے ہیں، نیز آپ کی کتاب ''حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ'' میں بھی شامل ہیں، اسے بھی ہم اِس کتاب میں حصول برکت کے لیے شامل کر رہے ہیں۔

اپنے مخدوم ومحترم، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خلیفۂ اجل، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا، ضلع لودھراں، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مدظلہم کے انتہائی ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیشہ کی طرح اس کتاب کی اشاعت میں بھی رہنمائی اور سرپرستی فرمائی۔

Marfat.com

ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب دامت برکاتہم نے کتاب کے ترجمہ پر نظر ثانی کی اور ہمیشہ کی طرح پُرخلوص مشاورت اور رہنمائی فرمائی، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ثانی، صاحبزادہ سید زید الحسینی شاہ، محمد عرفان شجاع، مولانا محمد عابد، مفتی سجاد، مفتی شعیب احمد، مفتی عبدالرحمٰن، مفتی محمد عثمان، منصور صادق، محسن خواجہ، طیب خواجہ، میاں سعید، میاں نعیم صاحبان اور ''حلقۂ احبابِ نفیس'' کے تمام کرم فرماؤں کا بے حد شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جن کی سرپرستی سے یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر آرہی ہے۔

اللہ پاک ہماری اس عاجزانہ کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہم سب کو دارین کی کامیابی اور آخرت میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔(آمین یا رب العالمین)

عالم نہ شود ویران تا میکدہ آباد ست

خاکپائے شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ

احقر رضوان نفیس

۱۵؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ: أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ محبت کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔ بالکل ایسے جیسے کھانے کی بھوک، اور پانی کی پیاس انسان کی فطری ضروریات ہیں، اور ان کی بجاآوری کے لیے انسان کا دوڑ دھوپ کرنا فطرت کے عین مطابق۔ ایسے ہی انسان کا دل مجبور ہے کہ کسی سے محبت کرے۔ کیونکہ یہ دل کی پیاس ہے، اور جب تک کسی ذات سے محبت کر کے، یہ پیاس بجھ نہ جائے، دل کا چین پانا محال ہے۔

آج کے مادیت سے مرعوب ذہن اسلام کا نام سنتے ہیں تو بدک جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نام ہے بنے ہوئے کو توڑ دینے کا اور بس، ...... حالانکہ اسلام زندگی کے قدموں میں رفتار باقی رکھتے ہوئے، اس کے رخ کو موڑنا چاہتا ہے۔

اسلام ازالہ نہیں، امالہ چاہتا ہے۔

مذکورہ بالا پیراگراف میرا اپنا کہا ہوا نہیں، بلکہ جامعہ شہابیہ سیالکوٹ کے بانی

Marfat.com

حضرت مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ (م: ۱۹۹۰ء) کے ایک نجی خط کا اقتباس ہے، جسے تھوڑی سی ترمیم کر کے، میں نے یہاں نقل کیا ہے۔

اسلام نے کبھی یہ نہیں کہا کہ: کسب معاش ترک کر دو، بلکہ اس کے برعکس فقہ اسلامی اور اسلامی ذخیرۂ کتب میں ابواب الکسب کا موجود ہونا اس بات کی شہادت ہے کہ کسب معاش کو دین کا ایک شعبہ شمار کیا گیا ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اسلام کا بڑے اصرار سے یہ مطالبہ ہے کہ کسب معاش میں نہ تو سود اختیار کرو، نہ ایسا معاملہ کرو جو فاسد یا باطل ہو۔ بالفاظ دیگر اسلام کہیں بھی یہ نہیں کہتا کہ: کماؤ نہیں، لیکن یہ ضرور کہتا ہے کہ: یوں کماؤ، اور یوں نہ کماؤ۔ حلال کماؤ، حرام نہ کماؤ۔ یہ تمہیدی بات انسان کی مادی ضروریات سے متعلق تھی۔

مادی ضروریات کی طرح، انسان کے ساتھ روحانی ضروریات بھی ہیں، اور ان کے مطالبے بھی۔ جب تک ان روحانی مطالبوں کی پابجائی نہ کی جائے گی، انسان کو روحانی آسودگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ زندگی کے اس شعبے کا تعلق دل سے ہے۔ اور جیسا کہ پہلے کہہ آیا ہوں کہ: انسان کا دل مجبور ہے کہ اپنے فطری جذبے کی بنیاد پر کسی ذات سے محبت کرے۔ لیکن یہاں بھی صحیح اور غلط کی تقسیم موجود ہے۔ آخر کس ذات سے محبت ہونی چاہیے، اور کس سے نہیں؟ یہ ایک بنیادی سوال ہے۔ اس کے جواب کے لیے ایک سرسری نظر ہم احادیث کے ذخیرہ پر ڈالتے ہیں۔

جناب رسول اکرم ﷺ نے جو دعائیں مانگی ہیں، ان میں ایک دعا وہ ہے جو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بایں الفاظ بیان فرمائی ہے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ، وَحُبًّا يُّبَلِّغُنِی حُبَّكَ" (کتاب الرؤیۃ للدارقطنی حدیث ۲۰۰)

Marfat.com

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں،
اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہو، اور
ہر ایسی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔

اس دعا سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ: دل کی بے قراری کا، اور اس کی بے چین فطرت کا مداوا صرف اللہ کی محبت میں ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی محبت کی جلن کا مزہ ہی انسان کی بے قراریوں کو سکون اور چین بخش سکتا ہے۔ محبت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو صرف اور صرف اللہ کی ذات سے۔ اس کے سوا، اگر کسی اور سے محبت ہو سکتی ہے تو صرف اسی کی خاطر۔ اولیاء اللہ، اہل بیت، صحابہ اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات سے اسی لیے تو محبت ہوتی ہے کہ وہ اللہ والے ہوتے ہیں مذکورہ بالا دعا میں یہی تو مانگا گیا ہے کہ: اے اللہ اپنی محبت عطا کر دے، جو تجھ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت عطا کر دے۔

اور آخر میں جو یہ کہا ہے کہ: ہر ایسی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ تو شاید اسی کی توضیح اس حدیث مبارک سے ہوتی ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ
يُقَرِّبُ إِلَى حُبِّكَ. (جامع الترمذی ۵ : ۳۶۸ برقم ۳۲۳۵،
ابواب تفسیر القرآن)

اس حدیث میں یہ بھی مانگا گیا ہے کہ: ہر ایسے عمل کی محبت
عطا فرما دے جو تیری محبت کے قریب کر دے۔

پتہ چلا کہ اللہ کے پسندیدہ اعمال کی محبت بھی اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

اور جسے اللہ نیک اعمال کی محبت عطا فرما دے، تو وہ اس محبت کی وجہ سے یقیناً ان اعمال کو کرنے کی کوشش کرے گا، اور توفیق بھی مل جائے گی۔

یقیناً یہ تمام محبتیں مطلوب ہیں۔ ان میں سے اللہ کی محبت تو مطلوب اعظم ہے۔ اس کے بعد رسول کی محبت، اللہ سے محبت کرنے والوں کی محبت، اور ایسے اعمال کی محبت جو اللہ کی محبت تک پہنچا دیں، سبھی ایسی محبتیں ہیں جنہیں شریعت میں محمود ومطلوب قرار دیا گیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ان علائق محبت کی فہرست کے بعد، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ کی ذات سے کس قدر محبت ہونی چاہیے، اور اس میں کس قدر شدت ہونی چاہیے؟

امام دارمی نے اپنی مسند میں، اور ابو نعیم نے حلیۃ الأولیاء میں، اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

"قال رسول الله ﷺ: "کان من دعاء داود یقول:
"اَللّٰهُمَّ إِنِّی اَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَن يُّحِبُّكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِی يُبَلِّغُنِی حُبَّكَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ إِلَیَّ مِن نَفْسِی وَاَهْلِی وَالْمَاءِ الْبَارِدِ. (الترمذی، الجامع الکبیر ۵: ۵۲۲ برقم ۳۴۹۰، کتاب الدعوات، باب نمبر ۷۳،

وابو نعیم، الحلیۃ ۱: ۲۲۶، والدیلمی، المسند ۲: ۲۷ برقم ۲۸۰)

ترجمہ: رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت داود علیہ السلام اپنی دعا میں یوں کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں، اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو

Marfat.com

تجھ سے محبت کرتا ہو۔ اور ہر ایسے عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی ذات کی محبت کو میرے لیے میری جان، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے۔

یہ کیفیت اور یہ حالت کہ اللہ کی ذات سے اس قدر محبت ہو جائے کہ انسان ہردم، ہر لمحہ اسی کی یاد میں کھویا رہے، شریعت میں مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نعمت عطا فرمائے۔ اللہ کی محبت، اور ایسی شدت سے محبت بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی۔ اسی کی تحصیل کے لیے اللہ کے محبوب بندوں کے پاس بیٹھنا، اور ان کی جوتیوں کو سیدھا کرنا پڑتا ہے۔ تصوف یا تزکیہ اللہ کی اسی اور ایسی ہی محبت حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

بہرحال کہنا یہ چاہتا تھا کہ: اللہ کی محبت مقصود ہے۔ اور اسے حاصل کرنے کے لیے ان کی محبت بھی ضروری ہے جنہیں اللہ سے محبت ہے۔ ان میں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت نبی اور اولیائے امت علیہم الرحمۃ، سبھی سے محبت رکھنا ضروری ہے۔ 135344

غلط کہتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ: مسلمان ہو کر بھی کوئی شخص اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا۔ یا تو اس کی معلومات غلط ہیں، یا جانتے ہوئے بھی خبث باطن کا اظہار کرتا ہے۔

اور صحیح کہتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ: مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے کہ وہ مسلمان ہونے کے ناطے صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اہل بیت نبی علیہم الرضوان سے محبت کرے۔ اور یقیناً ان سب کی محبت کسی بھی مسلمان کے لیے دنیا وآخرت کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

ایسا نہیں ہوسکتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو، اور صحابہ کرام سے محبت نہ ہو۔ اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ صحابہ سے محبت ہو اور اہل بیت نبی سے محبت نہ ہو۔ یہ موضوع

Marfat.com

ایک طویل بحث کا متقاضی ہے، جس پر ان مختصر سطور میں ہم نہیں لکھ رہے۔ سر دست تو خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نامی اس کتاب کے لیے چند ابتدائی کلمات لکھنے ہیں اور بس۔

امام نسائی رحمہ اللہ تیسری اور چوتھی صدی کے مشاہیر محدثین میں سے ہیں۔ انہوں نے زیر نظر کتاب لکھی تھی۔ عربی میں تو اس کی طباعت ہوتی رہی، مگر ہمارے علم میں نہیں ہے کہ اب تک اس کا کوئی مستند اردو ترجمہ کیا گیا ہو۔ مخدوم مکرم حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جنہیں اللہ تعالی نے تصوف وتزکیہ میں کمال کے ساتھ ساتھ علمی سرپرستی کی دولت سے بھی حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ بہت سی نادر اور نایاب کتب کی طباعت واشاعت ان کے اس ذوق کی بین دلیل ہے۔

جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اہل سنت والجماعت کا شعار ہے، اسی طرح اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی اہل سنت والجماعت ہی کا شعار ہے۔ لیکن ایک مخصوص طرز کے مسلسل پروپیگنڈے کی وجہ سے بیشتر لوگ اسے کسی اور کا شعار سمجھنے لگے ہیں۔ اور ایک مخصوص ذہن لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت نبی علیہم الرضوان دو مخالف ومتحارب جماعتیں تھیں، اور آج بھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتا ہے، وہ کسی صورت میں اہل بیت کا محب نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ بات بداہۃً غلط ہے۔

صحابہ کرام اور اہل بیت عظام میں کوئی دوئی نہ تھی اور نہ ہے۔ بلکہ اہل بیت نبی علیہم الرضوان کی پہلی فضیلت ان کا صحابی ہونا ہی تو ہے۔ اس کے بعد دوسری فضیلت انہیں نسبی رشتہ داری کی حاصل ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کے ہاں

Marfat.com

انہیں اس اعتبار سے دوہری فضیلت حاصل ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ کا زیرِ نظر رسالہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خصوصیات کے بیان میں ہے، جسے امام نسائی نے اپنے اس خاص اسلوب سے مرتب کیا ہے، جس میں اسناد پر خصوصی تنبیہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ قارئین کرام اس کے نمونے آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کی خواہش تھی کہ اس رسالہ کا اردو ترجمہ کروا کر چھپوایا جائے۔ اور سننے میں آیا ہے کہ کتاب کا عربی مسودہ کسی دوست کے سپرد بھی کر دیا تھا، اور شاید یہ کہ انہوں نے یہ ترجمہ مکمل بھی کر لیا تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کی خواہش ایک عرصہ سے تھی، مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

میں ان دنوں ابھی سیرت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی ایک کتاب: الزھر الباسم فی سیر ابی القاسم ﷺ پر کام کر رہا تھا، کہ حضرت کی وفات ہوگئی عرصہ سے خیال تھا کہ کتاب کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ (جن سے میرا بیعت کا تعلق بھی تھا)، اور حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس کچھ وقت گزاروں گا۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات تو بہت پہلے ہوگئی۔ کتاب مکمل ہوئی تو ایک ہفتہ بعد میرے والد صاحب کی بھی وفات ہوگئی۔ شاہ صاحب کے ہاں تو ویسے ہی نہ جا سکا، اور گھر کی ذمہ داریوں کی وجہ سے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس بھی نہ رہ سکا۔ اللہ ان دونوں حضرات کے انوار وبرکات کا کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب فرمائیں۔

Marfat.com

مجھے اندازہ بھی نہ تھا کہ کبھی محترم ومکرم جناب بھائی رضوان نفیس صاحب مدظلہم سے تعلق ہو سکے گا۔ان کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ہی دیکھا کرتا تھا، ایک روز مخدوم ومکرم جناب مفتی رضا علی جعفری صاحب مجھے رضوان نفیس صاحب کے ہاں لے گئے۔اب جو دیکھتا ہوں تو ایک نیا مزاج اور ایک نئی طبیعت نظر آئی۔کہاں وہ حضرت شاہ صاحب کے خادم خاص: بھائی رضوان نفیس صاحب، اور کہاں یہ واقعی مخدوم بننے کے لائق میاں رضوان نفیس صاحب مدظلہم۔اب ہم جیسا کوئی ان کے ہاں جائے تو اس شبہ میں مبتلا ہوئے بغیر واپس نہیں آئے گا کہ میں بھی کوئی قابل ذکر بزرگ ہوں۔کیوں؟اس لیے کہ شاہ صاحب کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز جناب میاں رضوان نفیس صاحب میرا اتنا اکرام کر رہے تھے، اور مجھے حضرت حضرت کہہ رہے تھے۔تو ہو نہ ہو، میں بھی کوئی بزرگ تو ہوں ہی۔یقیناً اپنے ظرف کے مطابق شاہ صاحب رحمہ اللہ کو انہوں نے پیا ہے۔اور خادم ہونے کی وجہ سے مخدوم کے قرب سے جتنا فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا، وہ انہوں نے اٹھایا ہے۔بہر حال باتوں ہی باتوں میں اہل بیت کی کتب کی خدمت، اور ان کے بارے میں کسی تصنیف کا تذکرہ ہوا۔اور آنجناب نے "مجموع الفقہ" اور "خصائص علی رضی اللہ عنہ" کا ذکر کیا۔

اتنا تو یاد ہے کہ اس مجلس میں خصائص علی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کی بات تو آئی تھی، مگر نہ تو بھائی رضوان صاحب نے مجھے کہا کہ ترجمہ کروں، نہ ہی میں نے حامی بھری۔ البتہ جو دھندلا سا یاد پڑتا ہے وہ یہ کہ بھائی رضوان صاحب نے ہی کسی دوسرے صاحب کے ترجمہ کرنے کے بارے میں بتایا تھا کہ کسی اور صاحب نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ایماء پر اس کا ترجمہ مکمل کر دیا تھا، اور حضرت شاہ صاحب نے اس کی نظر ثانی کے لیے کسی صاحب کو دیا، مگر باوجود کوشش کے ان سے واپس نہ مل سکا چند

Marfat.com

مرتبہ اور بھی آنا جانا رہا۔ اور مذکورہ بالا ترجمہ کے بارے میں گفتگو رہی، اور غالبا بھائی رضوان صاحب نے کچھ کوشش بھی کی کہ وہ ترجمہ ملنے کی کوئی صورت بن سکے، تو دوبارہ ترجمہ نہ کروانا پڑے، مگر نہ مل سکا۔ بالآخر مجھ ہی سے کہا گیا کہ ترجمہ کر دوں۔ میں ان دنوں میراث کی مشہور کتاب "سراجی" کا کام کر رہا تھا۔ وہ پورا کر کے میں نے ترجمے کا کام شروع کیا، اور چند ہی دنوں میں مکمل ہو گیا۔ ترجمہ کرنے میں میرے پیش نظر صرف یہی تھا کہ ان بڑی ہستیوں کی خدمت کی توفیق ہو رہی ہے، جو بزورِ بازو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ ہی کی توفیق نے دست گیری کی، خوش تھا اور خوش ہوں کہ اس موضوع یعنی اہل بیت نبی کے موضوع پر اللہ نے کام لے لیا۔

شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

کیا خبر کہ اللہ تعالی اس کی برکت سے اخلاص عطا فرما دیں۔ اور جس طرح بغیر استحقاق کے اس ترجمے کی توفیق عطا فرمائی ہے، ایسے ہی بغیر استحقاق کے اس کے انوارات و برکات سے متمتع فرمائیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ.

اب یہ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد، طباعت کے لیے جا رہا ہے۔ اس کی غلطیوں کی تصحیح کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔ مگر پھر بھی کوئی غلطی باقی رہ گئی ہو، تو اس پر متنبہ فرما کر مشکور فرمائیں۔

کتاب کا ترجمہ مکمل ہوا، تو حسب ہدایت بھائی رضوان نفیس صاحب کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے زبان و ترجمہ کی تصحیح و تحسین کے لیے مولانا عبد الحفیظ صاحب کے حوالے کر دیا، جو اس فن میں تعارف کے محتاج نہیں۔ اور استاذِ مکرم حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی نعمانی صاحب، دامت برکاتہم العالیہ نے بھی اس کی ابتداء سے کچھ حصہ سنا اور کئی مفید مشوروں کے ساتھ ساتھ تصحیح بھی کی۔

Marfat.com

ان ساری نعمتوں پر یہی کہتا ہوں: "اَللّٰهُمَّ لَا احصِي ثَناءً عَلَيكَ، انتَ كَمَا اثنَيتَ عَلٰى نَفسِكَ. ولَكَ الحَمدُ وَالشُّكرُ عَلٰى مَا مَنَحتَ، وَلا مَانِعَ لِمَا اعطَيتَ.

کتاب کی ابتدا میں امام نسائی رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی پر چند سطور بھی تحریر کردی ہیں۔اوراب یہ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد، طباعت کے لیے جارہا ہے۔ اس کی غلطیوں کی تصحیح کی حتی المقدور کوشش کی ہے۔مگر پھر بھی کوئی غلطی باقی رہ گئی ہو، تو اس پر متنبہ فرما کر مشکور فرمائیں۔

احسن احمد بن عبدالشکور، نزیل لاہور۔

۱۴ رجب ۱۴۳۲ ہجری

کلماتِ تحسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ، اَمَّا بَعْدُ

مشہور محدث حضرت امام نسائی رحمہ اللہ کی تصنیفات میں ایک اہم اور وقیع رسالہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص پر بھی ہے۔ اُردو خوان کے لیے ضروری تھا کہ اِس رسالہ کا اردو ترجمہ کیا جائے، چنانچہ یہ خدمت وسعادت ہمارے عزیز محترم فاضل صالح مولانا احسن عبدالشکور سلمہ اللہ الغفور نے حاصل کی۔ احقر نے بعض مقامات سے ترجمہ دیکھا اس کی روانی اور سلاست دیکھ کر دل بہت خوش ہوا مترجم سلمہٗ کے لیے دل سے دعائیں نکلیں جَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرًا وَّوَفَّقَہٗ لِاَمْثَالِ اَمْثَالِہٖ (آمین)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ یقیناً سابقون اولون میں سے ہیں اور خلافتِ راشدہ کا چوتھا ستون ہیں، رحمت کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور سیدۃ النساء اَہل الجنۃ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار، حسنینِ کریمین سیدا شباب اَہل الجنۃ حضرت سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے والد ماجد گروہِ اَولیاء کے سردار اور اہل سنت والجماعت کے پیشوا اور امام ہیں، آپ یقیناً اُونچے درجہ کے صحابی اور اَہلِ بیت میں شامل ہیں حضرات خلفاءِ

ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام اُمت سے آپ افضل ہیں، حضرات محدثین کرام نے آپ کے فضائل ومناقب کے لیے کتب اَحادیث میں مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اَہل بیتِ عظام رضی اللہ عنہم دونوں اَہل سنت والجماعت کی آنکھوں کا نور اور سر کا تاج ہیں دونوں کی محبت اور عظمت کے بغیر کوئی شخص سُنی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔اَہل سنت کے شعار میں جہاں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے وہیں ختانین سیدنا حضرت عثمانِ غنی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہما کی محبت بھی شعار میں داخل ہے چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل السنۃ والجماعۃ کے شعار کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ان تفضل الشیخین وتحب الختانین

اہل السنۃ والجماعۃ ایک ناجی گروہ ہے جو صحیح معنٰی میں صراط مستقیم پر قائم ہے اور روافض وخوارج کے افراط وتفریط سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ان کے نزدیک حضرات صحابہ کرام معیار حق ہیں اور اہل بیت عظام واجب التعظیم ہیں صحابہ کرام کی عظمت اور اہل بیت عظام کی محبت ان کے ہاں دونوں ہی ضروری ہیں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے سچ فرمایا:

ان کان رفضاً حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

حق تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر رکھے اور اسی پر خاتم فرمائے۔آمین

فقط

عبدالقدوس ترمذی عفی عنہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۳رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ومقام

محدث العصر حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابنِ عم، آپ کے داماد، سابقین الاولین میں ممتاز سب سے پہلے اسلام لانے والے، عشرہ مبشرہ کے بزم نشیں، خلافتِ راشدہ کے چوتھے رکن، ان کے فضائل وکمالات کو کوئی کیا بیان کرے؟ بقول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ:

مات فی رمضان سنة اربعین وهو یومئذ افضل الاحیاء من بنی ادم بالارض باجماع اهل السنة.

''رمضان ۴۰ھ میں جب اس خاکدانِ عالم کو آپ نے خیر باد کہا تو باجماع اہل سنت روئے زمین پر جتنے بھی انسان بقید حیات تھے ان سب سے آپ افضل تھے۔'' (تقریب التھذیب)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الْخِلَافَةَ لَمْ تُزَيِّنِ عَلِيًّا بَلْ عَلِيٌّ زَيَّنَهَا.

''خلافت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زینت نہیں بخشی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کو زینت بخشی۔''[1]

اور اسی بنا پر امام ممدوح کی تصریح ہے کہ:

من لم یربع بعلیٍّ فی الخلافۃ فھو اضل من حمار اھلہ.[2]

''جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چہارم نہ مانے وہ اپنے گھر کے گدھے سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گراں قدر تصنیف ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین'' میں حضرت مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فضائل کا ایک مختصر سا جائزہ لیا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ فرماتے ہیں:

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں اور ان کے مناقب بے شمار۔

۱۔ وہ پہلے ہاشمی ہیں جو ایک ہاشمی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۲۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش تربیت میں نشوونما پائی۔

۳۔ ایک قول کے مطابق یہی پہلے شخص ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔

دوسرے قول کے مطابق پہلے مسلمان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

[1] حافظ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو امام احمد سے بسند روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ''تاریخ بغداد'' ج۔۱، ص ۱۳۵۔ طبع مصر)۔

[2] ''منہاج السنۃ'' از حافظ ابن تیمیہ۔ ج۔۱، ص ۱۴۴۔ طبع مصر ۱۳۲۱ھ۔

Marfat.com

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش (داماد) تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ ان ہی کے صلب سے باقی رہا۔

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر بستر نبوی پر جا کر یہی سوئے تا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جا چکے ہیں۔

۷۔ (مدینہ نبوی میں) عقد مواخات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواخات (یعنی آپ کے بھائی بننے) کا شرف حاصل ہوا۔

۸۔ غزوۂ بدر میں قریش کے پہلوانوں نے جب مبارزت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰ، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم ہی ان کے مقابلہ میں میدانِ جنگ میں اترے اور غالب رہے اور پھر اس بشارت سے سرفراز ہوئے کہ "روز قیامت جب (مومنین کی) کفار سے مخاصمت شروع ہوگی تو سب سے پہلے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔

۹۔ غزوۂ احد میں ان چند بزرگوں میں سے یہ بھی تھے جو معرکے میں ثابت قدم رہے اور اس جنگ میں نمایاں سعی آپ سے ظاہر ہوئی۔

۱۰۔ غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود کو جو قریش کا مشہور پہلوان تھا جہنم رسید کیا۔

۱۱۔ غزوۂ خیبر میں آشوب چشم کی وجہ سے جو اس وقت آپ کو

Marfat.com

لاحق تھا اولاً شرکت کا موقع نہ مل سکا لیکن بعد کو توفیق الٰہی نے دستگیری کی اور باوجود آشوب چشم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے آشوب چشم سے شفا پائی اور قلعہ خیبر آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا اور اس موقع پر ایسی فضیلت تامہ آپ کے نصیب میں آئی کہ زبانِ رسالت سے یہ کلمات آپ کے حق میں صادر ہوئے۔

سابعث غدًا رجلاً یحب اللّٰہَ ورسولَہ ویحبہ اللّٰہُ ورسولُہٗ۔

"میں کل ہی ایسے شخص کو (اس مہم پر) بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت رکھتے ہیں۔"

۱۲۔ غزوات نبوی میں بہت سے مواقع پر عساکر نبوی کے علم بردار آپ ہی تھے۔

۱۳۔ ۹ ہجری میں آیۂ براءت کی تبلیغ کا شرف آپ ہی کے حصہ میں آیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرماتے ہوئے کہ:

لا یبلّغہ الا انا اَوْرَجُلٌ مِّنِّیْ.

"اس کی تبلیغ یا تو میں کرسکتا ہوں یا میرے خاندان کا کوئی فرد۔"

اس حکم کی تبلیغ کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد کی۔

۱۴۔ غزوۂ تبوک میں مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے جانشین

Marfat.com

ہوئے اور اس باب میں:

انتَ منی بمنزلة هارون من موسٰی.

''جو منزلت ہارون کی موسیٰ علیہ السلام کے یہاں تھی۔ وہی تمہاری میرے یہاں ہے'' کی فضیلت عظمیٰ آپ کو نصیب ہوئی۔

۱۵۔ ہجرت کے آخری سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی حکومت پر آپ کو متعین فرمایا اور وہاں کا قلعہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

۱۶۔ اور جب مالِ غنیمت کے خمس میں سے ایک لونڈی آپ کے حصہ میں آئی اور اس کے بارے میں لوگوں میں قیل و قال شروع ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس غیرت کی بنا پر لوگوں کو ان کی ایذ ارسانی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

هو منی و انا منه.

''(تم نے علی کو کیا سمجھا ہے) وہ میرا اور میں اس کا ہوں۔''

۱۷۔ اور ''غدیر خم'' کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا:

من كنت مولاه فعلی مولاه.

''میں جس کا دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔''

۱۸۔ اور مباہلہ کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کو اپنے ہمراہ لے کر تشریف فرما ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔

١٩۔اور آنحضرت ﷺ نے جب یہ دعا فرمائی۔

اللّٰهم هؤلاء اهل بيتي فطهّرهم تطهيرًا.

''اے اللہ یہ لوگ (علی، فاطمہ، وحسنین) میرے اہلِ بیت ہیں تو ان کو خوب پاک کر دے۔''

تو حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی ان حضرات میں نہ صرف شامل بلکہ ان سب کے بڑے تھے۔

٢٠۔اور آنحضرت ﷺ کا ان کے حق میں ارشاد ہے:

لا يحب عليًّا منافقٌ ولا يبغضه مومنٌ.

''علی سے نہ کوئی منافق محبت رکھ سکتا ہے اور نہ کوئی مومن بغض رکھ سکتا ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس بنا پر تھا کہ آپ امرِ حق پر عمل پیرا اور امرِ الٰہی کی بجا آوری میں شدت کے ساتھ سرگرم تھے۔

٢١۔اور آنحضرت ﷺ نے جب حکم دیا کہ مسجد نبوی کے سب دروازے جو لوگوں نے اپنی نجی آمد و رفت کے لیے کھول رکھے ہیں بند کر دیئے جائیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دروازے کو اس حکم سے مستثنٰی کر دیا۔ کیونکہ ان کو آنحضرت ﷺ کی ہمسائیگی کا شرف حاصل تھا اور آپ کو ان کا قرب مطلوب تھا۔

ان اکیس فضائل کو بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب ممدوح کے الفاظ ہیں:

''ایں بود شرح قیام او بیک جناح نبوت کہ

Marfat.com

افشائے اسلام است، و نصرت او در جناح دیگر از جناحینِ خلافت نبوت که افشائے علم است آثار جمیله از وے ظاهر شدند۔"

اشاعت اسلام جو نبوت کا ایک بازو ہے اس کے برپا کرنے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جو مساعی تھیں یہ ان کی شرح ہے اور خلافت نبوت کے دو بازوؤں میں سے دوسرے بازو کی نصرت یعنی اشاعت علم کے سلسلے میں جو آپ سے آثارِ جمیلہ ظاہر ہوئے (ان کی تفصیل یہ ہے)۔

ا۔ تعلیم قرآن۔ چنانچہ تا حال آپ کی روایت باقی ہے اور قراء سبعہ میں سے بعض حضرات ؒ قرآن مجید کو آپ سے روایت کرتے ہیں۔

٢۔ حدیث نبوی کی روایت کے اعتبار سے آپ کا شمار مکثرین میں ہے یعنی ان اصحاب میں جن سے بکثرت احادیث نبویہ مروی ہیں۔

٣۔ فقہ۔ آپ کے عہد خلافت میں آپ کے ہاتھوں بکثرت مسائل کے فیصلے ظاہر ہوئے اور امت میں محفوظ رہے۔

٤۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے علم کی گواہی دی اور فرمایا کہ اَنَـا مَدِيْنَةُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا "میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

٥۔ اور مسائل قضا میں ان کے تفوق کو بھی بتایا، چنانچہ ارشاد ہے: اقضاکم علیٌّ۔ "تم میں سب سے بڑے قاضی (مسائل کا

Marfat.com

فیصلہ کرنے والے) علی ہیں۔"

۶۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امر سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی سخت الجھا ہوا مسئلہ ان کے سامنے ایسے وقت پیش آئے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔

۷۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

سلونی عن کتاب اللّٰہ فواللّٰہ ما مِن ایۃٍ اِلا وانا اَعلمُ اَبلیلٍ نزلت ام بنھارٍ ام فی سھلٍ او فی جبلٍ۔

"مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھ لیا کر بخدا کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ رات میں اتری تھی یا دن میں اور وہ وادی میں اتری تھی یا پہاڑ پر۔"

۸۔ حکمت۔ اور ذہن کا جلدی سے (مسئلہ کی حقیقت کی طرف) منتقل ہو جانا جو حکمت کے شعبوں میں سے ایک عظیم شعبہ ہے اس کا بھرپور حصہ آپ کو ملا تھا چنانچہ حساب کے دقیق مسائل نیز مسئلہ کے ماخذ پر کتاب و سنت اور قواعد مقررہ و مسلمہ کی روشنی میں متنبہ کرنے کے بے شمار واقعات آپ سے منقول ہیں۔

۹۔ اور زہد اور بیت المال کے تصرف میں غایت احتیاط۔ کھانے پینے پہننے میں سادگی اور بیت المال کی تقسیم میں اپنی قرابت کا پاس ولحاظ نہ کرنا۔ ان امور میں بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔

یہ اور اس قسم کے اور بہت سے مناقب جمیلہ آپ میں موجود تھے۔[1]

---

[1] ملاحظہ ہو "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" از ص ۱۳۸ تا ۱۴۰۔ طبع مجتبائی۔ دہلی ۱۳۱۰ھ۔

Marfat.com

یہ بھی واضح رہے کہ ''قرۃ العینین'' میں شاہ صاحب ممدوح علیہ الرحمۃ کے پیش نظر اختصار ہے لیکن انہوں نے اپنی دوسری بے نظیر تصنیف ''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' کی جلد دوم میں مناقب مرتضوی پر نہایت مبسوط بحث کی ہے۔ جس کی خوبی اس کے دیکھنے ہی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ یہ بحث بڑی تقطیع کے پورے چوبیس صفحات پر صفحہ ۲۵۱ سے لے کر ۲۷۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی علمی خدمات کے سلسلہ میں شاہ صاحب نے ''ازالۃ الخفاء'' میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس کا نہایت ہی مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔ فرماتے ہیں:

> ونصیب او از احیاء علوم دینیه آنست که جمع او کرد قرآن را بحضور آنحضرت صلی الله علیه وسلم (ص:۲۷۳)
>
> ''دینی علوم کے احیاء کے سلسلے میں ان کا حصہ یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں آپ نے قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔''

چنانچہ تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے قرآن مجید کو روایت کیا ہے اور اس روایت کا سلسلہ تا حال باقی ہے۔ امام عاصمؒ جن کے شاگرد امام حفصؒ کی قراءت آج تمام دنیا میں متداول ہے اور ہم اہلِ ہند و پاک بھی اسی قراءت میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، اس کا سلسلہ اسناد بھی حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ اسی طرح قراء سبعہ میں امام حمزہؒ کی قرأت کی سند بھی حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ و حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ختم

Marfat.com

ہوتی ہے اوران حضرات صحابہ نے خود آنحضرت ﷺ سے قرآن مجید اخذ کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن جو آج ہم پڑھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں اسی طرح بعینہٖ لوگوں کے سینوں میں جمع اور محفوظ تھا۔[1]

وے رضی اللہ عنہ از حفاظِ حدیث واز مکثرین صحابہ است۔ دربادی النظر قریب شش صد حدیث در کتبِ معتبرہ از احادیث مرفوعہ وے رضی اللہ عنہ مذکور است وفی الحقیقت مرفوعاتِ او از ہزار بیشتر میتواں یافت۔ (ص:۲۷۳)

''اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث کے حفاظ اور مکثرین صحابہ میں سے تھے۔ بادی النظر میں تو چھ سو احادیث مرفوعہ کے قریب معتبر کتابوں میں آپ سے منقول ہیں لیکن درحقیقت آپ کی مرفوع احادیث ایک ہزار سے زیادہ مل سکتی ہے۔''

آپ کی مرویات کی ایک اہم خصوصیت جس کی طرف شاہ ولی اللہؒ صاحب نے توجہ دلائی یہ بھی ہے کہ

وبعض ابواب حدیث کہ پیش ازوے روایت نکردہ بود نداو فاتح اول آں باب است۔

(ص:۲۷۳)

''اور حدیث کے وہ بعض ابواب جن کی آپ سے پہلے روایت نہیں کی گئی۔ اس باب کے بیان کرنے کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔''

---

[1] معلوم ہوا جو لوگ قرآن کی تحریف یا اس میں کمی بیشی کے قائل ہیں وہ مسلمان نہیں۔ (نعمانی)

Marfat.com

چنانچہ اس سلسلے میں شاہ صاحب ممدوح نے خاص طور پر جن احادیث کی نشاندہی کی وہ یہ ہیں:

۱۔ آنحضرت ﷺ کے حلیہ منورہ اور اوقاتِ شب و روز کے گزران کی کیفیت جو شمائل ترمذی میں مذکور ہے۔

۲۔ نمازِ مناجات جو نورانیتِ باطن میں بغایت مؤثر ہے اور ''جامع ترمذی'' میں مروی ہے۔

۳۔ نوافلِ یومیہ ضحیٰ، صلوٰۃ الزوال وغیرہ جو تصوف کا خاص باب ہے اس کی روایت ''مسند احمد'' میں موجود ہے۔

و از مسائلِ فتاویٰ و احکام بسیارے نقل کردہ شد۔ خصوصاً در کتبِ امام شافعی اور مصنف عبد الرزاق و در مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ حصہ وافرہ مذکور است۔ (ص:۲۷۴)

''آپ سے مسائل فتاویٰ واحکام بہت منقول ہوئے خصوصاً امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصانیف میں، نیز مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ان کا بڑا حصہ مذکور ہے۔''[۱]

۴۔ و در بحث توحید و صفاتِ زبانے داشت فصیح و آن مبحث در خطب وے رضی اللہ عنہ یافتہ می شود و از میان صحابہ کبار وے کرم اللہ

---

[۱] بندۂ ناکارہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کی تصانیف میں امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جتنی روایتیں کی ہیں ان سے بھی زیادہ روایات مذکور ہیں۔

Marfat.com

وجهه بآن زبان متفرد است گویا در باب توحید و صفات از فن کلام متکلم اول او است و وے درآں مقامات از اصل سنت سنیه انبیاء بیروں نه رفته۔ (ص:۲۷۴)

''توحید وصفات الٰہی کے بارے میں آپ کی زبان فیض ترجمان پر فصاحت کے دریا جاری تھے یہ مضمون آپ کے خطبات میں پایا جاتا ہے۔ صحابہ کبار میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس بحث میں اپنے زورِ بیان میں منفرد ہیں۔ گویا فن کلام میں جو توحید وصفات کا باب ہے اس کے پہلے متکلم امت میں آپ ہی ہیں اور ان مقامات کے بیان میں انبیاء کی اصل سنت سنیہ سے آپ نے قدم باہر نہیں رکھا ہے۔''

۵۔ درباب تصوف بحرے بود بغایت وسیع ...... قال الجنید رحمه اللّٰه شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضیٰ رضی اللّٰه عنه۔

''اور علم تصوف کا تو آپ ایک نہایت وسیع سمندر تھے ...... حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصول اور بلاء میں تو ہمارے شیخ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔'' (ص:۲۷۴)

ورسم فصاحت و بلاغت در خطب آوردهٔ اوست۔ خلفائے سابق بآں مشغول نمی شدند۔

''خطبات میں فصاحت وبلاغت کا طریقہ آپ ہی کا جاری کردہ

Marfat.com

ہے۔ خلفائے سابق اس میں مشغول نہ ہوئے۔“

باز در زمانِ شیخین مشیر در مسائل دینیه و وزیر در تدبیرات ملکیۂ ایشاں بود وایشاں در تعظیم و توقیر او دور دور رفته و مناقب و فضائل او رضی الله عنه واضح ساخته اند۔

”پھر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں دینی مسائل کے مشیر اور ملکی تدابیر میں ان کے وزیر رہے اور یہ حضرات بھی ان کی تعظیم و توقیر بہت ہی زیادہ کرتے تھے اور ان کے مناقب و فضائل خوب کھول کر بیان کرتے تھے۔“

اور شاہ صاحب نے ”قرۃ العینین“ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

اعتماد برفتاوٰی عبد الله بن مسعود در غالب حال و بر قضایائے مرتضیٰ در بعض احوال بآں شرط که اصحاب عبد الله بن مسعود درروایت کرده باشند و اثبات نموده و بعد ازاں بر تحقیقات ابراهیم نخعی و شعبی و تخریجات ایشاں اصل مذهب ابی حنیفه است که سبب آں صورت خاص مذهب او پیدا شد۔ (ص:۱۷۲)

”اکثر حالات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوی پر اور بعض حالات میں حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر اعتماد

کرنا بشرطیکہ ان کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے نقل کیا اور ثابت رکھا ہو[1]۔ بعد ازاں ابراہیم نخعیؒ و شعبیؒ کی تحقیقات وتخریجات کو سامنے رکھنا یہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا اصول ہے جس کی بنا پر ان کے مذہب کی ایک خاص شکل پیدا ہوگئی۔''

اس سے اندازہ لگایئے کہ مذہب حنفی پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ جس کا اثر ہے وہ حضرت مرتضٰی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام فقہی مسائل مستقل کتاب کی صورت میں علیحدہ بھی مدون کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ اپنے فتاویٰ میں رقمطراز ہیں:

لالکائی از محدثین اهل سنت مذهب علی مرتضیٰ رادر فقهیات از کتاب الطهارة تا کتاب القضاء به ترتیب جمع کرده کتابے مستقل در

---

[1] اس شرط کو ملحوظ رکھنے کی وجہ خود شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ بتائی ہے کہ:

اصحاب عبد اللّٰه بن مسعودؓ ثقافت و فقهاء اند، ورواة حضرت مرتضیٰ لشکریانِ مستور الحال وحدیث مرتضیٰ بدرجه صحت نرسیده است الا آنچه اصحاب عبد الله بن مسعود روایت کرده اند (قرۃ العینین ص:۱۷۱)

''کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب ثقات اور فقہاء ہیں اور حضرت مرتضٰی رضی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ان کے لشکر کے وہ لوگ ہیں جن کا حال ظاہر نہیں۔ چنانچہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی وہی حدیث صحت کے درجہ پر پہنچتی ہے کہ جس کو ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب روایت کرتے ہیں۔''

Marfat.com

فقه ساخته است۔ هر کسے که خواهد بطرف آں کتاب رجوع کند۔ [1]

''محدثین اہل سنت میں سے لالکائی نے مسائل فقہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذہب کو کتاب الطہارت سے لے کر کتاب القضاء تک جمع کر کے ایک مستقل کتاب فقہ کی تیار کر دی ہے۔ چنانچہ جو شخص چاہے اس کتاب کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

حافظ شمس الدین الذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں محدث لالکائی کا ترجمہ لکھا ہے جو ان الفاظ میں شروع ہوتا ہے۔ اللالكائى الامام ابو القاسم هبة الله بن الحسين بن منصور الطبرى الرازى الحافظ الفقيه الشافعى محدث بغداد ۔انہوں نے بہت سے محدثین سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ فقہ کی تعلیم ابوحامد اسفرائینی سے پائی تھی۔ محدث خطیب بغدادی حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ رمضان ۴۱۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں اس کتاب کے علاوہ جس کا ذکر شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے کیا ہے ایک کتاب السنہ ہے دوسری رجال صحیحین پر ان کی ایک تالیف ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی احادیث مرویہ کو جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا۔ حدیث کی معتبر کتابوں میں علماء محدثین نے جمع کر دیا ہے۔ کتب حدیث کا ایک مستقل عنوان ہے ''مسند'' اس نام سے حدیث کی جتنی کتابیں جمع کی گئی ہیں ان میں ہر صحابی کے نام کے تحت اس صحابی کے تمام مرویات کو بلالحاظ مضمون یکجا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ مسانید اسلام میں بکثرت مرتب ہوئیں۔

[1] فتاوی عزیزی۔ ج۔۱۔ص۸۰۔ مطبع مجتبائی ۱۳۴۱ھ۔

Marfat.com

سینکڑوں ہزاروں کتابیں اسی عنوان کے تحت لکھی گئیں مگر ان میں سب سے مبسوط کتاب امام شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۷۶ھ کی ''مسند کبیر'' ہے۔ حافظ ابن حزم اندلسیؒ کا بیان ہے کہ اس مسند میں تیرہ سو سے زائد صحابہ کی مرویات درج ہیں اور پھر ہر صحابی کی حدیث ابواب فقہیہ پر بھی مرتب ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ''مسند'' بھی ہے اور ''مصنف'' بھی۔ اس خوبی کی حامل کسی اور مصنف کی کتاب نہیں[1]۔ شیخ الاسلام بقی بن مخلد علم حدیث میں بخاری ومسلم کے ہمسر تھے۔ امام ابن حزم نے تصریح کی ہے کہ:

كان بقي ذا خاصة من احمدبن حنبل و جاريا في مضمار البخاری و مسلم والنسائی .[2]

''بقی کو امام احمد بن حنبل کی خدمت میں بڑا اختصاص حاصل تھا۔ یہ بخاری، مسلم اور نسائی کے ہم عناں ہیں۔''

حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ دوسو اسی سے زاید شیوخ حدیث سے، انہوں علم حدیث اخذ کیا اور طلبِ حدیث میں مشرق ومغرب کو پے سپر کیا تھا۔ حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان الفاظ میں ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے'' **وكان اماما عَلَمًا قدوةً مجتهدًا، لا يقلد احدًا ثقةً حُجّةً صالحًا عابدًا متهجدًا اوّاهًا، عديم النظير في زمانه** ۔'' متاخرین محدثین جو عام طور پر کسی صحابی کی مرویات کی تعداد بیان کرتے ہیں وہ انہیں کی مسند کی مرویہ احادیث کی

---

[1] ملاحظہ ہو ''کشف الظنون'' زیرِ عنوان ''مسند امام بقی بن مخلد خاکسار کہتا ہے کہ اسی صفت کی حامل شیخ الاسلام بقی بن مخلد کے معاصر امام ابن جریر طبری کی تہذیب الآثار بھی ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب مصنف کی زندگی میں تمام نہ ہوسکی۔ شیخ الاسلام بقی کی مسند تو آج دنیا میں ناپید ہے لیکن امام ابن جریر طبری کی کتاب کے کئی حصے زیرِ طبع سے آراستہ ہوکر شائع ہوچکے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ از امام ذہبی ترجمہ بقی بن مخلد۔

Marfat.com

تعداد ہوتی ہے۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مرویہ احادیث مرفوعہ کی تعداد شاہ ولی اللہؒ صاحب نے چھ سو کے قریب بتلائی ہے۔ حافظ ابن جوزیؒ کی کتاب ''تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر'' کا جو نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور جس کو سید محمد یوسف ٹونکی نے اپنی تصحیح واہتمام سے جید برقی پریس دہلی میں طبع کرا کر شائع کیا ہے اس میں اس ''قریب'' کی تعیین پانچ سو چھتیس کی ہے۔ چنانچہ ''اصحاب المئین'' کے زیر عنوان اس کی عبارت یہ ہے:

علی بن ابی طالب خمس مائة حديث و ستة وثلاثون، وقال ابونعيم الاصفهانی اسند اربع مائة ونيفا من المتون سوی الطريق وقال البرقی الذی حفظ الناعنه نحو مائتی حديث. (ص۱۸۴)

''علی ابن ابی طالب کی پانچ سو چھتیس روایات ہیں اور حافظ ابونعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ چار سو سے زائد متونِ حدیث ان سے مروی ہیں طرق واسانید کا اس میں شمار نہیں اور حافظ برقی کہتے ہیں کہ جو حدیثیں ہمارے پاس ان کی محفوظ ہیں وہ دو سو کے قریب ہیں۔

حافظ ابن جوزیؒ نے تعداد حدیث کا سارا باب اسی مسند بقی بن مخلد سے نقل کیا ہے البتہ اس سلسلہ میں وہ مزید اضافہ حافظ ابوبکر برقیؒ کی تاریخ اور حافظ ابونعیم اصفہانیؒ کی کتاب سے کرتے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویہ احادیث کی تعداد بیان کرتے ہوئے بھی انہوں نے کیا ہے۔

Marfat.com

ہماری تحقیق کے مطابق "تلقیح میں ستة و ثلاثون" کے الفاظ غلطی سے طبع ہو گئے ہیں۔ اصل میں "ستة و ثمانون" ہیں۔ یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اصل مخطوطہ منقول عنہا میں بھی یہ غلطی تھی یا مطبوعہ نسخہ ہی میں واقع ہوئی ہے۔ حافظ ابن حزم کے پیش نظر بھی ''مسند بقی'' ہی تھی اور انہوں نے بھی ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر قلمبند کیا ہے۔ جو ان کی کتاب "جوامع السیرة" کے ساتھ آخر میں طبع ہو گیا ہے۔ اس میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مرویات کی تعداد ۵۸۶ ہی مرقوم ہے اور یہی تعداد انہوں نے اپنی دوسری کتاب "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں لکھی ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت حسب ذیل ہے۔

وَلم یرو عن علی الاخمس مائة وستة و ثمانون حدیثا مسندة یصح منها نحو خمسین وقد عاش بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ازید من ثلاثین سنة و کثر لقاء الناس ایاه وحاجتهم الی ما عنده لذهاب جمهور الصحابة رضی اللّٰہ عنهم وکثر سماع اهل الآفاق منه مرةً بصفین واعوامًا بالکوفة و مرةً بالبصرة والمدینة.

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیاسی مسند حدیثیں مروی ہیں جن میں پچاس کے قریب صحیح ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تیس سال سے زیادہ زندہ رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت کے گزر جانے کے سبب لوگ کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

Marfat.com

آپ کے پاس جو علم تھا اس کی ان کو ضرورت پڑی چنانچہ
کثرت سے اہل آفاق نے آپ سے حدیثیں سنیں کبھی صفین
میں اور کئی برس کوفہ میں اور کبھی بصرہ اور مدینہ ہیں۔''

(ج ۴۔ص ۱۳۷)

حافظ ابن حزمؒ نے جو تعداد بیان کی ہے یہی تعداد امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء اور علامہ خزرجیؒ کی کتاب ''خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال'' میں مرقوم ہے خزرجی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں بیس حدیثیں ''متفق علیہ'' ہیں یعنی امام بخاریؒ و مسلمؒ دونوں نے ان کو روایت کیا ہے اور نو حدیثوں کی روایت صرف بخاری نے کی ہے اور پندرہ کی صرف مسلم نے۔ غالبًا اسی نقطہ نظر سے ابن حزم نے صحیح احادیث کی تعداد پچاس کے قریب لکھی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تعداد ''صحیح لذاتہ'' کی ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح کی سب سے عالی قسم شمار کی جاتی ہے ورنہ ثبوت کے لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں: (۱) صحیح لذاتہ۔ (۲) صحیح لغیرہ۔ (۳) حسن لذاتہ۔ (۴) حسن لغیرہ۔ یہ چاروں قسمیں بالاتفاق مقبول ہیں اور حجت مانی جاتی ہیں۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ تعداد ان احادیث کی ہے جو ''مسند بقی بن مخلد'' میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں۔ ان کی جملہ مرویات کی یہ تعداد نہیں۔ بعض لوگوں کو اس سلسلہ میں یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ''مسند بقی'' میں ہر صحابی کی مرویات کی جو تعداد مذکور ہے اس سے زیادہ اس صحابی سے اور کچھ مروی نہیں۔ یہ محض غلط ہے۔ حافظ ابن جوزیؒ ''تلقیح'' میں لکھتے ہیں:

وقد کان ابو عبد الرحمٰن بقی بن مخلد جمع
فی مسنده حدیثا کثیرا عن جمهور الصحابة

فعد منه بعض رواية الاحاديث التی يرويها كل
صحابی فتوهم بعض المتاخرين ان الصحابی
لايروی سوی ذٰلك وليس كما توهم وانما هو
قدر ما وقع الی المصنف. (ص:۱۸۴)

''ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد نے اپنی مسند میں جمہور صحابہ کی حدیثیں جمع کی ہیں چنانچہ اسی بنا پر ہر صحابی نے جو حدیثیں روایت کی ہیں ان میں بعض کی تعداد اسی کتاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیان کردی گئی ہے۔اس سے بعض متاخرین اس وہم میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ یہ صحابی بس اتنی ہی حدیثیں روایت کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں جیسا کہ ان کو وہم ہوا ہے بلکہ یہ تو روایت کی اس مقدار کا بیان ہے جو مصنف کو پہنچی ہے۔''

مسند بقی تو آج کل ناپید ہے لیکن جو مسانید طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔مسند امام ابوداؤد سلیمان بن داؤد طیالسیؒ المتوفی ۲۰۴ھ جس کا شمار اسلام کے قدیم ترین مسانید میں ہے بلکہ بعض حضرات اس باب میں سب سے پہلی تصنیف انہیں کی مسند کو خیال کرتے ہیں۔یہ مسند دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مرویات صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۶ تک درج ہیں مگر درمیان میں کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں بھی آگئی ہیں۔آج کل اس کتاب کی مسند علی کی احادیث پر فرزند عزیز محمد عبدالشہید سلمہ اللہ تعالیٰ امام سخاویؒ کی ترتیب مسند طیالسی کے ایک قلمی نسخے کی مدد سے جس کا ایک حصہ ان کو

دستیاب ہوگیا ہے کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد ان کو اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۔ مسند امام عبداللہ بن زبیر حمیدی التوفی ۲۱۹ھ یہ کتاب دو جلدوں میں مجلس علمی کراچی نے شائع کی ہے اور اس کی تصحیح وتحشیہ کا کام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب محدث اعظمی نے انجام دیا ہے۔ مگر اس مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت ہی کم روایتیں مذکور ہیں، جن کی کل تعداد ۲۳ ہے۔

۳۔ مسند امام جو احمد بن حنبلؒ التوفی ۲۴۱ھ جو اس وقت موجودہ تمام مسانید میں سب سے زیادہ ضخیم ہے اور باریک ٹائپ پر چھ ضخیم جلدوں میں پہلے مصر اور پھر بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔ اس ''مسند'' میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایات ص ۷۵ سے ۱۶۰ پر ختم ہوتی ہیں۔

''صحاح ستہ'' میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایات کی تعداد تین سو بائیس ہے جن کو ان سے ایک سو ترپن صحابہ وتابعین نے نقل کیا ہے۔ ان سب احادیث کی فہرست حافظ جمال الدین مزی نے اپنی گراں قدر تصنیف ''تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف'' میں راویوں کے اسماء کو حروف تہجی پر مرتب کر کے پیش کر دی ہے اور ہر حدیث کے بارے میں نشاندہی کر دی ہے کہ صحاح ستہ کے کس باب میں کس راوی کی سند سے وہ مروی ہے۔

ان کے علاوہ حدیث کی بکثرت قلمی اور مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بکثرت روایتیں پائی جاتی ہیں اور عین ممکن ہے کہ ان کتابوں میں بعض وہ حدیثیں بھی موجود ہوں جو ''مسند بقی'' میں نہیں ہیں۔

''صحاح ستہ'' کی بزم کے رکن رکین امام احمد بن شعیب نسائیؒ التوفی

Marfat.com

۳۰۳ھ جو امام بقی کی طرح امام بخاری وامام مسلم کے ہم پایہ ہیں بلکہ بعض محققین حفاظ حدیث تو ان کو امام مسلم پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ انہوں نے مستقل طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو جمع کرنے پر توجہ دی اور ان کو ایک علیحدہ کتاب میں مدون کر دیا جس کا نام ہے ''مسند امیر المومنین علی بن ابی طالب۔''

اسی دور کے ایک اور بزرگ حافظ علامہ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ سدوسی بصریؒ نزیل بغداد المتوفی ۲۶۲ ہجری ہیں۔ جو شیخ الاسلام بقی بن مخلد امام محمد بن جریر طبریؒ اور امام نسائیؒ سب سے عمر اور طبقے میں بڑے تھے۔ انہوں نے بھی حدیث میں ایک بہت مسند لکھی تھی جس کا تعارف حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان الفاظ میں کرایا ہے۔

ما صنف مسند احسن منه ولكنه ما اتم.

''اس سے بہتر مسند تصنیف نہیں ہوئی لیکن وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔''

اور اپنی دوسری مشہور تصنیف ''سیر اعلام النبلاء'' میں اس ''مسند'' کا ذکر ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

المسند الكبير العديم النظير المعلل الذى تم من مسانيده نحو من ثلاثين مجلدًا، ولو كمل لجاء فى مائة مجلدًا. (ج۔۱۲۔ص۴۷۶)

''مسند کبیر عدیم النظیر معلل، جس کی مسانید میں سے صرف تیس جلدوں کے قریب مکمل ہو سکیں۔ ورنہ اگر یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی تو سو جلدوں میں آتی۔''

''معلل'' کا مطلب یہ ہے کہ احادیث کی اسانید کے ساتھ ان کے علل پر

بھی تفصیل سے کلام کیا جائے۔ محدثین نے تصریح کی ہے کہ کوئی معلل کتاب پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی کیونکہ اس کے ختم ہونے سے پہلے مصنف کی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ یعقوب بن شیبہؒ بڑے پایہ کے محدث تھے۔ حافظ ذہبیؒ نے لکھا ہے **وکان من کبار علماء الحدیث** ۔حق تعالیٰ نے ان کو دولت علم کے ساتھ دولت دنیوی سے بھی سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ ''مسند'' کی تبییض پر دس ہزار اشرفیاں صرف کیں ان کی حویلی میں چالیس لحاف ان بیضہ نویسوں کے لیے تیار رکھے تھے جو اس خدمت کو انجام دینے کے لیے رات ان کے یہاں ہی بسر کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس مسند کی ''مسند ابی ہریرۃ'' کا حصہ جو مصر میں لوگوں کی نظر سے گزرا وہ دو سو جزء پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ مسند یعقوب کے جو اجزاء مبیضہ ہو کر منظر عام پر آئے۔ وہ مسانید عشرہ مبشرہ مسند ابن مسعودؓ، مسند عمارؓ، مسند عباسؓ اور بعض موالی نبی ﷺ کی مسانید ہیں۔ ان میں صرف علی کرم اللہ وجہہ کی مسند پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔[1]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حدیث نبوی کی روایت میں جن احتیاطوں کو مدنظر رکھتے تھے۔ امام ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

۱. **وَکان اماماً لمّا متحریًا فی الاخذ بحیث انه یستحلف من یحدث بالحدیث.**

''حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے عالم تھے۔ اخذ حدیث (یعنی روایت قبول کرنے میں) احتیاط برتتے تھے۔
چنانچہ جو شخص بھی آپ کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو

---

[1] ان ساری تفصیلات کے لیے ''تذکرۃ الحفاظ'' امام ذہبی میں ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

پہلے اس سے قسم لے لیتے۔"

البتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس اصول سے مستثنیٰ تھی کہ آپ ان کی روایت بغیر حلف لیے بھی قبول فرما لیتے تھے۔

۲. عن علی قال حدثوا الناس بما یعرفون ودعوا ما ینکرون اتحبون ان یکذب اللّٰہ ورسولہ.

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگوں کو وہ حدیثیں بیان کرو جو جانی پہچانی ہوں اور وہ نہ بیان کرو جن سے وہ بدکیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔"

حضرت ممدوح کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام ذہبی نے یہ افادہ فرمایا ہے:

فقد زجر الامام علی رضی اللّٰہ عنہ عن روایۃ المنکر وحث علی التحدیث بالمشھور وھٰذا اصل کبیر فی الکف عن بث الاشیاء الواھیۃ والمنکرۃ من الاحادیث فی الفضائل والعقائد والرقائق ولا سبیل الی معرفۃ ھٰذا من ھٰذا الامعان فی معرفۃ الرجال.

"(اب دیکھیے) بلاشبہ امام علی رضی اللہ عنہ نے منکر (اوپری) روایات کے بیان کرنے سے سختی سے روک دیا اور مشہور روایت کے بیان کرنے کی ترغیب دلائی اور یہ فضائل، عقائد ومواعظ کے بارے میں واہی اور منکر روایات کے بیان کرنے سے رک جانے کا بڑا کارآمد اصول ہے اور منکر کی

Marfat.com

غیر منکر سے شناخت جب تک فن رجال میں گہری نظر نہ ہو
نہیں ہوسکتی۔''

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان چند صحابہ میں شامل ہیں جن کو عہدِ رسالت میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے:

عن علی قال ما کتبنا عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم الا القرآن وما فی هٰذه الصحیفة۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن کریم کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے (جو تمہارے سامنے ہے) اور کچھ نہیں لکھا۔''

اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ حدیثیں چند فقہی احکام سے متعلق تھیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت ہیں اور میں نے ایک مستقل کتاب آپ کے لیے فضائل اور مناقب پر لکھی ہے جو ایک پوری جلد میں ہے اور اس کا نام ہے ''فتح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب۔''

احادیث نبویہ کے مطالب ومعانی کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے:

اذا حدثتم عن رسول اللہ صلی اللہ وسلم حدیثًا فظنوا به الذی هو اهنا والذی هو اهدی، والذی هو اتقی۔ (مسند احمد بن حنبل ج ا۔ ص ۱۳۰)

''جب تمہارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان

Marfat.com

کی جائے تو وہ معنی لو جو سب سے زیادہ عمدہ، سب سے زیادہ
قرین ہدایت اور سب سے زیادہ تقویٰ کو بتاتے ہوں۔"

محدثین نے اختلافِ روایت کے تحت ترجیح کے بہت سے اصول بیان کیے ہیں، چنانچہ حافظ ابوبکر حزمیؒ نے اپنی مشہور کتاب "الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار" میں پچاس کے قریب وجوہ ترجیحات ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب مصر اور ہندوستان دونوں جگہ طبع ہو چکی ہے۔ اس میں پچاسواں ضابطہ یہ بتایا ہے کہ جب کسی ایسے مسئلے میں دو مختلف حدیثیں وارد ہوں کہ جن کا تعلق قضاء سے ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کردہ حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔

اہل سنت میں مذہب حنفی کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خصوصی نسبت ہے۔ یہ مذہب آپ کے انفاس قدسیہ کی خصوصی برکات کا حامل ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے جدامجد ایک بار اپنے صغیر السن صاحبزادہ جناب ثابت علیہ الرحمہ کو جو امام صاحب کے والد ماجد ہیں لے کر خدمت مرتضوی میں حاضر ہوئے تو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں برکت کی خصوصی دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ یہ اسی دعا کی برکت کا اثر ہے کہ فقہ حنفی کو چار دانگ عالم میں غلبہ نصیب ہوا اور آج بھی اسلامی دنیا کی غالب اکثریت اسی مذہب کی پیرو ہے۔ فقہ مرتضوی کا اصل ترجمان مذہب حنفی ہی ہے۔ دور کیوں جائیے۔ نماز کے مشہور مسائل، آہستہ سے آمین کہنا۔ رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنا۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا، گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کا نہ پڑھنا، تراویح کی بیس رکعت۔ ان تمام مسائل میں فقہ حنفی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہی کے فتاویٰ پر عمل ہے۔

Marfat.com

صحیح مسلم کے مقدمہ میں مغیرہ بن مقسم ضبی علیہ الرحمہ سے جو کوفہ کے مشہور فقہاو محدثین میں ہیں اور امام حنیفہؒ کے استاد بھی۔ مروی ہے کہ:

لم یکن یصدق علی علیّ فی الحدیث الا من اصحاب عبد اللہ بن مسعود.

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویات میں صرف وہی روایت درست سمجھی جاتی تھی جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ان سے نقل کرتے تھے۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسی مسند علمی کے صدر نشین ہیں جس کا سلسلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے عہد بعہد آپ تک منتہی ہوا۔ اسی لیے مذہب حنفی میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جو علم منتقل ہوا وہ بالکل صحیح طریقہ پر منتقل ہوا، پھر مذہب حنفی میں جس کثرت سے اولیا ہوئے ہیں دوسرے مذاہب میں نہیں ہوئے۔ تمام اولیاء اللہ کے سلاسل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔

امام حافظ شمس الدین ذہبی نے جو علم تاریخ اور اسماء الرجال کے ایک عنصر خیال کیے جاتے ہیں۔ اپنی مشہور بے نظیر کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں تصریح کی ہے کہ:

فافقه اهل الکوفة علی وابن مسعود، وافقه اصحابهما علقمه، و افقه اصحابه ابراهیم، وافقه اصحاب ابراهیم حماد ابوحنیفه، و افقه اصحابه ابو یوسف، وانتشر اصحاب ابی یوسف فی الآفاق، وافقهم محمد، و افقه اصحاب محمد ابو عبد اللہ الشافعی رحمهم

Marfat.com

اللّٰہ تعالٰی. (ج۔۵۔ص۲۳۶)

''اہل کوفہ کے سب سے بڑے فقیہ علی اور اور ابن مسعود ہیں، اور ان دونوں کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ علقمہ ہیں اور علقمہ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ ابراہیم نخعی ہیں اور ابراہیم کے اصحاب سب سے بڑے فقیہ حماد ہیں اور حماد کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہ ہیں اور ابوحنیفہ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ ابویوسف ہیں۔ پھر ابویوسف کے اصحاب آفاق عالم میں پھیل گئے اور ان میں سب سے بڑے فقیہ محمد ہیں اور محمد کے اصحاب میں سب سے بڑے ابوعبداللہ شافعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں نازل ہوں۔''

والحمد لله اوّلاً واٰخرًا وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد وعلىٰ آلهٖ وصحبهٖ وسلّم.

محمد عبدالرشید نعمانی

۱۰/ذوالحج ۱۴۰۵ھ

Marfat.com

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر
علامہ اقبال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

سوانح و افکار

نام ونسب:

آپ کا نام نامی احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار خراسانی، اور کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ جمہور نے آپ کے والد صاحب اور دادا جان کے ناموں کی ترتیب ''شعیب بن علی'' ہی بتائی ہے، لیکن بعض علماء (جیسے ابن خلکان نے ''وفیات الأعیان'' (۱:۷۷) میں، ابن کثیر نے ''البدایة والنّهایة (۱۱:۱۴۰) میں، ابوالفداء نے ''المختصر في أخبارِ البَشَر'' (۳:۸٦) میں اور خیر الدّین زرِکلی نے ''الأعلام'' (۱:۱۷۱) میں اس کے برعکس ''علی بن شعیب'' کہا ہے۔ لیکن اِن حضرات کا یہ بیان صحیح نہیں، وہم ہے۔

مذکورہ بالا ائمہ کرام کے علاوہ، عبد الکریم رافعی نے ''التّدوین في أخبَارِ قَزْوِین'' (۲:۱۹۷) میں آپ کا نام ''احمد بن عثمان بن شُعَیب' بتایا ہے۔ انہوں نے دو جگہ تبدیلی کی ہے۔ ایک تو ''علی'' کو ''عثمان'' کے لفظ سے بدل دیا،

Marfat.com

دوسرے شعیب کو مؤخر کر دیا۔ اسے کاتب کی غلطی اس لیے قرار نہیں دیا جا سکتا کہ انہوں نے ان کے نام کو: "احمَد بن عُثمَان" کی فصل میں ذکر کیا ہے۔

بہرحال! صحیح نام "شُعَیب بن علي" ہی ہے، کیونکہ ابو بشر دولابی نے "الکنیٰ" (۱: ۴۰، ۴۱) میں، امام طحاوی نے "مُشکِلُ الآثار" (۲: ۳۴) میں، اور امام طبرانی نے "المُعجَمُ الصَّغِیر" (۱: ۲۴)، اور "المُعجَمُ الکَبِیر" (۲: ۲۵) میں بے شمار مقامات پر "احمد ابن شعیب" ہی کہا ہے۔ ان سب کا بیان اس لیے راجح ہے کہ یہ حضرات براہِ راست امام نسائی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور انہوں نے بیسیوں روایات میں اسی ترتیب سے نام نقل کیا ہے۔

مطوّل کتب میں ایک آدھی جگہ پر ناموں میں تقدیم و تاخیر موردِ الزام نہیں، مگر حیرت تو ابن کثیر، اور رافعی رحمہ اللہ پہ ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ پر تو اس لیے کہ انہوں نے نام ذکر کرتے وقت "احمد بن علی بن شعیب" ذکر کیا ہے، مگر آگے چل کر جب امام نسائی کا حمص میں حاکم بننا ذکر کیا، اور حافظ مزّی سے معجم اوسط طبرانی کی عبارت نقل کی، اس وقت صراحتاً یہ الفاظ:

"قال: حدَّثنا احمَدُ بنُ شُعَیب، الحَاکِمُ بِحِمْصَ"

نقل کیے ہیں۔ جب کہ عبد الکریم رافعی نے نام بتاتے وقت "احمد بن عثمان بن شعیب" کہا ہے، مگر "فَخرَاوَر بن مُحَمَّد" کے تذکرے میں، امام نسائی سے کتاب "الضُّعَفَاء و المَترُوکِین" کے سماع کا ذکر:

"سَمِعَ تَسمِیَةَ (الضُّعَفَاء والمَترُوکِینَ): لأبي عَبدِ الرَّحمٰن احمَد بنِ شُعَیبِ النَّسائيِّ، من أبي عليٍّ ..."

کہہ کر کیا ہے، اور یہاں صحیح نام ذکر کیا ہے۔ گویا ان کی نظر میں صحیح نام، اور اسماء کی صحیح

Marfat.com

ترتیب بھی رہی ہے، لیکن اس کے باوجود وہم کا شکار ہوئے ہیں۔

ولادت:

مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت ۲۱۵ھ، بمطابق ۸۳۰ء کو "نسا" نامی شہر میں ہوئی، جب کہ بعض کا قول ہے کہ ۲۱۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اور اسی شہر کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو نسائی (جسے یاقوت حموی نے "مُعجَم البُلدان" میں راجح قرار دیا ہے)، یا نَسَوی (جسے بکری نے "مُعجَمُ ما استعجم" میں ترجیح دی ہے، جسے رشاطی نے: بر اقیاس قرار دیا ہے) کہا جاتا ہے۔ زیادہ مشہور نسائی ہے۔

یاقوت حموی نے "مُعجَمُ البُلدَان" (۵/۲۸۱ - ۲۸۲) میں بتایا ہے کہ: "نَسَا" چار شہروں کا نام ہے:

۱ : نسا: جو خراسان کے قریب ہے۔

۲ : نسا: جو فارس میں ہے۔

۳ : نسا: جو کرمان کا ایک شہر ہے۔

۴ : نسا: جو ہمذان کا ایک شہر ہے۔

امام نسائی کی پیدائش جس نسا نامی شہر میں ہوئی، وہ خراسان کا قریبی شہر ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "سِیَرُ اعلامِ النُّبلاء" (۱۴: ۱۲۵) اور "تذکرة الحفاظ" (۲: ۱۹۴) میں، اور دیگر کئی مؤرخین نے "الخُرَاسَاني" کی نسبت کا ذکر کیا ہے۔ مزید برآں، ابن خلکان نے "وفیات الأعیان" (۱: ۷۸) میں بڑی وضاحت سے یہ کہا ہے:

"[illegible]"

Marfat.com

وبینهما جمعة - ، وهي مدينة بخراسان. خرج منها جماعة من الأعيان".

کہ امام نسائی کی نسبت "نسا" نامی اس علاقے کی طرف ہے، جو خراسان کا شہر ہے۔

"دولتِ اسلامیہ کی قدیم تقسیم خراسان کے قلمرو کو کرمان اور فارس سے علیحدہ کرتی ہے۔ اقلیم فارس خلیجِ عربی کے کنارے پر واقع ہے، جس کے مشرق میں کرمان اور مغرب میں خوزستان اور اصبہان ہے۔ جب کہ شمالی جانب ایک صحراء ہے جو فارس کو خراسان اور اصبہان کی بعض حدود سے علیحدہ کرتا ہے اور جنوبی جانب خلیج ہے۔

اور جہاں تک خراسان کی جغرافیائی صورت حال کا تعلق ہے، تو اس کے مشرقی جانب بجستان، مغرب میں جرجان کے نواحی علاقے اور کھلا صحرا ہے۔ جب کہ شمال میں "مَا وَرَاء النَّهْر" کے مختلف شہر (یعنی بخاری، سمرقند، شاش، فرغانہ اور نسف) ہیں، اور جنوب میں بھی ایک صحراء ہے جو اسے فارس اور اس کے علاوہ قومس سے علیحدہ کرتا ہے"۔

پھر دوسری جگہ اپنی اسی کتاب "المَسَالِكُ وَالمَمَالِك" (صفحہ ۱۴۶) میں رقم طراز ہیں:

"اس اقلیم (یعنی اقلیمِ خراسان) کے شہروں میں سے: نیشاپور، مرو، ہرات اور بلخ ہے، جو کہ اس اقلیم کے سب شہروں سے بڑا شہر ہے۔ اور اس کے ساتھ طوس، قوہستان، نسا، ابیورد، سرخس، اسفرازا اور زمِ آمل وغیرہ ملے ہوئے ہیں"۔

اصطخري سے بہت پہلے ابن خرداذبہ (ت ۲۸۰ھ) نے بھی اپنی کتاب

"المسالك والممالك" (صفحہ ۹) میں "نسا" کو خراسان کے ان شہروں میں شمار کیا ہے، جو ۲۱۲ھ میں خراسان کے زیرِ نگیں تھے۔ اوران علاقوں کا خراج، خراسان کے واسطے سے وصول کیا جاتا تھا۔

اصطخري نے جہاں نسا کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ خراسان کا ایک شہر ہے، وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ:

"نسا کا علاقہ انتہائی سرسبز وشاداب ہے، پانی بکثرت ہے، اور بہت سارے باغات ہیں۔ صاف ستھرا شہر ہے، اوراس قدر زیادہ پانی ہے کہ گھروں تک بھی پہنچتا ہے"۔

اس کے برعکس یاقوت حموی نے "مُعجَمُ البُلدَان" (۲۸۲:۵) میں کہا ہے:

"نسا ایسا شہر میں جس میں وبائیں پے در پے پھوٹتی رہتی ہیں، اور عرقِ مدینی نامی بیماری تو بہت ہی زیادہ پھوٹتی ہے، اور سردیوں میں بہت کم ہی کوئی اس بیماری سے بچ پاتا ہوگا"۔

ایک ہی شہر کے بارے میں یہ دو بیان بالکل متضاد ہیں، جب کہ دونوں ہی قابلِ بھروسہ علماء کے قلم سے نکلے ہیں۔ اصطخری، یاقوت حموی سے تقریباً تین صدی پہلے کے ہیں، اورانہوں نے مختلف بلاد کو دیکھنے بھالنے کے بعد وہاں کے حالات کو لکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے زمانے میں یہ شہر سرسبز وشاداب ہو، لیکن چھٹی اور ساتویں ہجری میں وہاں کے حالات ابتر ہوگئے ہوں، اور وبائیں پھوٹنا شروع ہوگئی ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سنین میں اختلافِ اقوال کی اصل بنیاد کی طرف ابن خلکان نے وفیات الأعیان (۱: ۷۷) میں اشارہ کیا ہے، چنانچہ انہوں نے امام نسائی کے شاگرد ابوسعید ابن یونس

("تَارِيخُ ابنِ يُونُس الصَّدَفِي" نامی مصر کی تاریخ انہی کے قلم سے ہے) کا یہ قول:

"رأيتُ بخطّي في مُسَوّدتي: أنَّ مولدَه بنَسا سنةَ خمسَ عشرة. وقيل: اربع عشرة"،

نقل کر کے شک کا اظہار کیا ہے، اور کسی تاریخ کا قطعی فیصلہ نہیں کیا۔

اور جب خود امام نسائی رحمہ اللہ سے ان کی تاریخ ولادت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی (تَهذِيبُ الكَمَال ۱: ۲۳۳):

"يشبه أن يكون في سنَة خمس عشرة ومئتين".

(یعنی تقریباً ۲۱۵ھ کے لگ بھگ ہے) کے الفاظ سے بے یقینی اور عدمِ جزم کی طرف اشارہ کیا ہے، (اور اس زمانے کے حالات کی وجہ سے یہ امر بالکل قابلِ تعجب نہیں ہے کہ ان کی تاریخِ ولادت محفوظ نہیں رکھی جا سکی)، اور پھر خود ہی اس تاریخ کا اندازہ ان الفاظ سے لگایا ہے کہ:

"لأنَّ رحلَتِي الأولى إلى قُتَيبَة كانت في سنة ثلاثين ومِئَتين".

کہ چونکہ قتیبہ بن سعید کے پاس تحصیلِ علم کے لیے کیا جانے والا سفر ۲۳۰ھ میں ہوا تھا (جیسا کہ آئندہ بھی آ رہا ہے)، اور اس وقت میری عمر تقریباً پندرہ سال کی رہی ہو گی، لہٰذا، میری تاریخِ ولادت تقریباً ۲۱۵ھ کے لگ بھگ ہے۔

اس تاریخ کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض علماء، جیسے ابن العماد نے شذرات الذهب (۲:۲۳۹) میں، وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھاسی سال بتائی ہے، اور ۳۰۳ھ میں وفات کے لحاظ سے تاریخِ پیدائش ۲۱۵ھ ہی بنتی ہے۔

ان نقول اور شواہد کی روشنی میں امام سیوطی رحمہ اللہ کے

Marfat.com

"حسن المحاضرة" میں (١:١٩٧) نقل کردہ ٢٢٥ھ کے قول کی استنادی حیثیت معلوم نہیں ہو سکی۔

امام نسائی کے والدین اور خاندان کی تفصیلات اندھیرے میں ہیں، اور اسماء الرّجال کی کتب اس بارے میں خاموش ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ آپ کے والدین کا کوئی قابلِ ذکر خاندانی یا علمی پس منظر نہ ہو، اور وہ عوام الناس ہی میں سے ہوں۔ بہر حال! زیادہ سے زیادہ جو پتہ چلتا ہے وہ یہ کہ سلسلۂ نسب کے لحاظ سے آپ عربی النَّسل ہیں۔

تحصیلِ علم اور تربیت:

آپ نے انتہائی کم سنی میں ابتدائی علوم وفنون کی تحصیل شروع کر دی تھی، اور سنِ بلوغت کو پہنچتے پہنچتے بنیادی تحصیل مکمل کر چکے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے:

"وطلَبَ العلم في صِغرِه، فارتَحَل إلى قُتيبة في سنةِ ثلاثين ومئتَين، فأقام عنده ببَغلانَ سنةً، فأكثرَ". (سير أعلام النبلاء ١٤: ١٢٥)

کہہ کر تصریح کی ہے کہ آپ نے صِغر سِنی ہی میں تحصیلِ علم کی ابتدا کر دی تھی۔ چنانچہ ٢٣٠ھ میں آپ نے امام قتیبہ سے علم حاصل کرنے کے لیے بغلان کا سفر اختیار کیا، اور تقریباً ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ ان کے ہاں قیام کر کے ان سے خوب استفادہ کیا۔

حافظ مزّی نے اس مدّت کا بیان، ان کے اپنے ان الفاظ:

"أقمتُ عِندَهُ سنةً وشهرَيْن"، (تهذيب الكمال ١: ٣٣٨).

سے کیا ہے۔ (یعنی میں نے ان کے پاس ایک سال اور دو ماہ قیام کیا)۔

ظاہر ہے کہ یہ سفرِ علمِ حدیث کی تحصیل کے لیے تھا، جس کا اہل کوئی بھی مبتدی طالب علم نہیں ہو سکتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ضروری معلومات جیسے

قراءت، کتابت، حفظِ قرآن اور اس زمانے کے مروجہ تمام ضروری علوم کی تحصیل، اِس سے پہلے مکمل کر لی تھی۔

صغرسنی ہی میں تحصیلِ علم میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے امام نسائی کو حدیث کے علم میں، معاصرین کی بہ نسبت، علوِّ سند کی امتیازی حیثیت حاصل ہونا لابدّی امر تھا، چنانچہ بعض شیوخ میں انہیں ایسی عالی اسناد حاصل ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں، اور انہی شیوخ میں قتیبہ بن سعید بھی ہیں، جن کی تاریخِ ولادت ۱۴۹ھ ہے، اور انہوں نے عمر بھی تقریباً سو سال کی پائی تھی۔

امام نسائی کو جن احادیث میں اسنادِ عالی (یعنی ثلاثیات) کا خاص امتیاز حاصل ہے، ان میں ابن لہیعہ کی احادیث بھی ہیں جن کی روایات کا واسطہ یہی قتیبہ بن سعید ہیں، اگرچہ امام مسلم نے ابن لہیعہ سے روایت کی ہے، لیکن بعض وجوہ کی بنا پر علوِّ سند کے باوجود امام نسائی ان سے روایت نہیں کرتے۔ امام نسائی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "السُّنَن" میں، عالی ترین سند رباعی ہے، یعنی آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چار واسطے ہیں، اور نازل ترین سند عُشاری ہے، یعنی آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دس واسطے ہیں۔ ان سطور میں چونکہ "سُنَن النَّسائي" کی خصوصیات کا بیان پیشِ نظر نہیں ہے اس لیے صرف اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ اگر امام نسائی ابن لہیعہ کی روایات کو بھی اس میں درج کرتے تو اس کتاب میں ان کی عالی ترین سند ثلاثی ہو جاتی۔ لیکن چونکہ اُن کی روایات امام نسائی کی بعض شرائط پر پوری نہ اترتی تھیں، اس لیے ثلاثی ہونے کے باوجود ان سے روایت نہیں لی۔

دوسرے یہ بات بھی یاد رہے کہ قتیبہ بن سعید (جو ثلاثیات میں امام نسائی کے اُستاذ اور ابن لہیعہ کے شاگرد ہیں)، امام بخاری کے بھی استاد ہیں، چنانچہ صحیح

Marfat.com

بخاری میں ان کی کئی روایات موجود ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے امتیازات حاصل ہوجانے کا سبب صغرسنی میں تحصیلِ علم کی ابتدا ہی ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پھر یہ بھی ہے کہ آپ نے صرف قتیبہ بن سعید ہی سے احادیث کی روایت پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اسحاق بن راہویہ، احمد بن منیع، ابوداؤد، ترمذی، ابوحاتم رازی، ابو زُرعہ رازی، محمد بن یحییٰ بشار، محمد بن مثنیٰ، ہناد بن سری اور ان جیسے دوسرے ایسے محدثینِ کبار سے بھی حدیث سنی جنہیں آپ سفر کر کے مل سکے، اور روایت کر سکے۔ اسی وجہ سے زمانی اعتبار سے اصحابِ کتبِ ستہ میں متاخر ترین ہونے کے باوجود آپ کے بہت سے شیوخ واَساتذہ وہی ہیں جو باقی اصحابِ کتبِ خمسہ کے اساتذہ ہیں۔

علمی اَسفار اور اَساتذہ:

امام نسائی رحمہ اللہ نے جو زمانہ پایا، اسے اسلام کا سنہری دَور کہا جا سکتا ہے۔ اس زمانے میں علومِ اسلامیہ، خصوصاً علم حدیث کا جو غلغلہ، اور فقہاء و محدثین کی جو گہما گہمی نظر آتی ہے، اس سے باقی تمام ادیان و ملل کی تاریخیں خالی ہیں۔ گوناگوں موضوعات پر تصنیفات اور تدوین کا سلسلہ تو تھا ہی، اسماء رجال اور اصول فقہ و حدیث جیسے فنون اپنے تدریجی مراحل سے گزرتے ہوئے تدوین کی پختگی کی حدوں کو چھو رہے تھے۔ اس زمانے میں علمِ حدیث کی خاطر اَسفار ایک معمول کی چیز تھی، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اس زمانے میں علمی دنیا پر طلبِ حدیث کی چھاپ سب علوم سے زیادہ گہری تھی، اور امام نسائی چونکہ اسی علمی فضا میں پلتے بڑھتے ہوئے پروان چڑھ رہے تھے، لہٰذا، انہوں نے بھی طویل علمی اسفار کیے، چنانچہ علامہ ذہبی نے "سِیَرُ أعلامِ النُّبلاء"، (۱۲۷:۱۴) میں آپ کے علمی اسفار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

Marfat.com

"جَالَ فِي طَلَبِ العِلمِ فِي خُراسَان والحِجازَ ومصرَ والعراقَ والجزيرةَ والشَّامَ والثُّغُورَ. ثم استَوْطَنَ مِصْرَ، ورَحَلَ الحُفَّاظُ إليه.

یعنی طلب علم کے لیے آپ خراسان، حجاز، مصر، عراق، جزیرہ، شام اور ثغور کے علاقوں میں پھرے۔ اس کے بعد آپ نے مصر کو وطن بنالیا، اور حفاظ سفر کر کر کے آپ کے پاس آنے لگے۔

علامہ ذہبی نے تو کیفَ مَا اتَّفَقَ مختلف بلاد کا ذکر کیا ہے، لیکن آپ کی حیات کا تفصیلی مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ کے اسفار کی ابتدا خراسان سے ہوئی، پھر آپ عراق گئے۔ وہاں سے شام، پھر حجاز، اور آخر میں جزیرہ گئے۔ اس کے بعد آخر میں مصر آئے، اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ممکن ہے کہ تحصیلِ علم کے لیے حمص کا سفر بھی اختیار کیا ہو، اگرچہ اس کا تذکرہ کسی سوانح نگار کے ہاں ہمیں نہیں ملا۔ البتہ وہاں درسِ حدیث دینا بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے، جس کی کچھ تفصیل عہدۂ قضا کے عنوان کے تحت آئندہ آرہی ہے۔

امام نسائی کا تحصیلِ علم کے بعد مصر میں سکونت اختیار کرنا تو یقینی ہے۔ لیکن اس سے پہلے آپ مصر میں طلبِ علم میں بھی مشغول رہے۔ چنانچہ قصّہ مشہور ہے کہ جب امام نسائی مصر آئے تو اپنے معمول کے موافق وہاں کے علماء سے حدیث سننے کے لیے حاضر ہوئے۔

ان دنوں مصر کے قاضی مشہور محدّث حافظِ حدیث حارث بن مسکین تھے، جن کے علم و فضل کا بہت چرچا تھا۔ موصوف بلا خوفِ ملامت حق بات کہتے، اور عادل قاضیوں میں سے تھے۔ ابو اسحاق شیرازی نے "طبقاتُ الفقهاء" (ص: ۵۴) میں آپ کو فقہاء میں شمار کیا ہے۔ بہر حال، امام نسائی کی عادت تھی کہ ایک خاص قسم کا

Marfat.com

چوغہ اور ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ جب آپ حارث بن مسکین کی مجلس میں حاضر ہوئے تو انہیں اِن کی مخصوص ہیئت اور چہرہ انجانا لگا۔

حارث بن مسکین جب بغداد میں تھے تو خلقِ قرآن کے قائلین کے فتنہ میں ایذائیں دینے کے ساتھ ساتھ قید بھی کیا گیا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی آپ اس غلط بات کے قائل نہ ہوئے، اور وہاں سے واپس مصر آ گئے۔ آپ متوکل کی طرف سے (۲۳۷ھ) سے لے کر (۲۴۵ھ) میں مستعفی ہونے تک، مصر کے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔

اپنے سابقہ اَحوال کی بنیاد پر، وہ سرکاری عمال سے کنارہ کش رہتے تھے۔ انہیں ان کی ہیئت سے کھٹکا ہوا کہ یہ شخص حکومت کا کوئی جاسوس ہے، اسی لیے انہوں نے امام نسائی کو، آ کر طلبہ کے ساتھ بیٹھنے اور حدیث سننے سے منع کر دیا۔ امام نسائی ان کا درسِ حدیث تو چھوڑ نہیں سکتے تھے، اس لیے حل یہ نکالا کہ جب حدیث سننے کے لیے جاتے تو سامنے حاضر نہ ہوتے، بلکہ دروازے کی اوٹ میں بیٹھ جاتے اور احادیث سنتے۔ اس طرح کی سنی ہوئی احادیث کا اچھا خاصا ذخیرہ امام نسائی کے ہاں موجود ہے۔ لیکن چونکہ احادیث کا یہ مجموعہ عمومی روِش سے ہٹ کر حاصل کیا گیا تھا، اس لیے اس مجموعے کی کوئی حدیث بیان کرنا مقصود ہو تو عموماً، امام نسائی "اَخبَرَنا" کہتے ہیں، اور نہ ہی "حدَّثنا"، بلکہ ایک نئی اصطلاح ایجاد کی:

الحَارِثُ بنُ مِسْکِیْنٍ - قِراءَ ةً علیه، وأنا اَسْمَعُ -:....،

یعنی: یہ حدیث جب حارث بن مسکین کے سامنے پڑھی جا رہی تھی، اس وقت میں اسے سن رہا تھا۔ امام نسائی کی تصنیفات میں حارث بن مسکین کی ایسی سنی ہوئی احادیث بکھری ہوئی ہیں، اور اس اصطلاح کا استعمال اس زمانے کی حاصل کردہ

Marfat.com

مخصوص احادیث کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

چنانچہ ابن اَثیر جزری نے "جامع الأصول" (۱:۱۹۵) میں، امام نسائی کے ورع اور احتیاط کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

"وكان وَرِعًا مُتَحَرِّيًا. ألا تراه يقولُ في كتابه: "الحارِثُ بنُ مِسكينٍ، قِرَاءَةً عليه، وأنا أسمَعُ". وَلا يقولُ فيه: "حدَّثَنا"، وَلا "أخبرَنا"، كما يقول عن باقي مشايخه".

اس میں ابن اَثیر نے یہی بتایا ہے کہ: امام نسائی انتہائی محتاط اور جویائے علم تھے۔ اور حارث بن مسکین سے روایت کردہ احادیث میں اپنی خاص اصطلاح کی رعایت کرتے ہوئے "حدّثنا" اور "أخبرَنا" جیسے مروج الفاظ استعمال نہیں کرتے۔

(امام نسائی "سنن النسائي" میں تو مکمل طور پر اپنے اس اسلوب کے پابند رہے ہیں، ہاں کبھی کبھی ابتدا میں "قال" یا "قُرِئَ عليه" کا اضافہ کردیتے ہیں، لیکن اپنی دوسری کتب میں کہیں کہیں "اخبرنا" اور "حدثنا" کا اضافہ بھی کردیتے ہیں، اگرچہ غالب اسلوب پھر بھی وہی ہے جس کی طرف ابن اَثیر نے اشارہ کیا ہے)۔

آپ کے اساتذہ میں اپنے زمانے کے مشہور محدثین وفقہاء ہیں۔ مذکورہ بالا محدثین کے علاوہ آپ نے ہشام بن عمار، محمد بن نضر بن مساور، سوید بن نصر، اسحاق بن شاہین، عیسی بن یونس، محمد بن اسماعیل بن علیہ، محمد بن بشار جیسے اساطین سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

پہلے گزر چکا ہے کہ علمِ حدیث کی طلب میں امام نسائی کا پہلا سفر ۲۳۰ھ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد اسفار کا یہ سلسلہ ساری عمر ہی چلتا رہا۔ تفصیل کے لیے علامہ ذہبی کی تاریخ اسلام (۹:۱۷۹) دیکھی جاسکتی ہے۔

پندرہ سال کی چھوٹی سی عمر میں علمِ حدیث کی تحصیل کے لیے سفر اختیار کرنا اگر چہ انتہائی قابلِ قدر ہے، لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ دور دراز کے اسفار آسانی سے نہیں کرسکتا۔ اسی لیے آپ کے اساتذہ کی فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہلے آپ نے یا تو اپنے علاقے کے علماء سے علم حاصل کیا، یا ان علماء سے جو دوسرے علاقوں سے آپ کے اپنے علاقے یا قریبی علاقوں جیسے میں آئے۔ اس کے بعد آپ کے طویل اور دور دراز شہروں کے اسفار بھی ہوئے اور آپ شام، حمص اور مصر وغیرہ دوسرے بلاد میں گئے۔

آپ کے ان دور دراز علاقوں کے اسفار کا اندازہ آپ کے شیوخ سے بھی لگایا جاسکتا ہے، جو عالم اسلام کے تقریباً ہر کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسی لیے آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اپنے اساتذہ کی معجم مرتب کرنے میں اولیت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے، چنانچہ آپ کی تصنیفات کے تذکرے میں اس کا ذکر آئے گا۔

اس مختصر سے مقدمے میں امام نسائی کے چند ایک اساتذہ کے ناموں کا ذکر ہی کیا جاسکتا ہے۔ بغلان کے سفر میں آپ نے قتیبہ بن سعید (جن کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے) کے علاوہ ابوزکریا یحییٰ بن موسیٰ (ت ۲۴۰ ھ) اور ہشام بن عمار دمشقی (ت ۲۴۵ ھ) سے بھی استفادہ کیا۔ ہشام بن عمار کی جلالتِ علمی کا یہ حال تھا کہ ان کے بعض شیوخ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ ان کے علاوہ چند اساتذہ کے نام اور ان کے بارے میں کہے گئے مشہور کلماتِ تعدیل درج ذیل ہیں:

ابن راہویہ اسحاق بن ابراہیم (ت ۲۳۸ھ): الحافظ الكبير.

علی بن حجر (ت ۲۴۴ ھ): الحافظ الكبير المُتقِن.

احمد بن منیع بغدادی (ت ۲۴۴ ھ): الحافظ الحُجّة صاحبُ المُسْنَد.

Marfat.com

عیسیٰ بن حماد زغبہ (ت ۲۴۸ ھ): الحافظ المصريّ.

عثمان بن ابی شیبہ (ت ۲۳۹ ھ): الحافظُ الكبيرُ، صاحبُ المسندِ، والتّفسِير.

ابراہیم بن یوسف (ت ۲۳۹ ھ): الحافظ الكبير، عالِم بلخ.

سعد بن یعقوب طالقانی (ت ۲۴۴ ھ): الحافظ الحجة الجوال.

محمود بن غیلان مروزی (ت ۲۳۹ ھ): الحافظ المتقن.

ہارون الحمال (ت ۲۴۳ ھ): الحافظ الإمام.

دُحیم عبدالرحمٰن بن ابراہیم (ت ۲۴۵ ھ): الحافظُ الكبيرُ الفقيهُ مُحَدِّثُ الشّام.

عمرو بن علی فلاس (ت ۲۴۹ ھ): الإمام الحافظ الثبت. بصرہ کے ایک قابلِ ذکر عالم تھے۔ امام نسائی نے ان سے بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں طرح روایت اخذ کی ہے۔

محمد بن عبداللہ بن عمار (ت ۲۴۲ ھ): الحافِظُ، الإمام، الحُجّة، شيخُ المَوْصَل.

ابوکریب، محمد بن علاء ہمدانی (ت ۲۴۸ ھ): الحافظ، الثقة، محدِّثُ الكوفة.

محمد بن اَبان بلخی (ت ۲۴۴ ھ): الحافظ الثّبت.

عبیداللہ بن سعید ابوقدامہ سرخسی (ت ۲۴۱ ھ): الحافِظُ الأَوْحَد.

عبداللہ بن سعید ابوسعید اشج (ت ۲۵۷ ھ): محدِّثُ الكوفَة.

احمد بن عمر بن عبداللہ بن سرح، ابوطاہر (ت ۲۵۰ ھ): الحافظ الفقيه.

Marfat.com

ہناد بن سری (ت ۲۴۳ ھ): الحافظُ القُدوة شيخ الكوفة.

عمر بن عثمان حمصی (ت ۲۵۰ ھ): الحافظ الثقة محدّث حمص.

عباس بن عبدالعظیم عنبری بصری (ت ۲۴۶ ھ): الحافظ الإمَام الثّبت.

ہشام بن عبدالملک یزنی حمصی (ت ۲۵۱ ھ): الحافِظُ المُجوِّد مُحدِّثُ حِمْص.

ان محدثین میں سے اکثر ایسے ہیں جو امام بخاری اور امام مسلم کے بھی شیوخ ہیں، لہٰذا امام نسائی اس لحاظ سے شیخین کے استاد بھائی ہوئے۔

علامہ سیوطی نے "طبقاتُ الحُفَّاظ" میں: "وسَمِعَ مِن خَلَائق" کہا ہے، جب کہ علامہ ذہبی نے "سِيَر أعلام النبلاء" (۱۴: ۱۲۶-۱۲۷) میں تقریباً دو صفحات پر مشتمل آپ کے اساتذہ کی ایک طویل فہرست ذکر کرنے کے بعد:

"وخَلقٌ كثيرٌ، ... ويروِي عن رُفَقائِه"،

کا اضافہ کیا ہے، جس سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے وقت کے چوٹی کے علماء سے ظاہری علم حاصل کیا، وہیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ باطنی اِصلاح اور تزکیہ سے بھی مزیَّن تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی کی تصریح ہے کہ: آپ نے اپنے رفقائے درس سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی شرم نہیں کی، اور ان سے بھی احادیث روایت کیا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ ذہانت وفطانت، قوتِ حافظہ اور اکابر محدثین سے استفادہ کے بعد، اپنے ہم عصر علماء، بلکہ اپنے ہم درس رفقاء سے استفادہ وروایت اسی وقت ممکن ہے جب نیک نیتی کے ساتھ ساتھ صرف اللہ کی رضا اور اخلاص ہی پیشِ نظر ہو۔ ورنہ بسا اوقات معاصرت ہی استفادۂ علمی کے لیے اچھا خاصا حجاب ثابت ہو جایا کرتی

ہے۔اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ امام نسائی نے معاصرین سے علم حاصل کرنے میں ویسی شرم نہیں کی، جس کی باعث عموماً معاصرت ہوتی ہے، اور جس کی وجہ سے آدمی کئی قسم کی خیروں سے محروم رہ جایا کرتا ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ کے شیوخ کی کثرت کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اگر سند آپ کی شرط پر پوری اترتی ہو، تو آپ کو معاصرین واقران، سے روایت لینے میں بھی کوئی باک نہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے ہم درس امام ابوداود سلیمان بن اشعث بجستانی (ت ۲۷۳ ھ) سے حدیث روایت کی۔ ان کے علاوہ سلیمان بن سیف حرانی (ت ۲۷۲ ھ) سے کثیر تعداد میں روایات لیں۔ خیّاط سے ان کے وفات کے سال ۲۸۹ھ، میں روایت کی۔ ایوب بن سلیمان اَسدی سے ۲۸۹ھ میں روایت کی۔ اور عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے چند ایک احادیث لیں۔ بلکہ امام نسائی نے اپنے تلامذہ سے بھی حدیث روایت کی ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی (ت ۳۲۱ھ)، امام نسائی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، لیکن امام نسائی نے ان سے بھی حدیث لی ہے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے "شَرحُ مُشكِلِ الآثَار" باب: بيان مُشكِل مَا رَواه نافِعٌ عَن ابن عُمَر عَن رسولِ اللهِ ﷺ في المُتَبَايِعَينِ: "أنهما بالخِيَارِ حتّٰى يتفرّقا، إلّا بَيعَ الخِيَارِ، (۲۶۵:۱۳) میں:

قال أبو جعفرٍ: "كَتَبَ هذا الحَديثَ عنّي أبو عَبدِ الرَّحمٰن، يعني: النَّسائِيّ".

کہہ کر تصریح کی ہے کہ امام نسائی نے ان سے بھی حدیث لکھی ہے۔ امید ہے کہ جستجو کی جائے تو ایسے اَساتذہ کی فہرست مزید طویل ہو جائے گی۔

Marfat.com

امام نسائی کے زیادہ تر علمی اَسفار حدیث اور متعلقاتِ حدیث ہی کی تحصیل کے لیے ہوتے تھے، لیکن یہ سمجھنا درست نہیں کہ تحصیلِ علم میں فقط حدیث ہی آپ کے پیشِ نظر تھی، کیونکہ آپ نے ساتھ ہی ساتھ علومِ قرآنی، متعلقاتِ قرآن اور قراءات کو بھی ماہر اور قابل اساتذہ سے حاصل کیا۔ چنانچہ قرآنی علوم میں آپ کے اساتذہ میں احمد بن نصر نیشاپوری اور ابوشعیب السوسی کے نام ملتے ہیں۔ ابن جزری نے "النّهاية فِي طبقاتِ القُرّاء" (۱:۶۰) میں اس کا ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ آپ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی، جس کا تذکرہ تصنیفات کے ذیل میں آئے گا۔

امام بخاری سے روایت:

علوّ سند کا حصول اور اصحابِ کتبِ خمسہ کے اساتذہ تک سے تحصیلِ علم، تو مسلّم ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ امام نسائی نے امام بخاری سے حدیث سنی ہے یا نہیں؟

تہذیب الکمال میں حافظ یوسف مزّی نے قطعیت کے ساتھ یہ موقف اپنایا ہے کہ امام نسائی نے امام بخاری سے روایت نہیں کی۔ اسی لیے انہوں نے تہذیب الکمال میں امام بخاری کے نام کے ساتھ صرف "ت" کے رمز کو ذکر کیا ہے، جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی تحقیق میں امام بخاری کی روایت صحاح ستّہ میں سے صرف امام ترمذی کے ہاں پائی جاتی ہے۔ "الکاشف" میں علامہ ذہبی بھی اسی بات کے قائل ہوئے ہیں۔

اتنی بات تو طے ہے کہ امام نسائی کی کتاب "المُجتَبی" جو سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے، میں "كتاب الصّيام، باب الفضل وَالجُود في شَهرِ رَمَضان" میں بایں الفاظ:

"أخبَرَنا محمّد بنُ إسمَاعيلَ البُخاريّ، قال: ..."،

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت موجود ہے جس میں "البُخاريُّ" کی صراحت ہے، اس کے علاوہ کئی ایک جگہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم کے نام سے روایات موجود ہیں۔

کیا محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، سے مراد امام بخاری ہیں؟ یا یہ کوئی دوسرے راوی ہیں؟ اور یہ ایسے دو راوی ہیں، جن میں اشتراکِ اسمی ہے، اور کبھی اس کا مصداق امام بخاری، اور کبھی کوئی دوسرا ہوا کرتا ہے؟ یہ ایک مستقل بحث، اور موضوعِ تحقیق ہے، جس کے بارے میں سرِ دست صرف اتنا جان لیجیے کہ یہ دو راوی ہیں:

۱ : محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جُعفی ابو عبداللہ: جو کہ امام بخاری کے نام سے مشہور ہیں، اور ان کی وفات ۲۵۶ھ کی ہے۔

۲ : محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم الأسدی: ان کے والد صاحب: ابن عُلَیَّہ بصری کے نام سے مشہور ہیں، اور سنن نسائی میں محمد بن اسماعیل بن ابراہیم سے مراد عموماً یہی ہوا کرتے ہیں، اور ان کی وفات ۲۴۶ھ کی ہے۔

بہرحال! مذکورہ بالا روایت میں "البُخاريُّ" کی تصریح حافظ مزّی کی نظر سے مخفی نہیں ہے۔ اسی لیے انہوں نے اس روایت کو بایں لفظ:

"ورَوَى النسائيُّ في الصِّيام مِن سُنَنِه عن محمَّد بن إسماعيلَ، عن حَفْصٍ

نقل کیا ہے۔ اس میں محمد بن اسماعیل کے بعد "البُخاريُّ" کی زیادتی موجود نہیں ہے اس کے بعد رقم طراز ہیں:

هكذا رواه أبو القاسم حمزة بن محمد الكنانيُّ، وأبو عليٍّ الحسن بن الخضر الأسيوطيُّ، وأبو الحسن بن حبوية النِّيسابوريُّ، عن النَّسائيِّ: عن محمَّد بن إسماعيل، حسبُ .

وفي أصل الحافظ أبي عبد الله الصُّوريِّ، الذي كتبه بخطّه :عن أبي محمّد ابن النحّاس، عن حمزة، عن النّسائي: حدّثنا محمّد بن إسماعيل، وهو أبو بكرٍ الطبرانيُّ.

اس عبارت میں حافظ مزّی نے کنانی، اسیوطی اور نیشاپوری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ: ان کے نسخوں میں "البُخاري" کی زیادتی موجود نہیں، صرف محمد بن اسماعیل ہے۔

پھر کنانی کا وہ نسخہ جس کی کتابت ابوعبداللہ الصوری نے بقلم خود کی تھی اس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ: ان کے نسخے میں "محمّد بن إسماعيل" ہے، اور اس سے مراد ابوبکر طبرانی ہیں۔

طرزِ کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ: "وهو أبو بَكرٍ الطّبرانيُّ" کی زیادتی صوری کے نسخہ ہی میں ہے۔

بہر حال! یہ سب بتانے کے بعد ابن سنی کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"اکیلے ابوبکر ابن سنی نے امام نسائی سے محمد بن اسماعیل کے بعد "البُخاري" کی زیادتی نقل کی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ابن سنی نے محمد بن اسماعیل کے بارے میں یہ سمجھ کر کہ وہ امام بخاری ہیں، یہ زیادتی خود ہی کر دی ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا، اور یہ زیادتی ابنِ سنی نے پورے ضبط واتقان کے ساتھ نقل کی ہے، تو پھر یہی ایک روایت ہمیں ایسی مل سکی ہے جو امام نسائی نے امام بخاری سے روایت کی ہے"۔

اس کے بعد حافظ مزّی نے دو قرینے اس بات کے پیش کیے ہیں کہ اس سے مراد امام بخاری نہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ امام نسائی نے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن عُلَیَّہ سے بہت کثرت سے روایات لی ہیں، اس لیے قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہاں بھی

Marfat.com

وہی مراد ہوں۔

دوسرے یہ کہ: "كتابُ الكُنٰى" میں، امام نسائی نے امام بخاری سے کئی احادیث روایت کی ہیں، لیکن وہ سب کی سب:

"عن عبد الله بن احمد بن عبد السّلام الخفاف عن البُخارِيّ"

کے واسطے سے ہیں، بلا واسطہ کوئی بھی نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ حافظ مزّی کے نزدیک امام نسائی کی امام بخاری سے روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ محسوس ہوتا ہے کہ حافظ یوسف مزّی کا جچا تلا اور راجح موقف اس بارے میں یہی ہے کہ سنن نسائی میں "البُخـاريّ" کے لفظ کی زیادتی بعض رُوات کا تصرف ہے ورنہ درحقیقت انہیں امام بخاری سے سماع حاصل نہیں ہے

آپ حافظ مزّی کی رائے بالتفصیل ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ان کی اس ساری تفصیل سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو اتفاق نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے تقریب التہذیب اور تہذیب التہذیب میں امام بخاری کے نام کے ساتھ "ت" اور "س" دونوں رمز ذکر کیے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی روایت امام ترمذی اور امام نسائی دونوں کے ہاں موجود ہے۔ اس نکتہ کی مزید تفصیل کے لیے حافظ سخاوی کی کتاب: "بُغيَةُ الرّاغِب المُتَمَنّي في خَتمِ النّسَائِي، بِرِوَاية ابن السّنِي" کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

صحاحِ ستہ کے بعض مؤلفین نے آپس میں ایک دوسرے سے علمی استفادہ بھی کیا ہے، اور ان سے روایت بھی لی ہے، جیسے امام ترمذی کا سماع امام بخاری سے ثابت ہے، اور امام نسائی کے بارے میں ابھی گزر چکا۔ جب یہ موضوع زیرِ بحث آیا ہی ہے تو ایک ایسے نکتے کا اضافہ بہت مناسب ہے جو علمِ حدیث سے تعلق ضرور رکھتا

ہے، اگرچہ سیاق وسباق سے متعلق نہیں ہے۔

امام بخاریؒ سے امام مسلمؒ کی روایت:

مشہور ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور ان سے روایت لی ہے۔ چنانچہ حافظ مزی نے تہذیب الکمال (٢٤: ٤٣٦) میں امام بخاری کے حالات میں امام مسلم کو شاگرد شمار کرتے ہوئے:

"ومُسلِم بنُ الحَجّاج فِي غيرِ الصَّحِيْح"

کہہ کر یہ بتایا ہے کہ مسلم بن حجاج نے امام بخاری سے روایت تو لی ہے، لیکن اپنی صحیح میں نہیں، بلکہ اس کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں۔ اور یہی کچھ علامہ ذہبی نے بھی "سیر أعلام النُّبلاء" (١٢: ٣٩٧) میں کہا ہے۔

حافظ یوسف مزی اور علامہ ذہبی جس شان کے آدمی ہیں، وہ مسلّم ہے، لیکن بسیار تتبع اور تلاش کے باوجود اب تک کوئی ایک بھی ایسی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری، جسے امام مسلم نے امام بخاری سے روایت کیا ہو۔ کہا جا سکتا ہے کہ تا ہنوز، امام مسلم کی کئی تصنیفات غیر مطبوع ہیں، ہوسکتا ہے ان میں سے کسی کتاب میں ایسی روایت موجود ہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی مشہور کتاب: "الجَامِعُ الصَّحِيْح" کے سوا "الكنى والأسْمَاء"، "التَّمييْز"، "المُفْرَدات وَالوُحْدَان" اور "الطَّبقَات" مطبوع ہیں۔ ہمیں ان میں سے کسی میں بھی ایسی روایت نہیں مل سکی جسے امام مسلم نے امام بخاری سے روایت کیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی ایسی روایت مل نہ جائے، تب تک حافظ مزی اور ذہبی وغیرہ، رحمہم اللہ کے دعوے کا انکار نہ بھی کیا جائے، تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ اس کی تائید بھی نہیں کی جا سکتی۔ اور اس سے بھی نرم تعبیر اختیار کرتے

Marfat.com

ہوئے یوں کہہ لیجئے کہ: تا حال، ہمارے تتبع اور تفتیش کے باوجود حافظ مزّی کا یہ دعویٰ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکا۔ واللّٰہُ أعلم بحقیقة الحال.

پایۂ علمی:

گذشتہ صفحات میں ذکر کردہ امام نسائی کے شیوخ اور رحلاتِ علمیہ کا اجمالی حال بھی اس بات کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم ربانی کی خاص توفیقِ ارزانی عطا فرمائی تھی۔ آپ اپنے ہم عصر علماء میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل، اور تمام علمی جہات سے فائق تھے۔ اسی لیے دنیا کے کونے کونے سے طالبانِ حدیث سفر کر کے آپ کے پاس تحصیلِ علم کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ صِغرسنی میں تحصیلِ علم کی ابتدا کے ساتھ کافی لمبی عمر پائی۔ تقریباً اٹھاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی تھی۔ چنانچہ مصر میں سکونت اختیار کرنے کے بعد تو خاص طور پر آپ حدیث کے علم کا مرجع بن گئے تھے۔ آپ کی اس فوقیت کو علماء وقت نے کھلے دل سے تسلیم کیا ہے۔ مزید برآں وہیں رہ کر آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا، جو آپ کی علمی ثقاہت و اتقان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

علامہ ذہبی نے "سِیَرُ أعلامِ النُبلاء" (۴: ۱۲۷) میں، آپ کے بارے میں کہا ہے:

"کان من بُحورِ العِلم مَع الفَهْمِ وَالإتقان، والبصَرِ ونَقدِ الرِّجال وحُسْنِ التّألیفِ ... ورَحَل الحُفّاظُ إلیه، ولَم یبْقَ له نَظیرٌ فِي هذا الشّأن".

کہ فہم، ضبط، اتقان، گہری بصیرت، رجال و رُوات پر تنقید اور حسنِ تالیف جیسی صفات سے متصف ہونے کے باوصف، علم کا ایک سمندر تھے ...، حفّاظِ حدیث سفر کر کے آپ سے استفادہ کرتے۔ علمِ حدیث میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔

Marfat.com

امام دارقطنی کا کہنا ہے (تاریخ الإسلام للذهبی ۳ :۵۱) :

"أبو عَبد الرَّحمن: مُقَدَّمٌ على كلِّ مَن يُذكَرُ بِعلمِ الحديث فِي عَصْرِه ... كان أفقهَ مَشايخِ مِصْرَ في عَصرِه، وأعلَمَهُم بالحَديثِ والرِّجال".

امام نسائی: اپنے زمانے میں حدیث کے ہر قابلِ ذکر عالم پر سبقت رکھتے تھے، ... اپنے زمانے کے مشائخ میں سب سے زیادہ سمجھ دار، اور حدیث و اسماءِ رجال کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

امام نسائی کے مشہور شاگرد ابن یونس صِدفی نے آپ کے اوصاف کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے:

"كانَ إمَامًا حافِظًا ثبتاً".

کہ امام نسائی علم کے امام، حافظ اور انتہائی قابل اعتبار تھے۔

حافظ ابن حجر نے "تهذيب التهذيب" (۱:۳۲) میں نقل کیا ہے کہ: ابو علی نیشاپوری نے ایک مرتبہ امام نسائی کے بارے میں یہ کہا:

"أنا النَّسَائيُّ: الإمامُ في الحَدِيثِ بِلاَ مُدَافعَةٍ".

اور ایک دوسرے موقعہ پر کہا:

"رايتُ مِن أئمَّةِ الحديث أربعةً في وطني وأسفاري. اثنَان بِنيسابُور: محمَّد بنُ إسحاق، وإبراهيم بنُ أبي طالبٍ، والنَّسائيُّ بِمِصْرَ، وعبدانُ بالأهواز".

کہ "میں نے اپنے وطن میں اور اسفار میں حدیث کے چار ممتاز ائمہ کو دیکھا ہے۔ دو تو نیشاپور ہی میں ہیں: محمد بن اسحاق اور ابراہیم بن ابی طالب، تیسرے مصر میں امام نسائی، اور چوتھے اہواز میں عبدان ہیں".

Marfat.com

امام ابوجعفر طحاوی حنفی، اور منصور فقیہ (تاریخ الإسلام للذهبي ۳ :۵۱) آپ کو:

"إمامٌ من أئمّة المُسلِمین"،

یعنی: مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام، کہا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے "البداية والنّهاية" (۱۱: ۱۲۳) میں آپ کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے:

"قد أبانَ في تَصنِيفِه عن حفظٍ وإتقانٍ، وصِدْقٍ وإيمانٍ، وعِلمٍ وعِرفَانٍ".

کہ: "آپ نے اپنی تصنیفات میں جو بھی لکھا وہ حفظ و اتقان، صداقت، امانت اور علم وعرفان کے ساتھ لکھا"۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تاریخِ اسلامی کا ایک روشن نام ہیں۔ خصوصاً نقدِ رجال اور معرفتِ رُوات میں ان کا ثاقب الرائے ہونا مسلّم ہے۔ وہ معرفتِ علل اور تنقیدِ رجال کے معاملے میں امام نسائی کو امام مسلم، امام ابوداود، اور امام ترمذی پر فوقیت دیتے تھے۔ چنانچہ "سِیَر اعلامِ النّبلاء" (۱۴: ۱۳۳) میں رقم طراز ہیں:

"لَم يكن احَدٌ في رأس الثّلاثِ مئةٍ احفَظَ من النّسائيِّ. هو أحذَقُ بالحَديثِ وعِلَلِه ورجالِه مِن مُسلِمٍ، وأبي داوُدَ، ومِن أبي عيسىٰ. وهو جارٍ في مِضمَار البُخَارِيِّ وأبي زُرْعَة".

یعنی: "تیسری صدی کے سرے پر امام نسائی سے زیادہ بڑا حافظ الحدیث کوئی نہیں تھا۔ وہ علم حدیث، اس کے رجال اور علل کی معرفت میں، امام مسلم، امام ابوداود، اور امام ترمذی سے بھی بڑھ کر حاذق و ماہر تھے۔ علمِ حدیث میں ان کی رَوِش وہی تھی جسے امام

بخاری اور امام ابوزرعہ نے اپنایا تھا"۔

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا ائمہ ثلاثہ پر ترجیح دینے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک انہیں امام ابن ماجہ پر بھی فوقیت حاصل تھی۔

صحتِ حدیث کے لیے جن پانچ شرائط پر مدار ہے، ان میں سے ایک شرط راوی کا ضبط و اِتقان بھی ہے، یعنی یہ کہ راوی کا حافظہ کیسا ہے؟ اسی کے ضمن میں یہ بھی پرکھا جاتا ہے کہ دِقّتِ الفاظ پر ایک تو اس کی گرفت کیسی ہے؟ دوسرے ادائیگی کے وقت اس کی رعایت کتنی کرتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ فقہ الحدیث سے عدمِ مناسبت کے باوجود روایت "بالمَعنیٰ" کرتا ہے؟ بہرحال! امام نسائی کو رجال کی جانکاری اور علل کی معرفت میں کس قدر دسترس حاصل تھی، اس بارے میں علامہ ذہبی کی رائے آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان کے نزدیک انہیں ائمہ ثلاثہ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی) پر ترجیح حاصل تھی۔

رہی بات حفظ کی، تو علامہ ذہبی انہیں حفظ میں بھی امام مسلم رحمہ اللہ سے فائق سمجھتے ہیں۔

چنانچہ تاج الدین سبکی نے "طبقاتُ الشّافعیّة الکبریٰ" (۳ :۱۶) میں کہا ہے کہ:

"سَمِعتُ شیخَنا الذّهبيَّ الحافظَ، وسألتُه :أيُّهما أحفَظُ :مسلم بنُ الحجّاج: صاحبُ الصَّحِيحِ أو النسائيُّ؟ فقال:" النَّسائيُّ". فذكرتُ ذلك للشَّيخ الإمامِ الوالِد – تغمَّدَهُ إليه برَحمَتِه –، فوافق عليه".

میں نے اپنے استاذ علامہ ذہبی سے پوچھا تھا کہ: صاحب "صحیح" امام مسلم بن حجاج بڑے حافظ ہیں یا امام نسائی؟ تو انہوں نے کہا: امام نسائی بڑے حافظ ہیں۔ پھر میں نے اپنے والد صاحب (اللہ ان کو اپنی رحمت کے سائے تلے جگہ دے) کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی ان کی موافقت کی"۔

یاد رہے کہ علامہ سبکی کے نام سے تین علماءِ حدیث مشہور ہیں:

Marfat.com

۱ : تقی الدین سبکی: علی بن عبدالکافی (۶۸۳ - ۷۵۶ هجري) .

۲ : بہاءالدین سبکی: احمد بن علی بن عبدالکافی (۷۱۹ - ۷۶۳).

۳ : تاج الدین سبکی: عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی (۷۲۷-۷۷۱) .

اوّل الذکر سبکی: علی بن عبدالکافی والد ہیں، اور مؤخر الذکر دونوں سبکی ان کے بیٹے ہیں، اور سبھی تاریخ اسلام کی انتہائی نامور شخصیات ہیں۔ صاحب "طبقاتُ الشّافعیّۃِ الکُبریٰ" سب سے چھوٹے بیٹے تاج الدین سبکی ہیں۔ موصوف اور علامہ ذہبی نے آپس میں ایک دوسرے سے حدیث سنی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاج الدین سبکی رتبۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ ان حضرات کا مرتبہ اجمالاً اس لیے ذکر کیا گیا تاکہ ان کی وزنی رائے کا اندازہ کیا جاسکے اور ان کے اقوال کو مبالغہ پر محمول کر کے رد نہ کر دیا جائے۔

احادیث روایت کرنے میں راویوں کی چھان پھٹک اور جانچ پرکھ میں امام نسائی جس قدر محتاط تھے، اس کا اندازہ سعد بن علی زنجانی کے اس قول سے لگایئے کہ جب حافظ محمد بن طاہر مقدسی نے (شروط الأئمة الستّة : ص ۱۰۴) ان سے کسی راوی کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ثقہ ہے۔ ابن طاہر مقدسی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: امام نسائی نے تو اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ تو اس پر سعد نے کہا:

''یا بُنيَّ! إنَّ لأبي عبد الرَّحمن في الرِّجال شَرطاً أشدَّ مِن شَرط البخاريِّ ومُسلِمٍ''.

میرے عزیز! رجال کی تعدیل میں امام نسائی کی شرائط تو امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط سے بھی بڑھ کر ہیں۔ (اس لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی راوی امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک قابلِ اعتماد ہو، لیکن امام نسائی اسے قابلِ بھروسہ نہ سمجھیں، اس لیے تمہیں اس پر تعجب نہ کرنا چاہیئے)۔

Marfat.com

حافظ ذہبی اور علامہ سبکی سے بہت پہلے، ابو یعلی خلیلی (ت ۴۴۶ھ) نے "الإرشاد في مَعرِفَةِ عُلَمَاء الحديث" (۱:۴۳۶) میں:

"وَكتابُه يُضاف إلىٰ كتابِ البُخاريّ ومُسلِمٍ وأبي دَاود ...، ويُعتَمَدُ علىٰ قولِه في الجَرحِ والتَّعديلِ، وكتابُه في السُّنَن مَرضِيٌّ".

کہہ کر جن بلند کلمات سے ان کی توثیق اور علوِ مرتبہ کو بیان کیا ہے وہ واضح ہے۔ ان کی کتاب کو بخاری و مسلم اور ابو داود کی کتب کے ساتھ جوڑا۔ جرح و تعدیل میں ان کی رائے کا وقیع ہونا بتایا اور ان کی کتاب کو پسندیدہ کتاب کہا۔

حافظ ذہبی نے "سِيَرُ أعلامِ النُّبلاء" (۱۴:۱۳۳) میں حافظ ابن مندہ کی رائے بایں الفاظ نقل کی ہے، کہ:

"الَّذين اخرَجُوا الصَّحيحَ، وميَّزُوا الثَّابت مِنَ المَعلُولِ، وَالخَطا مِنَ الصَّوابِ أربعةٌ: البُخارِيُّ، ومُسلِمٌ، وأبو دَاوٗدَ، وأبو عَبدِالرَّحمٰن النَّسائيُّ".

یعنی: صحیح احادیث کو چھانٹنے کے بعد ان کی تخریج، ثابت احادیث کی معلول روایات سے تمیز اور صحیح غلط کی پہچان میں جن محدثین کی مہارت مسلَّم ہے وہ چار ہیں: امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، اور امام نسائی - رحمہم اللہ اجمعین - گویا ابن مندہ کے ہاں امام نسائی ان صفِ اوّل کے محدثین میں سے ایک ہیں۔

امام نسائی کو ابنِ لہیعہ کی سند سے ثلاثی روایات حاصل تھیں، لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کی احادیث صرف اس وجہ سے روایت نہیں کیں، کہ آپ کے معیار پر پوری نہ اترتی تھیں۔ چنانچہ حافظ محمد بن طاہر مقدسی "شُروطُ الأئمَّةِ السِّتَّةِ" (ص: ۱۰۵) میں رقم طراز ہیں:

Marfat.com

وقال: سمعتُ أبا طالبِ الحافظَ يقول: مَن يَصبِرُ على مَا يَصبِرُ عليه أبُو عبد الرَّحمٰن النَّسائيُّ. كان عنده حديثُ ابنِ لَهِيعَةَ، ترجَمَةً ترجَمَةً، فما حدَّث بها. وكان لَا يَرَى أنْ يُحَدِّثَ بحديثِ ابنِ لَهِيعَةَ".

کہ حافظ ابو طالب نے کہا: ''ابو عبدالرحمٰن نسائی جیسا، صبر کرنے کا کس کا جگر ہوسکتا ہے۔ ان کے پاس ابن لہیعہ کی احادیث ہر ایک ترجمہ کے لحاظ سے موجود تھیں، لیکن آپ نے انہیں بیان نہیں کیا۔ اوران کی رائے یہ تھی کہ ابن لہیعہ کی احادیث کی روایت نہ کی جائے''۔

حافظ ابو طالب کے اس قول: ''ان کے پاس ہر ترجمہ کے لحاظ سے ابن لہیعہ کی احادیث موجود تھیں''، کا مطلب شیخ عبدالفتاح ابوغُدّہ نے یہ بیان کیا ہے کہ: ان کے پاس ابن لہیعہ کی احادیث اس قدر زیادہ تعداد میں تھیں، کہ فقہ واحکام کے ابواب میں سے ہر ایک کے تحت ان کی روایت درج کی جاسکتی تھی''۔

شدَّتِ احتیاط کی اس سے اعلیٰ مثال کا ملنا بہت ہی شاذ ونادر ہے۔ عموماً علوّ سند کے لیے ضعف کو گوارا کرلیا جاتا ہے، لیکن امام نسائی نے اسے بالکل گوارا نہیں کیا۔

علمِ حدیث کی حفاظت کے لیے جن نئے علوم وفنون کی داغ بیل پڑی ان میں اسماءِ رجال اور جرح وتعدیل کا فن بھی ہے۔ ان علوم وفنون کی کتابوں میں حدیث کے راویوں کے حالاتِ زندگی سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ کس زمانے کا آدمی ہے؟ (یعنی اس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کیا ہے؟)۔ اس کے مشاغل کیا تھے؟ اس کا حافظہ کیسا تھا؟ اور اس کی امانت ودیانت کا حال کیا تھا؟ اور ان سب امور کی تحقیق سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی مجموعی زندگی سامنے آجائے، اور پھر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ اس کی بات معتبر قرار دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جرح وتعدیل کے ائمہ بہت جانچ پرکھ کر فیصلہ کرتے تھے۔ الفاظِ جرح وتعدیل کے متعلق کچھ بحث تو ''امام نسائی اورالزامِ تشیع'' کے ضمن میں آئے گی، یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ تعدیل وتجریح میں ہر کسی کے قول کو نہیں لے لیا جاتا، بلکہ اس باب میں انہی کا قول معتبر ہوتا ہے جن کی عدالت وثقاہت مسلّم ہو، احتیاط ان کا شیوہ اور اعتدال ان کی روش ہو۔ امام نسائی کے علوِّ مرتبہ کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ آپ کے سینکڑوں اقوالِ جرح وتعدیل، کتبِ فن میں بکھرے ہوئے ہیں، جو اس بات پر شاہدِ عدل ہیں کہ آپ علمِ حدیث میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ چنانچہ ابو یعلیٰ خلیلی کی شہادت ابھی گزری۔

ان سب خوبیوں کے باوصف، امام نسائی رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے "سِیَرُ اعلامِ النُّبلاء (۱۴: ۱۳۰) میں آپ کا تعارف کراتے ہوئے کہا ہے:

"الإمامُ الحافظ الثَّبت، شیخُ الإسلام، ناقِدُ الحَدیث، صاحِبُ السُّنَن".

اور معلوم ہی ہے کہ اسلامی تاریخ میں ''شیخ الاسلام'' جیسا لقب انتہائی بلند پایہ شخصیات ہی کو دیا گیا ہے۔ امام ابن ناصر الدین دمشقی (ت ۸۴۲ ھ) نے "الرَّدُّ الوَافِر" (صفحة ۲۲) میں، اس لقب کے مفہوم ومعانی کے بارے میں بہت ہی خوبصورت بحث کی ہے، کہتے ہیں:

"معناه المعروفُ عند الجَهابِذَة النُّقَّاد، المَعلُومُ عند أئِمَّة الإسناد: أنَّ مَشايِخ الإسلام والأئمَّة الأعلام: هُمُ المُتَّبِعُون لكتاب اللهِ عزَّ وجَلَّ، المُقتَفُون لسُنَّةِ النَّبيِّ ﷺ، الَّذينَ تقَدَّمُوا بمَعرفة أحكامِ القُرآنِ، و وُجُوهِ قِراءَاتِه، وأسبابِ نُزولِه، وناسِخِه ومَنسُوخِه والأخذِ بالآيات المُحكَماتِ

Marfat.com

وَالإيمان بالمُتَشَابِهَات.

قد أحكَمُوا مِن لُغَةِ العَرَب مَا أعانَهُم على علمِ مَا تقلّم، وعِلِمُوا السُّنَّةَ نَقلاً وإسنادًا وعمَلاً بما يَجِبُ العمَلُ به اِعتمادًا، أو إيمانًا بما يَلزَمُ مِن ذلك اِعتِقادًا، واستِنبَاطًا للأصول والفُروع مِن الكتاب والسُّنَّةِ، قائِمِينَ بها.

فرضي الله عليهم، مُتَمَسِّكِينَ بما ساقَهُ اللهُ مِن ذلك إليهم مُتَواضِعِينَ لِلّه العَظِيمِ الشَّأن، خائِفين مِن عثرة اللّسَان، لَا يَدَّعُون العِصْمَةَ، و لَا يَفرَحُون بالتَّبجِيلِ، عالِمِينَ انَّ الّذي اوتُوا مِن العلمِ قليلٌ. فمَن كان بهذه المَنزِلَةِ: حُكِمَ بأنّه إمام، واستَحَقَّ أن يقالَ له: "شيخُ الإسلَام".

مذکورہ بالا عبارت میں جن ظاہری و باطنی علوم سے آراستگی، صفاتِ حمیدہ وخصائلِ محمودہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ عقائد ونظریات کی درستی اور تزکیۂ باطن کے حصول کو شیخ الاسلام جیسے لقب سے ملقّب ہونے کی بنیاد بتایا گیا ہے، وہ تمامہ امام نسائی رحمہ اللہ میں موجود تھیں۔ اسی لیے امام نسائی حقیقتاً اس لقب کے حق دار تھے۔

مسلک یا مذہب:

یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دین صرف اسلام ہی ہے۔ اسلام کی بنیاد کتاب وسنت ہے۔ پھر غیر منصوص، یا منصوص مگر مختلف فیہ مسائل کا کتاب وسنت کی روشنی میں حل تلاش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ اور اسلام کی یہی وہ خصوصیت ہے جو اسے باطل اَدیان ومِلل سے ممتاز کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ نئے مسائل کا پیش آجانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ اگرچہ بعض اوقات ایسے مسائل کا صراحۃً کتاب وسنت میں ذکر نہیں ہوتا، لیکن ان مسائل کو حل کرنے والے اصول وقواعد صراحۃً یا اشارۃً انہی نصوص میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

فقہاء و مجتہدین کی امتیازی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں کی بنا پر کتاب وسنت سے ایسے اصول وقواعد کا استخراج کرتے ہیں جن کی بنیاد پر مذکورہ بالا قسم کے مسائل کا حل تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر فقہاء و مجتہدین کوئی نئی شریعت وضع نہیں کرتے، بلکہ کتاب وسنت میں لپٹے ہوئے مسائل کو واضح کر کے سامنے لاتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ایسے مسائل کا تعلق عقیدے سے ہرگز نہیں ہو سکتا، کیونکہ عقائد کی تمام تفصیلات واضح اور غیر مبہم ہیں۔

بہر حال! امت میں اجتہادی کوششیں، خواہ انفرادی طور پر کی گئیں، (جیسے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) یا اجتماعی طور پر کی گئیں (جیسے امام ابو حنیفہ اور ان کے معاصرین ومعاونین رحمہم اللہ) ان سب کے نتیجے میں جو مجموعے سامنے آئے وہ فروعی مسائل کے مجموعے تھے۔ انہی کو بعد میں قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی اور مسالک و مذاہب کی داغ بیل پڑی۔

لہٰذا، یاد رکھنا چاہیئے کہ مجموعۂ اصول کو دین کہتے ہیں، اور مجموعۂ فروع کو مذہب کہتے ہیں، اور فروع کا مقصد اصول کی تکمیل ہوتا ہے۔ مجموعۂ اصول یعنی توحید، رسالت، آخرت، قیامت، تقدیر وغیرہ پر امت کا اتفاق ہے، اور اس میں پوری امت کی قطعاً دو رائے نہیں ہیں۔ جب کہ امت میں مختلف مجموعہ ہائے فروع کی ترویج کے اندر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تکوینی حکمت ہے، جس کے تفصیلی بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔

کہنا یہ چاہتا ہوں کہ کسی بھی مجتہد کی راہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کی راہ اختیار کرنا تقلید ہے۔ اور مسلک یا مذہب پر عمل کرنے کی حقیقت بس اسی قدر ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسی لیے کسی محدث، کسی عالم اور کسی محقق کا کسی متعین مذہب پر عمل

Marfat.com

کرنا نہ کوئی جرح ہے، نہ قابلِ ذمّ۔ بلکہ ائمہ اربعہ پر امت کو جو اجتماعی اعتماد حاصل ہے، اِن علماءِ حدیث کا یہ طرزِ عمل اسی کا آئینہ دار ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے میں ایک تو یہ کہا گیا کہ وہ شیعہ تھے، جیسا کہ متاخرین شیعہ میں سے آغا بزرگ طہرانی نے "طبقات اعلام الشیعة نوابغ الرُّواة فِي رَاوِيَةِ الكِتاب" (۱: ۴۲) میں دعویٰ کیا ہے، لیکن یہ بات بالکل بے سروپا بات ہے جس کا تفصیلی تجزیہ آئندہ مستقل عنوان کے تحت آ رہا ہے۔ امام نسائی علمائے اہل سنت والجماعت میں سے تھے، جس کا اندازہ آپ کے اساتذہ وتلامذہ اور آپ کی کتب پر سرسری نگاہ سے ہی کیا جا سکتا ہے، اور اس کے لیے کسی گہری بصیرت کی ضرورت نہیں ہے۔

اب صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ امام نسائی اہل سنت والجماعت کے مروجہ مسالکِ اربعہ میں سے کس پر عمل پیرا تھے؟

تاج الدین سبکی نے "طبقاتُ الشّافعيّة الكبرى" (۳: ۱۴ برقم ۸۱) میں آپ کو "احَدُ اَئِـمَّةِ الدُّنيَا في الحَدِيث" کہہ کر، شافعیہ میں شمار کرتے ہوئے آپ کا ترجمہ لکھا ہے۔

علاوہ ازیں، ابن قاضی شہبہ نے بھی "طبـقـات الشّـافـعيّة" (۱: ۸۸ برقم ۴۳) میں آپ کا شمار علماءِ شافعیہ میں کیا ہے۔ بلکہ آخر میں کہتے ہیں:

"وهو من نُظَرَاء أهل الطبقة الثّانية، لكن تأخّرَتْ وفاتُه".

کہ آپ فقہاء شافعیہ کے دوسرے طبقہ کے لوگوں کے ہم پلہ ہیں، لیکن تیسرے طبقہ میں تذکرہ کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی وفات تاخیر سے ہوئی۔

علامہ سبکی اور ابن قاضی شہبہ سے بہت پہلے، امام ابن اثیر رحمہ اللہ نے

Marfat.com

"جامعُ الأصُول في أحَادِيثِ الرَّسُول ﷺ (١:١٩٦) میں بڑی صراحت سے یہ بات کہی ہے کہ:

"وكان شافعيَّ المَذهَب، له مناسك، ألَّفهَا علىٰ مَذهَبِ الشَّافعيّ".

"امام نسائی مذہباً شافعی تھے۔ مناسکِ حج پر ان کی ایک کتاب ہے جسے انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق جمع کیا تھا"۔

علامہ ذہبی نے "سِیَرُ أعلامِ النُّبلاء" (١٤:١٣٠) میں، ابن اثیر جزری کے کلام کومن وعن کسی نقد یا اختلاف کے بغیر نقل کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ان کی طرف سے ان کے مسلکاً شافعی ہونے کی توثیق ہے۔

مزید برآں، حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے "حسن المُحاضرة" (ص: ٤٠٠) میں "ذِكرُ مَن كَانَ بِمِصْرَ مِن الفُقَهَاءِ الشَّافِعِيَّة" کے عنوان کے تحت آپ کا بھی ذکر کیا ہے۔

مختلف زمانوں میں مختلف علماء کی یہ شہادت، خصوصاً طبقات الشافعیّہ میں ان کا تذکرہ اس بات پر بیّن دلیل ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ مسلکاً شافعی تھے۔

ان ائمہ کرام کی اِن نقول کے باوجود، صرف اس بنا پر انہیں اجتہادِ مطلق پر فائز قرار دینا کہ انہوں نے حدیث کی جلیل القدر کتب مرتّب کی ہیں، محض تحکّم ہے، جو قطعاً بلا دلیل ہے۔

تلامذہ:

اللہ تعالیٰ نے امام نسائی کو ابتداء ہی سے ایسے اسبابِ خیر عطا فرما دیے تھے جن کی بنا پر آپ کو عمر بھر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کی توفیق نصیب ہوئی۔ صِغر

Marfat.com

سنی میں تحصیلِ علم کی ابتداء، حدیث کے جلیل القدر ائمہ سے استفادہ، عالی سند کا حصول، مصر کے عہدۂ قضاء پر فائز ہونا اور معاشی آسودگی، اور اس پر مستزاد تقریباً ایک قرن پر محیط طویل عمر، ایسے عوامل تھے جن کی بنا پر آپ کو افادہ واستفادہ کا بہت زیادہ موقع ملا۔

علمِ حدیث میں آپ کی امامت، علل کی معرفت اور فقہی بصیرت کے ساتھ ساتھ قتیبہ بن سعید (ت ۲۴۰ ھ) اور ان کے ہم عصر علماء سے صِغر سنی میں استفادہ کرنے کی وجہ سے آپ کو علوِّ سند کا جو امتیاز حاصل ہو چکا تھا، اس کی بنا پر آپ کو معاصرین پر بیِّن فوقیت حاصل تھی۔ اس زمانے میں محدثین کے ہاں عالی سند جس قدر مرغوب تھی، اور اسے جس اہتمام سے حاصل کیا جاتا تھا وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اور تیسری صدی کے انتہائی سرے پر آپ کے اقران و معاصرین میں سے کوئی بھی ایسا شخص باقی نہ بچا تھا جس نے قتیبہ بن سعید اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے حدیث سنی ہو۔

لہٰذا بعض اختیاری اور غیر اختیاری ایسے اسباب جمع ہو گئے تھے جن کی بنا پر آپ "رُحْـلَة" کی حیثیت اختیار کر گئے تھے، یعنی آپ حدیث کے طلبہ کے لیے ایسا مرجع تھے جس سے استفادے کے لیے باقاعدہ رِحلتِ علمی کی جاتی تھی۔ اس صورتِ حال میں تلامذہ کی تعداد کس قدر زیاہ ہوئی ہوگی، اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے۔

تراجم وطبقات کی کتب کو بنظرِ غائر کنگھالنے سے آپ کے تلامذہ کی کافی طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے، جسے مرتب کرنا فی الحال پیشِ نظر نہیں ہے، لہٰذا، آپ کے امتیازی تلامذہ کی ایک مختصر فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے:

① عبدالکریم بن احمد بن شعیب: (ت ۳۴۴ ھ). ② ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی: (ت ۳۶۴ ھ). ③ ابو علی حسن بن خضر اسیوطی. ④ حسن بن رشیق عسکری. ⑤ ابو القاسم حمزۃ بن محمد بن علی کنانی. ⑥ ابو الحسن محمد بن عبد اللہ بن

Marfat.com

زکریا ابن حبویہ. ⑦ محمد بن معاویہ بن احمر اندلسی. ⑧ محمد بن قاسم بن سیار قرطبی اندلسی. ⑨ علی بن ابی جعفر طحاوی. ⑩ ابوبکر احمد بن محمد بن مہندس.

امام نسائی رحمۃ اللہ کے ان تمام شاگردوں کے بارے میں، حافظ ابن حجر نے "تهذيبُ التَّهذيب" (۱:۳۲) میں کہا ہے: "هؤُلَاء رُوَاةُ 'كتابِ السُّنَنِ' عنه". کہ ان سب نے امام نسائی سے ان کی کتاب "السُّنَن" روایت کی ہے۔

(۱۱) ابو بشر دولابی: (ت ۳۱۰ ھ). (۱۲) ابو حاتم بن حبان بستی: (ت ۳۵۴ ھ). الإمام العلامة الحافظ. (۱۳) ابوعوانہ: (ت ۳۱۶ ھ). الحافظ الإمام. (۱۴) ابوجعفر محمد طحاوی: (ت ۳۲۱ھ). الإمامُ، العلامة، صاحبُ التَّصانيف البديعة. موصوف امام نسائی کے ایسے شاگرد ہیں، جن سے امام نسائی نے بھی حدیث لکھی ہے۔ (۱۵) ابوبکر بن حداد: (ت ۳۴۴ھ). الإمام العلامة الفقيه، شيخ الشّافعية. یہ ایک عرصہ تک امام نسائی کے ساتھ رہے، اور ان پر اعتماد کا یہ حال تھا کہ کہا کرتے تھے: میں اپنے اور اللہ کے درمیان امام نسائی کو حجت قرار دیتا ہوں۔ (۱۶) ابوجعفر عقیلی: (ت ۳۲۲ ھ). الحافظ الإمام. کئی جلیل القدر کتب کے مصنف ہیں۔ (۱۷) حافظ ابوعلی نیشاپوری: (ت ۳۴۹ھ). محدِّثُ الإسلام أحد الجهابذة في الحفظ والإتقان والورع. (۱۸) ابوسعید بن یونس صدفی: (ت ۳۴۷ھ). الإمام الثبت، صاحب تاريخ مصر، (الشهير بتاريخ ابن يونس). (۱۹) ابوالقاسم طبرانی: (ت ۳۶۰ھ). الحافظ الحجة الإمام. (۲۰) ابواحمد، ابن عدی: (ت ۳۶۵ھ). الحافظ الكبير، صاحب الجرح والتَّعديل. (۲۱) محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری: (ت ۳۴۲ ھ). الحافظ، الزَّاهد الحُجَّة. (۲۲) ابومیمون عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن راشد:

Marfat.com

محدّث دِمَشق.(۲۳)قاسم بن ثابت سرقسطی :(ت ۳۰۲ ھ).(۲۴) ابیض بن محمد بن ابیض فہری مصری :(ت ۳۷۷ ھ). موصوف امام نسائی سے، سب سے آخر میں روایت کرنے والے شاگرد ہیں، آپ نے امام نسائی سے دو مجلسیں روایت کی ہیں، جو چھپ چکی ہیں۔

مناصب: (عہدۂ قضا وحکم):

تاریخِ اسلام میں قضا کا عہدہ انتہائی ذمہ داری کا عہدہ شمار کیا جاتا تھا۔عدلیہ کو چونکہ قوّت نافذہ حاصل ہوا کرتی ہے، اس لیے قانونی دائرے کے تمام امور کی نگرانی، اور شریعت کے احکامات کے مطابق ان کی تنفیذ کی ذمہ داری قاضی کے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی۔اس بات سے اس عہدے کی نزاکت اور لطافت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔لیکن یہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ائمۂ اسلام نے حتی المقدور اس ذمہ داری سے بچ کر تدریس وتصنیف اور اصلاحِ معاشرہ جیسی ذمہ داریوں کو اختیار کرنے کو ترجیح دی ہے۔ہوسکتا ہے کہ سلاطین وامراء کا کسی قدر دباؤ صحیح فیصلہ کرنے پر اثر انداز ہوتا ہو۔اور شاید یہی وجہ رہی ہو کہ علماء اکثر اس عہدے سے پہلوتہی کی کوشش کرتے تھے۔لیکن اس کے باوجود یہ کوئی شجرِ ممنوعہ نہیں تھا، اسی لیے جب بھی یہ محسوس ہوا کہ اس عہدے پر نااہل افراد آ کر اس کا استعمال غلط طریقے سے کریں گے، تو عوام کو ظلم سے بچانے اور اس عہدے کے تقدس کے پیشِ نظر علماء وفقہاء نے اسے عوامی مصلحت کی وجہ سے قبول بھی کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے "تَذکِرَۃُ الحُفَّاظ" (۲:۱۹۴) میں آپ کا قاضی ہونا ذکر کیا ہے۔

اب سے پہلے اشارتاً یہ گزر چکا ہے کہ امام نسائی کا حمص میں تحصیلِ علم کے

Marfat.com

لیے جانا ہمیں نہیں مل سکا، لیکن وہاں پر درسِ حدیث کا ثبوت ضرور ملتا ہے۔ مشہور محدّث ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں (۲ :۲۳۵ برقم ۲۹۷۶) بایں الفاظ ایک روایت نقل کی ہے:

حدّثنا ابو عَبدِ الرّحمٰن النّسائيّ احمَدُ بنُ شُعَیبٍ بِحِمْصَ ....".

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حمص میں آپ کا حلقۂ درس رہا ہے۔ مذکورہ بالا روایت میں یہ صراحت تو نہیں ہے کہ امام نسائی حمص کے قاضی بھی تھے، لیکن اسی کتاب صحیح ہی کی ایک دوسری روایت (۳ :۱۱۴ برقم ۴۴۰۷) میں صراحۃً یہ الفاظ موجود ہیں:

"حدّثنی احمد بن شعیب ابو عبد الرّحمن النّسائيّ: قاضي حمصَ"

علاوہ ازیں ابن کثیر نے بھی "البدایة والنّهایة" (۱۱: ۱۲۴) میں آپ کا حمص میں حکم مقرر ہونا نقل کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"وَلِيَ الحکم بمَدینة حمصَ. سمعتُه مِن شَیخنَا المِزّي، عن رِوایَةِ الطّبرانيّ في مُعجَمِهِ الأوسط حیثُ قال: "حدّثنا احمَدُ بنُ شُعَیب الحاکِمُ بِحِمْصَ".

اگرچہ طبرانی کی "المُعجَمُ الأوسط" میں ہمیں یہ الفاظ نہیں مل سکے، لیکن ممکن ہے حافظ مزّی کے سامنے کوئی ایسا نسخہ رہا ہو جس میں یہ الفاظ موجود ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام نسائی حمص میں عہدۂ قضا پر کب فائز ہوئے؟ اور کتنا عرصہ فائز رہے؟ اس کی تفصیل تا حال کہیں نہیں مل سکی۔ لیکن اتنا یقینی ہے کہ یہ واقعہ مصر کی سکونت اختیار کرنے سے پہلے کا ہے۔ کیونکہ مصر میں رہائش اختیار کرنے کے بعد آپ وہیں ہی

رہے۔ چنانچہ ابن مندہ نے (سِیَر أعلامِ النُّبلاء ۱۴:۱۲۵) بتایا ہے کہ:

"خرَجَ مِن مِصرَ في آخِرِ عُمُرِہ إلىٰ دِمَشْقَ ...".

اورابن یونس صدفی نے مزید اضافہ کرتے ہوئے:

"خرَجَ مِن مِصْرَ فِي شَهرِ ذِي القَعْدَةَ، مِن سنة اثنَتَيْنِ وَثلاث مِئَةٍ".

یہ بھی بتایا ہے کہ: آپ مصر سے ذوالقعدہ ۳۰۲ھ میں نکل کر دمشق گئے تھے۔ اور اگلے سال ۱۳صفر ۳۰۳ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ لہٰذا مصر سے دمشق کا یہ سفر، وفات سے تقریباً تین ساڑھے تین ماہ پہلے کا ہے۔ بہرحال! موضوع امام نسائی کے عہدۂ قضا پر فائز ہونے کا تھا۔ حمص کا تذکرہ گزر چکا، اس کے علاوہ آپ مصر کے بھی قاضی رہے۔ چنانچہ آپ کے شاگرد حافظ طبرانی نے "المُعجَمُ الصَّغِیر" (۱:۴۸ برقم ۴۲) میں ایک روایت بایں الفاظ نقل کی ہے:

حدّثنا أحمد بنُ شُعَیب أبو عبدِ الرَّحمٰن النَّسائيُّ، القاضي بمصر، حدثنا

"ہم سے احمد بن شعیب نسائی نے، جو مصر کے قاضی ہیں، حدیث بیان کی...".

زمانۂ قضا میں آپ کا رویہ کس قدر محتاط اور معتدل تھا؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے حق میں، قضاء کے بارے میں کسی سے کوئی ایک بھی کلمۂ جرح منقول نہیں، ورنہ اس قدر جلالتِ علمی اور شہرت کے ساتھ حاسدین کی موجودگی میں (جیسا کہ ابھی آتا ہے) رائی کا پہاڑ بنانے والوں کو موقع ہاتھ آنے کی ہی دیر تھی۔

امام نسائی کب تک قضاء کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے؟ یہ تفصیل بھی نہیں مل سکی۔ لیکن بعض قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وفات سے پہلے پہلے آپ یہ عہدہ چھوڑ چکے تھے۔ آپ کی وفات اٹھاسی سال کی عمر میں ہوئی، اور وفات سے تقریباً تین ماہ پہلے آپ سفر کے ارادے سے مصر سے نکلے۔

Marfat.com

دارقطنی کا وہ قول جو آئندہ امام نسائی کی وفات کے بیان میں تفصیلاً آرہا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ: مصر چھوڑ کر رملہ کا سفر آپ نے حاسدین کے حسد کی وجہ سے اختیار فرمایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ کسی شہر کا قاضی کسی حاسد کے حسد کی وجہ سے اتنا تنگ نہیں ہوجاتا کہ شہر ہی چھوڑ جائے۔

عقیدہ:

امام نسائی رحمہ اللہ کا فروعی مسائل میں مسلکاً شافعی ہونا گزر چکا ہے۔ اس لیے یہ بات طے ہے کہ آپ عقیدہ وعمل کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت سے مربوط تھے۔ ظاہر ہے کہ امام نسائی کو ماتریدی یا اشعری نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ معتزلہ اور خوارج وغیرہ کے مقابل اہل سنت والجماعت کے عقائد پر مستقل تصنیف وتالیف امام ابوالحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کے ہاتھوں ہوئی، اور پھر انہی کی طرف منسوب ہوکر اہل سنت والجماعت کو ماتریدی یا اشعری کہا جانے لگا۔ اور یہ دونوں حضرات وفات میں امام نسائی سے متاخر ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے پہلے عقائد پر کوئی تصنیف تھی ہی نہیں۔ اس سے بہت پہلے "الفِقهُ الأكبر"، "الوَصِيَّة"، اور "العَالِم والمُتعَلِّم" جیسی کتب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاتھوں تصنیف ہوکر امت کے پاس پہنچ چکی تھیں۔ اور یہ کتب بھی صرف ضبط وتدوین کے سلسلے کی ایک کڑی تھیں ورنہ عقائد تو پہلے سے چلے آتے تھے۔ اس زمانے میں اہل حق کا لقب بس اہل سنت والجماعت ہی تھا، اور امام نسائی رحمہ اللہ کا تعلق اسی ناجی گروہ سے تھا۔

"سنن النَّسائي" میں "كتاب الإيمان والشَّرائع" اور اس کی فصول پر سرسری سی نگاہ ڈال لینا بھی مذکورہ بالا دعوے کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔ مزید برآں بعض مؤرخین نے خلق قرآن کے مسئلہ میں ان کا ٹھیک وہی موقف نقل کیا ہے

جو اہل سنت والجماعت کے کئی ائمہ سے منقول ہے، چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے "سِیَر أعلام النُّبلاء" (۴: ۱۲۷) میں محمد بن اعین کا قول نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن مبارک سے عرض کیا:

"إنَّ فُلاناً يقولُ: "مَن زَعَم انَّ قولَه تعالىٰ: "إنَّني أنَا اللّٰهُ، لا إلَه إلّا أنَا فَاعْبُدْنِي" (طه ۱۴) مخلوقٌ: فهو كافِرٌ". فقال ابنُ المُبارِك: "صدق". قال النَّسائيُّ: "بهذا أقول".

"فلاں شخص کہتا ہے کہ: جس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول: "إنَّنِي أنَا اللّٰهُ، لا إلَه إلّا انا فَاعْبُدْنِي"، مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔ تو ابن مبارک نے کہا: "اس نے سچ کہا"۔ امام نسائی کہتے ہیں: "میرا بھی یہی مذہب ہے"۔

(اگرچہ اس میں تفصیل ہے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے، وہ زندیق ہو کر واجب القتل قرار پائے گا، یا کافر ہو کر، مرتد ہونے کی بنا پر واجب القتل ہوگا۔ "سِیَر أعلام النُّبلاء" میں علماءِ اہل سنت سے دونوں ہی قسم کے اقوال منقول ہیں۔ مراجعت کی جا سکتی ہے)۔

تالیفات:

تصنیف ایک ایسا وصف ہے کہ اگر اللہ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کر لے، تو اس کی وجہ سے ایک تو مصنّف کو متأخرین میں لسانِ صدق حاصل ہوتی ہے، دوسرے اس کے علوم و فیوضات سے رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لیے استفادہ کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

خاک میں مل جائے گا جب میری ہستی کا نشاں
تازہ ہوں گی یادگاریں میری اس تحریر سے

Marfat.com

امام نسائی رحمہ اللہ کثیر التصنیف محدّث تھے، اور کئی علمی یادگاریں آپ کے قلم سے امت کو ملی ہیں۔ ان کتب میں سب سے مشہور تو "المجتبیٰ" ہے، جسے عموماً "سنن النّسائي" کہا جاتا ہے، اور وہ صحاح ستہ کے مجموعے میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ بھی جتنی کتب ہیں ان میں سے اکثر کا مرکزی نقطہ سنت ہی ہے۔ چنانچہ ابنِ اَثیر نے "جامع الأصول" (۱: ۱۹۵) میں:

"ولَه كُتُبٌ كثيرةٌ فِي الحَديْثِ والعِلَل، وغير ذلك".

کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام نسائی کی تمام کتب کا یکجا تذکرہ کہیں نہیں مل سکا۔ کسی نے چند ایک کتب کا تذکرہ کیا ہے، اور کسی نے صرف ایک یا دو کتب کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے "سِيَر الأعلام" میں اگرچہ ان کا بہت مبسوط ترجمہ لکھا ہے، لیکن صرف بارہ کتب کا تذکرہ کیا ہے، اور "تَذكِرَةُ الحُفَّاظ" (۲: ۹۵) میں اپنے سماع کا تذکرہ کرتے ہوئے صرف "المجتبیٰ" کا تذکرہ کیا ہے۔ جب کہ ابن العماد حنبلی نے "شذراتُ الذَّهَب" میں صرف چھے، اور علامہ سیوطی نے "حسن المُحاضَرَة" میں صرف پانچ کتب کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے اولاً تو امام نسائی رحمہ اللہ کی کتب کی فہرست تیار کرنا ہی کافی دقّت طلب تھا، چہ جائیکہ ان کی تفصیلات اور مطبوعہ وغیر مطبوعہ کا پتہ بتانا۔ بہر حال، اپنی سی کوشش سپردِ قلم ہے۔

علاوہ ازیں امام نسائی کی تالیفات میں ایک نمایاں مقدار مسانید کی ہے۔ آپ نے کئی ایک مشایخ کی مسانید لکھی ہیں۔ کتبِ تراجم میں کہیں بھی ان مسانید کا یکجا تذکرہ نہیں مل سکا، لیکن متفرق طور پر مختلف کتب میں مختلف مقامات پر ان مسانید کا تذکرہ موجود ہے، چنانچہ حافظ ابن عماد حنبلی نے شذرات الذّهب (۱: ۲۴۰) میں اور علامہ سیوطی نے حسن المحاضره (۱: ۶۱۱) میں صرف مسندِ علی اور مسند مالک کا

Marfat.com

ذکر کیا ہے۔اور چند کتابیں ایسی ہیں جن کا تذکرہ معاجم وفہارس اوراثبات میں ہے۔

امام نسائی کی بعض کتب مطبوع ہیں، بعض تا ہنوز غیر مطبوع، مخطوطات کی صورت میں ہیں، جب کہ بعض مفقود ہیں بالکل دستیاب نہیں ۔مطبوعات کی کوئی خاص تفصیل ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، کیونکہ ان کتب کی نسبت اور مخطوطات وغیرہ پر محققین اپنے مقدمات میں سیر حاصل بحث کردیتے ہیں، لہٰذا مطابع کے ساتھ سنینِ طباعت کی نشان دہی بہت کافی ہوتی ہے۔جب کہ غیر مطبوعہ کتب کے مخطوطات کے بارے میں حتی المقدور کوشش کی جائے گی کہ ان کے وجود کی نشان دہی کی جائے۔ البتہ مفقودات کی نسبت میں چونکہ زیادہ احتیاط درکار ہوا کرتی ہے، اس لیے ان کے جس قدر شواہد مل سکیں گے، سبھی کو ذکر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔اس عمل سے اگرچہ مفقود کتب کی بحث کچھ طویل ہو جائے گی، لیکن امید ہے اہلِ فن بہت خوشی سے اس طوالت کو برداشت کرلیں گے۔

۱: "السُّنَنُ الکُبْریٰ" امام نسائی رحمہ اللہ کی کتابوں میں سب سے تفصیلی اور مطوّل کتاب یہی ہے۔ مؤسسة الرسالة، بیروت، سے ۱۴۲۱ھ میں شعیب الأرنؤوط کے اشراف میں، حسن عبد المنعم شلبي کی تحقیق سے چھپ چکی ہے۔اس کتاب میں فقهُ الحَدِيث اور خصوصاً رجال پر جرح وتعدیل کی اچھی خاصی قیمتی ابحاث پھیلی ہوئی ہیں۔

محدثین کے ہاں "سنن" ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو ابوابِ فقہ کی ترتیب کے موافق جمع کیا جائے۔امام نسائی نے اس نہج پر دو کتابیں لکھی ہیں، ایک تو یہی ہے، دوسری کتاب اسی کا انتخاب ہے، جس میں کچھ زیادات بھی ہیں، اور وہی "سنن النسائي" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کو محدثین کے ہاں قبول

Marfat.com

عام طور حاصل رہا ہے، چنانچہ اس کتاب کی باقاعدہ روایت کی جاتی رہی ہے۔ مزید برآں، اس کتاب میں امام نسائی کی کئی دوسری مکمل کتب (جیسے فضائل قرآن، خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کتاب الجمعۃ اور کتاب فضائل الصحابہ وغیرہ) بھی شامل ہیں۔ اوران میں سے بعض علیحدہ طبع بھی ہو چکی ہیں۔

۲: "السُّنَنُ الصُّغریٰ" : امام نسائی کی کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتاب: "سنن النّسائي" ہی ہے، اور صحاحِ ستّہ میں داخل ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ "السُّنَنُ الكُبری "کے انتخاب کا نام "المُجتبَی" ہے، اور اسی کو "سنن النَّسائي" یا "السُّنَنُ الصُّغری" کہتے ہیں۔ لیکن اس بات میں دو رائے ہیں کہ یہ انتخاب امام نسائی نے خود کیا ہے، یا ان کے شاگرد ابن السنی کا ہے۔

پہلی رائے کے قائل: حافظ ذہبی (ت ۷۴۸ھ) ہیں، اور انہوں نے اس رائے کا اظہار "سِیَر أعلامِ النُّبلاءِ" (۱۴ :۱۳۳) میں، ان الفاظ سے:

"والّذي وقع لنا من سُنَنِه، هو الكتابُ المُجتبَىٰ من اِنتِخابِ أبي بَكرِ ابن السّني، سَمِعتُه مُلَفَّقاً من جماعةٍ ..."،

صراحت سے کیا ہے۔ اور کئی دوسری جگہوں پر اس کا اعادہ بھی کیا ہے۔ اور انہی کی اتباع میں امام ابن ناصر الدین دمشقی (ت ۸۴۲ھ) نے اس موقف کو اپنایا ہے۔ چنانچہ ابن عماد حنبلی نے "شَذراتُ الذَّهَب" میں، "ابن السني" کے ترجمہ میں، ان کا یہ مقولہ:

"اختَصَر سُنَنَ النَّسائيِّ، وسمّاه المُجتبَىٰ"،

"کہ ابن سنی نے "سُنَنُ النَّسائي" کا اختصار کر کے اس کا نام "المُجْتَبیٰ" رکھا تھا" ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

اس کے بالمقابل دوسرا موقف یہ ہے کہ: "المُجْتَبیٰ" امام نسائی کی اپنی ہی تصنیف ہے، جسے امام نسائی نے خود ہی "السُّنَنُ الکُبریٰ" سے انتخاب کر کے تیار کیا ہے، جب کہ ابن سنی محض اس کے راوی ہیں۔ جمہور اسی کے قائل ہیں، اور مشہور ومعروف بات بھی یہی ہے۔

ابن خیر اشبیلی (ت ۵۷۵ ھ) نے اپنی سند سے ابوعلی غسانی کا قول نقل کیا ہے:

"كتاب الإيمان والصُّلح ليسا من المصنَّف، إنما هما من المجتبىٰ له بالباء، في السُّنن المسندة لأبي عبد الرَّحمٰن النَّسائي، اختصره من كتابه الكبير المصنَّف. وذلك : أنَّ أحدَ الأمراء ساله عن كتابه في السُّنَن: "أكلُّه صحيحٌ"؟ فقال: "لا" قال: "فاكتب لنا الصحيحَ مجرَّداً"، فصنع المجتبىٰ ...".

اس میں بڑی صفائی سے یہ بات منقول ہے کہ کسی امیر کی فرمائش پر یہ انتخاب امام نسائی نے خود کیا تھا۔ اور ابن خیر اشبیلی نے بعض ایسے ابواب اور کتب کی نشان دہی بھی کی ہے جو "السُّنَنُ الکُبریٰ" میں موجود نہیں ہیں، لیکن "المُجْتَبیٰ" میں موجود ہیں۔ ابن خیر اشبیلی کے بعد بالکل یہی بات ابن اثیر جزری (ت ۶۰۶ ھ) نے "جامعُ الأصُول" (۱:۱۹۷) میں نقل کی ہے۔

حافظ ذہبی نے ابن اثیر کا بیان نقل کرنے کے بعد، اس پر بایں الفاظ:

"قلتُ: هذا لم يَصِحَّ، بَل المُجتَبىٰ، اختِيارُ ابنِ السَّني".

جو نوٹ دیا ہے، بصد ادب واحترام، ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی یہ بات نقل واستنباط کے کسی بھی میزان پر پوری نہیں اترتی، اور نہ ہی انہوں نے اس پر کوئی نقلی

Marfat.com

دلیل ہی پیش کی ہے۔ اگرچہ حافظ ذہبی کی علمی ثقاہت اور وسعتِ معلومات مسلّم ہے، لیکن انسان آخر انسان ہی ہے، وہم ہو جانا کوئی مستبعد نہیں، اور اس سے ان اکابر محدثین کی شان میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔

مزید برآں ڈاکٹر فاروق حمادہ نے "الـمُـجْتَبـىٰ" کے دو بہت ہی قدیم نسخوں کا ذکر کیا ہے جنہیں انہوں نے خود دیکھا ہے، اور اُن پر (۵۳۰ھ) اور (۵۶۱ھ) کے درمیانی عرصے کی سماعات درج ہیں، جن میں بڑی صراحت سے یہ بات موجود ہے کہ "الـمُـجْتَبیٰ" امام نسائی کی اپنی تالیف ہے۔ چنانچہ ان نسخوں میں سے ایک کے شروع میں یہ عبارت موجود ہے:

"الجُزءُ الحادي والعشرون من السنن المأثورة عن رسول الله ﷺ، تأليف أبي عبد الرّحمٰن أحمد بن شعيب بن بحر النسائي، رواية:

أبي بكر أحمد بن إسحاق بن السني عنه.

رواية القاضي أبي نصر أحمد بن الحسن بن الكسار عنه.

رواية الشيخ أبي محمد عبد الرّحمٰن بن محمد الدُّوني عنه.

رواية أبي الحسن سعد الخير بن محمد بن سهل الأنصاري عنه.

رواية الشّيخ الإمام زين الدين أبي الحسن علي بن إبراهيم بن نجاد الحنبلي"

اس عبارت میں واضح طور پر یہ موجود ہے کہ "الـمُـجْتَبـىٰ" امام نسائی کی اپنی تصنیف ہے، جب کہ ابن سنی، اس کے محض راوی ہیں۔

دوسرا مخطوط وہ ہے جو مراکش، رباط میں "الـخِـزَانَةُ المَلَكِيَّة" میں اس

Marfat.com

نمبر (۵۶۳۷) پر موجود ہے۔مکمل کتاب دو جلدوں میں ہے، جن میں سے ایک کا اکثر حصہ دیمک کی نظر ہو چکا ہے، لیکن دوسری جلد کا اکثر حصہ قابل استفادہ حالت میں ہے، کتابت واضح اور مشرقی خط میں ہے۔کتاب کے شروع میں درج ذیل عبارت موجود ہے:

"قال الطبني:أخبرني أبو إسحاق الحبال:سأل سائل أبا عبد الرحمٰن ... بعضُ الأمراء عن كتابه السُّنَن:أصَحيحٌ كلُّه ؟ فقال:لا. قال:"فاكتب لنا الصحيح مجرّداً" فصنع المجتبىٰ (بالباء) من السنن الكبرىٰ ...".

طبني کے استاد ابو اسحاق حبال (۳۹۱ - ۴۸۲ ھ) مصر کے مشہور محدث ابراہیم بن سعید ابن عبداللہ تجیبی ہیں، ان کا تفصیلی تذکرہ توحسن المحاضرہ اور تذکرۃ الحفاظ میں دیکھ لیا جائے، یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ: وہ سماع اور اجازات میں انتہائی احتیاط اور بہت سختی برتتے تھے۔اصول، اور مخطوطات پر ہی سماعات لکھ لیا کرتے تھے۔کتابوں کی تجارت کیا کرتے تھے، اور ان کے پاس اجزاء اور اصول کی ایک بڑی تعداد ایسی جمع ہو گئی تھی جو کسی دوسرے کے پاس نہیں تھی۔

بہرحال، انہوں نے صراحتاً سنن نسائی کی تالیف کی وجہ وہی بتائی ہے، جس کا انکار حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ تحریر حافظ ذہبی کی تحریر سے مقدم ہونے کی وجہ سے یقیناً قابل ترجیح ہے۔

مزید برآں، ابنُ الأثیر جزري (ت ۶۰۶ھ) نے "جامع الأصول" (۱: ۲۰۳) میں "سنن النسائي" کی جو سند ذکر کی ہے، اس میں بھی صراحت ہے کہ یہ کتاب امام نسائی کی تالیف ہے اور ابن سنی اس کے محض راوی ہیں۔اور یہ بات حافظ ذہبی سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے کی ہے۔

علاوہ ازیں ابن سنی نے کئی جگہ خود بھی یہ کہا ہے کہ: انہوں (یعنی ابن سنی) نے مصر میں امام نسائی سے اس کتاب کا سماع کیا ہے۔ چنانچہ بعض مطبوعہ نسخوں کی کتاب الصَّید والذّبائح کے شروع میں، اس مضمون کی عبارت چھپ بھی چکی ہے۔ خزانۂ عامہ، رباط میں نمبر (۱۸۷۷ک) اور نمبر (۲۴۰۸ک)، پر ایک نسخہ موجود ہے، جس پر ابنِ سنی کے امام نسائی سے سماع کی تحریر ثبت ہے۔

ان سب شواہد کے علاوہ امام نسائی نے المُجْتَبیٰ کے انتخاب وترتیب میں صرف انتقاء پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس میں کئی ابواب کی زیادتی بھی کی ہے، چنانچہ "کتاب الإیمان والشّرائع" اور اس کے علاوہ مزید کئی ابواب ایسے ہیں جو "السُّنَنُ الکبری" میں موجود نہیں ہیں، لیکن "المُجْتَبیٰ" میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی زیادات کسی راوی کے قلم سے نہیں ہو سکتیں، یقیناً مصنف نے خود ہی یہ زیادات کی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب۔

یہ مشہور ومعروف کتاب ہندوپاک کے مدارس میں داخلِ نصاب ہے، بارہا چھپ چکی ہے۔ اور اس کے مطبوعہ نسخوں کے صرف تذکرہ کے لیے بھی پورا ایک رسالہ درکار ہوگا، لہٰذا، اس کی طبعات کا تذکرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۳: "الکُنیٰ": امام نسائی کی یہ کتاب مفقود ہے لیکن متقدمین ومتاخرین کی ایک کثیر تعداد نے اس کا تذکرہ بھی کیا ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے۔

حافظ ابن صلاح نے "المقدّمة في علوم الحديث" (ص:۱۹۸) میں "النّوع الموفي خمسين: (معرفة الأسماء والكنىٰ)" میں امام نسائی کی کتاب "الکُنیٰ" کا تذکرہ کیا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (۲: ۱۴۹) میں، شیخ الاسلام قاضی اسماعیل کے

Marfat.com

تذکرہ میں اس کتاب کا حوالہ:

"وروىٰ النسائيُّ في (كتاب الكُنىٰ)،

کہہ کر نقل کیا ہے۔ جب کہ "میزان الاعتدال" (۱: ۱۵ برقم ۲)

میں "ابان بن فيروز أبو إسماعيل البصري' کے بارے میں امام نسائی کی

رائے "كتاب الكُنىٰ" سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے:

قال النسائي في الكُنىٰ: "ليس بثقة".

حافظ ابن حجر نے "لِسانُ المِيزَان" (۱: ۶۵ رقم ۱۶۷) میں ابراہیم بن سلیمان کے بارے میں:

"ذكَرَهُ النسائيُّ في الكُنىٰ، وقال: "حديث منكر"،

کہا ہے۔ جب کہ حافظ صاحب نے اپنی اسی کتاب (۲: ۲۸ رقم ۱۰۲)

میں "بشر بن غالب" کے حالات میں "الكُنىٰ" سے ایک حدیث نقل کر کے کہا ہے:

"قال النسائي: "هذا حديثٌ باطِلٌ مُنكَرٌ".

علاوہ ازیں "لِسانُ المِيزَان" ہی میں "سالم بن عبد الأعلىٰ" (۳: ۵ رقم ۱۴) اور عبد الله بن عبد الملك بن كُرز (۳ :۳۱۱ رقم ۱۲۸۹) کے علاوہ بھی کئی رجال کے تذکرے میں اس کتاب سے امام نسائی کے اقوالِ جرح وتعدیل نقل کیے ہیں۔

حاشیہ : (مزید دیکھیے: عثمان بن خاش بصری، عبدالواحد بن میمون، لیث بن محمد موقری، مقدام بن داود رعینی، یوسف بن زیاد بصری، یوسف بن یونس اور ابو الولید بن بردانطاکی۔ ان سب کے بارے میں امام نسائی کی "كتابُ الكُنىٰ" سے اقوال نقل کیے گئے ہیں)۔

Marfat.com

مزید برآں حافظ زیلعی نے "نَصبُ الرَّاية" میں (متعدد جگہوں مثلاً باب التیمّم، بابُ صَلاةِ الوترِ، اوراس کے علاوہ تقریباً نو مقامات پر) اور حافظ ابنِ حجر نے بھی فتح الباری میں (مثال کے طور پر آخری صفحہ دیکھیں)، اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

"فتح المغيث" میں حافظ سخاوی (ت ۹۰۲ ھ) نے "عنعنة"، "معرفة الصَّحابة"، "معرفَةُ الإخوَةِ والأخَوات"، "المُؤتلَف والمُختلَف" اور "المُتَّفِق والمُفترِق" کی ابحاث میں کتاب "الكُنىٰ" سے آپ کی آراء نقل کی ہیں۔

محمد بن جعفر کتانی نے بھی "الرِّسالَةُ المستطرِفَه" (ص ۱۲۱) میں اسے "الكُنىٰ" کے نام سے ذکر کیا ہے۔

علامہ سخاوی "فتح المغيث" (۲۲۴/۳) میں "الأسماء والكنى" کے بیان میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تذکرہ کرنے کے بعد، امام نسائی کی کتاب کی انفرادیت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"وهي مُرتَّبَةٌ علىٰ الشَّائع للمَشارقة في الحُروف إلاَّ النَّسائي، فعلىٰ ترتيبٍ فيها كأنَّه ابتكَرَهُ: فبدَأَ بالألِف، ثُمَّ المُوَحَّدَةِ وأختيها، ثُمَّ الياءِ الأخِيرةِ، ثُمَّ النُّون، ثُمَّ السِّينِ وأختِها، ثُمَّ الرَّاءِ وأختِها، ثُمَّ الدَّالِ وأختِها، ثُمَّ الكافِ، ثُمَّ الطَّاءِ وأختِها، ثُمَّ الصَّادِ وأختِها، ثُمَّ الفاءِ وأختِها، ثُمَّ الواوِ، ثُمَّ الهاءِ، ثُمَّ الميمِ، ثُمَّ العَيْنِ وأختِها، ثُمَّ الحَاءِ وأختَيْها".

کہتے ہیں: "الكُنى" کے موضوع پر تصنیف شدہ جن کتب کا تذکرہ ہم نے کیا ہے، امام نسائی کی کتاب کے علاوہ، سبھی کتب مشارقہ کی مشہور و معروف ترتیب

حروف تہجی پر مرتب کی گئی ہیں۔ اور امام نسائی نے اس کتاب میں ایک بالکل ہی انوکھی اور نئی طرز اختیار کی ہے، چنانچہ انہوں نے ابتدا تو الف سے کی ہے، پھر ''ل'' پھر ''ب'' پھر ''ت'' پھر ''ث'' پھر ''ي'' پھر ''ن'' پھر ''س'' پھر ''ش'' پھر ''ر'' پھر ''ز'' پھر ''د'' پھر ''ذ'' پھر ''ک'' پھر ''ط'' پھر ''ظ'' پھر ''ص'' پھر ''ض'' پھر ''ف'' پھر ''ق'' پھر ''واو'' پھر ''ہ'' پھر ''م '' پھر ''ع'' پھر ''غ'' پھر ''ح'' پھر ''ج'' اور پھر آخر میں ''خ'' کے اسماء کو ذکر کیا ہے''۔

اس موضوع پر قلم اٹھانے والے دوسرے مصنفین میں سے کسی نے بھی امام نسائی کی اس ترتیب کو نہیں اپنایا۔ ظاہر ہے یہ ترتیب بالکل اوپری ہے، اور اس ترتیب کے مطابق مرتب شدہ کتاب سے اسماء کی تلاش خاصی محنت طلب اور مشکل ہے، شاید اسی وجہ سے امام نسائی کی اس کتاب کو قاضی ابو عبداللہ محمد بن احمد بن یحیٰی بن مفرج ابن فنتوري (ت ۳۸۰ ھجري) نے معروف ترتیب وتبویب کے مطابق ڈھال کر سہل الاستفادہ بنادیا تھا۔ (قاضی ابن مفرّج کو "ابن فنتوري "نسبی اعتبار سے نہیں، بلکہ قرطبہ کے قریب 'فنت اوریہ' نامی قصبے کی طرف نسبت کی وجہ سے کہا جاتا تھا)۔

امام نسائی کی کتاب "الكنى" کو بعض علماء نے "الأسماء والكنى" کے نام سے بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام نووی (ت ٦٧٦ھ) نے "التّقريب" ، اور علامہ سیوطی (ت ۹۱۱ ھ) نے 'تَدريبُ الرّاوي' کی "النّوع الخمسُون" میں صراحتاً تو نہیں، اشارتاً کتاب کا نام "الأسماء والكنىٰ" ذکر کیا ہے۔

ان اکابر محدثین کے علاوہ ابن خیر اشبیلی (۵۰۲-۵۷۵ھ) نے فہرست (ص ۲۱۴) میں، اور ہمارے ہندوستان کے علماء میں سے شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ نے (فارسی زبان میں لکھی گئی کتاب) ''بستان المحدّثین'' میں اس کتاب

کا نام "الأسماء وَالکنیٰ" ہی بتلایا ہے۔

یہ کتاب آج تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی، اور نہ ہی اس کے مخطوطات کا کہیں علم ہوسکا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ علامہ سخاوی (ت ۹۰۲ھ) کے زمانے تک یہ کتاب مفقود نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے جس طرز سے اس کتاب کے اسلوب پر بحث کی ہے، اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب ان کے سامنے موجود رہی ہے۔ ان کے بعد شیخ محمد بن سلیمان رودانی (ت ۱۰۹۴ھ) کی کتاب "اوائل الکتُبِ الحدیثیّة"، میں اس کتاب کی پہلی حدیث یوں منقول ہے:

كتاب الكنىٰ والأسامي للنّسائي: قال الحافظ الحجّة ابو عبد الرّحمن النّسائي في باب من يكنىٰ أبا عمران: أخبرنا.. عن عقبة بن عامر رضي الله عنه، قال: "اتبعت رسولَ الله ﷺ، وهو راكِبٌ، فقلتُ: أقرِئني سُورَةَ هود وسورةَ يُوسُف، فقال: "لَن تَقرَأ شَيئاً أبلَغَ عِندَ اللهِ مِن: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ احَدٌ)".

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے زمانے تک یہ کتاب موجود تھی۔ ان شواہد کی روشنی میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ کسی دن اس کتاب کا سراغ لگ جائے گا، اور مخطوط سے مطبوع ہوکر سامنے آجائے گی، لعلَّ اللهَ يُحدِثُ بعدَ ذلكَ امراً.

۴: "الضُّعفاء والمتروكين": بہت پہلے یہ کتاب دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، دکن سے امام بخاری کی "کتاب الضُّعَفاءِ الصَّغیر" اور امام مسلم رحمہ اللہ کی "المُنفرِدَاتُ وَالوُحْدَان" کے ساتھ ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی تھی۔ اس کے بعد ۱۳۲۵ھ میں دوبارہ امام بخاری کی 'التّاریخ الصّغیر' اور "الضُّعفاء الصَّغیر" کے ساتھ (۳۹) صفحات پر چھپی تھی۔

اس کتاب میں ۶۷۵ رجال کے حالات ہیں، جنہیں ناموں کے پہلے حرف

Marfat.com

کا اعتبار کرتے ہوئے حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے۔ اور اسلوب یہ اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے رجال کا نام، پھر ان کے والد کا نام، اور کبھی کبھار دادا کا نام ذکر کرنے کے بعد نسبت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی کے بارے میں "متروك الحديث "، کسی کے بارے میں " منكر الحديث'' اور کبھی " كذّاب '' وغیرہ کے لفظ سے جرح کا تذکرہ کرتے ہیں، اور آخر میں راوی کے شہر کی نسبت کا ذکر کرتے ہیں، جیسے یہ کہ وہ کوفی یا مدنی یا بصری ہے۔ عموماً ایک سطر سے زیادہ کسی کے بارے میں کلام نہیں کیا۔ اسماء کے تذکرے کے اختتام پر بعض کُنیٰ کا صرف ایک صفحہ میں ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کا تذکرہ علامہ ذہبی نے تاریخ اسلام میں، حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں، ابن الآبار نے معجم صدفی میں، ابن صلاح نے مقدمۃ فی علوم الحدیث میں، حافظ مغلطای بن قلیج حنفی نے "إكمال تهذيب الكمال"(۳ : ۱۹۳ میں اور دوسرے کئی علماء نے کیا ہے۔ عرب وعجم کے کئی کتب خانوں میں اس کتاب کے مخطوطات موجود ہیں، جن کا تذکرہ فواد سزکین نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "التُّراثُ العربي" (۱:۴۲۵) میں کیا ہے۔

۵: "التّمييز": یہ کتاب اب تک نہ تو چھپی ہے، اور نہ ہی اس کے کسی مخطوط کا اب تک علم ہو سکا ہے، البتہ اسماء رجال کی کتب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانے تک علماء کے ہاں یہ کتاب متداول رہی ہے۔

حافظ ابن حجر نے "لسان الميزان" (۱ :۱۲۱) میں ابراہیم بن ہراسہ شیبانی کے بارے میں: "وقال النّسائي في التّمييز :"ليس بثقة، ولا يُكتَبُ حديثُه"، اور "تهذيب التهذيب" (۱ :۱۲۰) میں ابراہیم جعفی کے

Marfat.com

حالات میں: "وقال النّسائي في التّميز: "ثقة" نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ دونوں کتابوں میں بیسیوں جگہوں پر اس کتاب سے حوالے نقل کیے ہیں مزید برآں ابن خلفون اندلسی (ت ٦٣٦ ھ) نے "أسماء شيوخ مَالِك بن انس" میں چوبیں مقامات پر امام نسائی کی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے، جس کی مکمل فہرست محقق رضا بوشامہ جزائری نے آخر میں (ص ۴۳۲) پر درج کردی ہے۔ اور موصوف ہی نے "المُعلِم بشُيوخِ البُخاري ومسلم" میں قبیصہ بن عقبہ بن عامر کے تذکرے (ص ٦٠٥) میں بھی "كتابُ التّميز" کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے "ميزان الاعتدال" (۲ : ۴۴) میں ربیعہ بن سیف مصری کے، اور حافظ عبدالرحیم عراقی (ت ٨٠٦ هجری) نے "ذيل ميزان الاعتدال" (ص٦٦) میں عمیرۃ بن ابی ناجیہ کے تذکرے میں "كتاب التّميز" سے اقوال نقل کیے ہیں۔

حافظ سخاوی نے "الإعلان بالتّوبيخ" (ص:۵۸۹) میں، اور حافظ سیوطی نے "تدريبُ الرّاوی" (۲ : ۳٦۴) میں "النّوع السّتّون: التّوارِيخُ والوَفَيات" میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے، البتہ کتاب کا نام: "أسماء الرُّواة، والتّميز بينهم" ذکر کیا ہے۔

اور بالکل یہی نام حافظ یوسف مزّی نے "تهذيب الكمال" کے مقدّمے میں (۱ :۵۱) نقل کیا ہے۔ ابنِ العدیم نے "بُغية الطَّلَب" (۳ :۱۵۳۱، اور ٦ :۲۸۲۷) میں إسحاق ابن نجيح اور حضين بن المنذر کے تراجم میں کتاب کا نام "التميز في أحوالِ الرِّجال" ذکر کیا ہے۔

حافظ یوسف مزّی کے بعد حافظ مغلطائی بن قلیج حنفی (ت ٧٦٢ھ) نے

Marfat.com

"إكمال تهذيب الكمال" (۲۹۳/۱۰رقم ۹۱۱) میں "أبو بشر جابر بن صبح الرّاسبي الكوفي" کا ذکر کرتے ہوئے:

"وفي كتاب التّميز للنّسائي، الذي هو بيد أصغر الطلبة ..."

کہا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام نسائی کی یہ کتاب مطوّل نہیں، مختصر سی تھی۔ اور غالبًا اس سے استفادہ کرنا بہت آسان تھا، اسی لیے علمِ حدیث کے ابتدائی طلبہ کے بھی زیرِ استعمال رہتی تھی۔ اور اسی کتاب میں (۳: ۱۹۳) "جَسْر بنُ حَسَن' کے تذکرہ کے ذیل میں جو تقابلی جائزہ پیش کیا ہے اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کتاب میں اسماء کو حروفِ تہجی پر مرتب کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

۶: "مُعجَم الشّيوخ": معجم اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کوئی محدّث اپنے شیوخ کے نام خود، یا اس کا شاگرد یا کوئی دوسرا شخص جمع کر دے۔ اس فن کی کتب میں عموماً حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق ناموں کو جمع کیا گیا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔ بعض مرتبہ کوئی محدث ایک علاقے کے شیوخ کو اکٹھا ذکر کرتا ہے، بعد میں دوسرے علاقے کے شیوخ کو ذکر کرتا ہے۔ اوّل الذّکر اسلوب مقبولِ عام ہے، جب کہ ثانی الذّکر شاذ و نادر ہے۔

حافظ ابن حجر نے "تهذيب التهذيب" (ص: ۹) میں احمد بن ابراہیم بن کثیر، اور اس کے علاوہ کئی دوسرے رجال کے حالات میں: "وقال النسائيّ في أسامي شُيوخه" کہہ کر اقوال نقل کیے ہیں۔ بہرحال! یہ کتاب "تسمِيَةُ مَشايِخ أبي عَبدِ الرّحمَن النّسَائي' کے نام سے، شریف حاتم بن عارف عونی کی تحقیق، اور بہت وقیع تقدیم کے ساتھ دار عالم الفوائد، سے ۱۴۲۳ھ میں چھپ چکی ہے۔ کتاب کے محقق نے کتاب کی نسبت، اور اس سے استفادہ کرنے والے محدثین

Marfat.com

کی نقول بہت محنت سے جمع کی ہیں، جو بہت قابلِ قدر ہیں۔

امام نسائی نے اس مختصری کتاب میں ۱۹۶ شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، جس میں اسلوب یہ ہے کہ پہلے نام ذکر کرتے ہیں، پھر قبیلے کی نسبت ذکر کرتے ہیں، اگر معلوم یا مشہور ہو۔ پھر شہر کی نسبت ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد ان کے بارے میں جرح وتعدیل کا کلمہ نقل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر صرف آخری شیخ کا تذکرہ ملاحظہ کیجیے، جو یوں کیا ہے:

۱۹۶ : "سعيد بن عبد الرحمن، مخزومي، مكّي: لا بأس به".

اس کے بعد "ذِكرُ مَن يُعرَفُ مِن القُضَاةِ بالحَدِيث" کا عنوان قائم کر کے مزید سات محدثین کا ذکر کیا ہے۔

کتاب کی تکمیل کے بعد محقق نے بعض ملحقات قائم کیے ہیں، جن میں ان شیوخ کے اسماء کی زیادتی کی ہے جن کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں تھا۔ چنانچہ المُلحَقُ الأوّل میں ان شیوخ کا ذکر کیا ہے جن کا تذکرہ "تَسمِيَةُ شُيُوخِ النّسائي" کی ابن بسام (۲۶۸ - ۳۵۴ ھ) والی روایت میں نہیں ہے، اور ان کا تذکرہ ابن عساکر نے "المُعجَمُ المُشتَمِل" میں، یا ضیاء مقدسی نے "الأوهام" میں کیا ہے۔ اس ملحق میں ذکر شدہ شیوخ کی تعداد دوسو اکاون (۲۵۱) ہے۔ نام ذکر کرنے میں محقق نے وہی روش اپنانے کی کامیاب کوشش کی ہے جو امام نسائی نے اختیار فرمائی تھی۔

جب کہ "المُلحَقُ الثّاني" میں محقق نے امام نسائی کے ان شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، جن کا ذکر ابن عساکر اور ضیاء مقدسی نے بھی نہیں کیا۔ گویا یہ ملحق محقق کی دقّتِ نظر کا منہ بولتا ثبوت ہے، اور مذکورہ بالا تینوں کتابوں پر استدراک کی حیثیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

اس ملحق میں بارہ شیوخ کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اسماء ذکر کرنے کا جو اسلوب ہے، اس کا اندازہ دیکھنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ایک راوی کا تذکرہ نقل کیا جاتا ہے:

۱: أحمد بن محمد بن سلامة الأزدي، أبو جعفر الطحاوي المصري. ذكر الطَّحاوي في (شرح مشكل الآثار: ۲۶۵/۱۳) أنَّ النَّسائيَّ كتَب عنه حديثاً.

یاد رہے: امام طحاوی حنفی، صاحب "شرح معاني الآثار": امام نسائی کے شاگرد بھی ہیں۔

اس کے بعد "المُلحَقُ الثَّالِث" میں ان شیوخ کا تذکرہ کیا ہے جو کسی وہم یا تصحیف کی بنا پر امام نسائی کے شیوخ میں شمار کر لیے گئے ہیں، ورنہ در حقیقت وہ شیوخ میں داخل نہیں ہیں۔ اس ملحق میں آٹھ شیوخ کا تذکرہ ہے۔ بہر حال کتاب کے شروع میں محقق نے بالکل درست کہا ہے کہ:

"وبلَغ عَدَدُ مَن عَرفناهُم مِن شُيوخِه: (۴۵۷) شيخاً".

یعنی: امام نسائی کے جن شیوخ کی معرفت ہمیں حاصل ہو سکی، ان کی تعداد (۴۵۷) تک جا پہنچی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۷: "كتابُ الطَّبقات": اس کتاب میں امام نسائی کے شیوخ کا زمانہ وار اور طبقہ وار ذکر ہے۔ محمد بن جعفر کتانی نے "الرّسالة المستطرفة" (ص: ۳۸) میں ذکر کیا ہے۔

محمود ابراہیم زاید کی تحقیق سے یہ کتاب: "دارُ الوعي، حلب، سوريا" سے ۱۳۶۹ھ میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ استاد الحاج صبحی سامرائی نے بھی حدیث کے کچھ رسائل کے ضمن میں اسے حلب سے، امام نسائی رحمہ اللہ کی "كتاب

Marfat.com

الضُّعفاء" کے ساتھ چھاپا تھا۔

"کتاب الضُّعفاء" اس سے پہلے دائرۃ المعارف العثمانیہ سے بھی چھپ چکی تھی۔

۸: تصنیف في (معرفة الإخوة والأخوات من العلماء والرُّواة)":

اس کتاب کا تذکرہ امام نووی نے "التَّقريب" میں، ابن صلاح نے "مقدِّمة في عُلوم الحديث (ص۲۷۹) میں، حافظ ابن حجر نے تهذيب التهذيب (۱: ۴۰۱) میں، اور اس کے علاوہ مزید کئی جگہ، حافظ سخاوی نے "فَتحُ المُغِيث" (۳: ۱۷۸) میں اور علامہ سیوطی نے "تدريب الرَّاوی" (۲: ۲۴۹) میں کیا ہے۔ اب تک کتاب کی کسی طباعت کا علم نہیں ہو سکا، اور نہ ہی کسی مخطوط کا پتہ چلا ہے۔

۹: "مسند حديث مالك بن أنس": اس کتاب کا تذکرہ حافظ ذہبی نے اپنی کتاب "تذكرة الحفاظ" (۱: ۲۴۳، ۳۱۴ – ۲/۷) میں معن بن عیسیٰ، اور "سِيَرُ أعلامِ النُّبلاء" (۸: ۶۰) میں، امام مالک اور علی بن معبد بن نوح (۱۰: ۶۳۴) کے تذکرے میں کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے "سِيَر أعلام" (۱۷: ۶۲۶) میں حسن بن رشیق کے شاگرد علی بن ربیعہ (جو حسن سے بہت کثرت سے روایت کرتے ہیں) کے تذکرے میں:

"أجاز لأبي عبد الله بن الحطاب...، الجُزءَ الثَّاني مِن مُسنَد مالكٍ للنَّسائي، رواية ابن رشيق عنه، والثَّالث منه"،

اور اسی کتاب میں ابن قُنَيْدَة (۲۲: ۳۱۴) کے تذکرے میں، جو:

"سمع الجزءَ الثَّالِث مِن (مُسنَدِ مَالِكٍ للنَّسائي) مِن القاضي عبدِ القَاهِر"

یہ عبارات نقل کی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کئی اجزاء میں تھی، اور کم از کم تین اجزاء ضرور تھے۔

Marfat.com

یہاں یہ بات قابلِ تنقیح ہے کہ ''جزء کسے کہتے ہیں''؟

مروّجہ زبان وکلام میں جزء سے مراد ایک جلد ہوا کرتی ہے۔ کسی کتاب کی مثلاً دس جلدیں ہوں تو اسے "عشرۃ أجزاء" کہہ دیا جاتا ہے لیکن یہ اصطلاح محدّثین کی نہیں ہے، چنانچہ مشہور مؤرّخ حافظ ابن عساکر (ت ۵۷۱ھ) کے حالاتِ زندگی میں حافظ ذہبی (۵۵۸/۲۰) نے:

"وتاريخه في ثمان مئة جُزءٍ. قلتُ – وقائله الذّهبيُّ –: الجزء: عشرون ورقة، فيكون ستّة عَشَرَ ألف ورَقَةٍ"،

کہہ کر محدثین کی اسی اصطلاح کی نشاندہی کی ہے کہ: ''جزء'' سے مراد بیس اوراق کا مجموعہ ہوا کرتا ہے۔ اور حافظ ابن عساکر کی جس تاریخ کا آٹھ سو اجزاء میں ہونا مذکور ہے، اس لحاظ سے اُس کا حجم سولہ ہزار، اوراق بنتا ہے (آٹھ سو جلدیں نہیں)۔ اس بات کی تنقیح اس لیے ضروری معلوم ہوئی کہ آج کل کئی کتب کے بارے میں زبان زدعام ہے: ''فلاں کتاب اتنے سو جلدوں میں تھی''۔ حالانکہ مراجعت سے معلوم ہوا کہ تذکرہ کرنے والے اجزاء کا ذکر کرتے ہیں، مجلدات کا نہیں، اور محدّثین کی اصطلاح کے مطابق اس کا مطلب بیس اوراق کے اتنے مجموعے ہوا کرتا ہے۔ ورنہ جہاں جلدیں ذکر کرنا مقصود ہو، وہ لفظ "مُجَلّد" یا "مُجَلّدات" کا صراحتاً ذکر کرتے ہیں، مثال کے لیے "سِيَر أعلامِ النُّبلاء'' ہی میں صاغانی لغوی کے حالات (۲۳ : ۲۸۴) دیکھیے۔

بہر حال! اس کتاب کے امام نسائیؒ سے راوی، حمزہ بن محمد کنانی، حسن بن رشیق اور حسن بن خضر ہیں، اور ابن خیر نے اپنی فہرست (صفحہ ۱۴۵) میں اسے کئی طرق سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے "تهـذيـب التّهـذيب" (۶:۱) کی ابتدا، اور اس کے علاوہ بیسیوں مقامات پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ھے، حافظ سیوطی نے "حُسْنُ المُحَاضَرَة" (۱۶۱:۱) میں اسے آپ کی تصنیفات میں شمار کیا ہے، جب کہ حافظ مزّی نے تہذیب الکمال (۲٤۸:۱) میں اس کتاب کو: "مُسْنَدُ مَالِك بنِ أنَسٍ"، کی بجائے "حَدِيثُ مَالِكٍ" کے نام سے ذکر کیا ہے۔

مزید برآں، کتب رجال میں مختلف محدثین جیسے ابن عساکر، مزّی، ذہبی، حافظ ابن حجر اور خزرجی وغیرہ نے اس کتاب کے رجال کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کتاب کے بیان کے لیے "کن" کا رمز مقرر کیا ہے۔ ابھی تک مطبوع یا کسی مخطوط کا علم نہیں ہو سکا۔

۱۰: "مُسْنَدُ حَدِيثِ الزُّهري، بِعِلَلِه، والكلامُ عَلَيه": یہ کتاب بھی مفقودات میں سے ہے، البتہ ابن خیر نے فہرست میں (صفحہ ۱۴۵) اس کا ذکر کیا ہے، اور وہ اس کتاب کو مصنّف سے محمد بن قاسم قرطبی کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔

۱۱: "مُسنَد حديث شُعبة بن الحجّاج بن الوَرْد": یہ کتاب بھی مفقود ہے۔ اس کا ذکر بھی ابن خیر نے فہرست میں کیا ہے۔ اور وہ اس کتاب کو مصنّف سے، سعید بن جابر کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔

۱۲: "مُسْنَدُ حَديثِ سُفيان بن سَعيدِ الثّوريّ": یہ بھی ہنوز غیر مطبوع اور مفقود ہی ہے۔ اسے بھی ابن خیر نے فہرست میں (صفحہ ۱۴۶) ذکر کیا ہے، اور مصنّف سے، سعید بن جابر کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔

۱۳: "كتاب الإغراب": یہ کتاب مؤخر الذکر دو محدثین کی مسند ہے۔ گویا اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ کتاب "مُسْنَدُ حديث شُعبَة وسُفيَان الثّوري" کہلانے کی حق دار ہے، لیکن اس کی امتیازی نہج یہ ہے کہ اس میں ان احادیث اور

Marfat.com

رجال کو ذکر نہیں کیا گیا، جنہیں ان دونوں محدثین نے روایت کیا ہے، بلکہ:

"مُسنَدُ مَا رَواه شُعبَةُ وَلَم يَروِه سُفيَان، او رَواه سُفيَان وَلَم يَروِهُ شُعبَةُ مِن الحَدِيثِ والرِّجَال"

اس کا بہترین تعارف ہے۔ ہمارے اس خیال کہ: اپنی اصل کے اعتبار سے یہ کتاب "مسند" ہے، کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن خیر اشبیلی، اپنی فہرست میں (صفحہ ۱۴۶) اس کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

۱۹۷: مُسنَد حديث شعبة وسفيان الثّوري، ممّا رواه شعبةُ ولم يَروِهُ سُفيَان، أو رَوَاهُ سُفيان ولَم يَروِهُ شُعبَة من الحديث أو الرّجَال. وهو كتاب الإغراب مِن تأليف النَّسائيّ أيضاً".

مصنّف سے اس کتاب کو روایت کرنے والے سعید بن جابر اور ابن حَیُّویہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے "المُعجَمُ المُفَهرَس" (ص ۲۲۸) میں اسے "كتاب الإغراب للنَّسائي" کہا ہے۔ حاجی خلیفہ نے "كَشفُ الظُّنُون" (۱: ۸۱) میں، جب کہ اسماعیل پاشا نے "هدية العارفين" (۱: ۵۶) میں اس کا نام "إغراب شُعبَة على سُفيان، وسُفيان علىٰ شُعبَةَ في الحديث" ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر فاروق حمادہ نے "عَمَلُ اليَومِ وَاللَّيلَة" کے مقدمہ میں (صفحہ ۳۴) کہا ہے:

اس کتاب کے بعض اجزاء مجھے، اسپین میں مکتبہ دیر اسکوریال میں ملے تھے۔ وہ حصہ اس کتاب کا چوتھا جزء تھا، اور اس پر یہ لکھا ہوا تھا:

"الجزءُ الرّابعُ من (حديث شعبة بن الحجاج، وسفيان بن سعيد الثّوري، مما أغرب به بعضهم علىٰ بعضٍ) تصنيف أبي عبد

Marfat.com

الرَّحـمـن احمد ابن شعيب النَّسائي، رواية أبي الحسن محمَّد بن عبد اللّٰه بن زكريَّا بن حيّويه النِّيسابوري عنه ...).

مزید کہتے ہیں: ''اس نسخے پر ۷۰۹ھ میں سماع کی تاریخ درج ہے، اور یہی تاریخ اس نسخے کی کتابت کی بھی ہے۔ یہ جزء سترہ اوراق پر مشتمل ہے۔ جس کی بنا پر یہ اندازہ بالکل درست ہے کہ کتاب کافی بڑی رہی ہوگی۔

یہ جزء (یعنی چوتھا جز) اس حدیث سے شروع ہوتا ہے:

(انبا عتبة بن عبد اللّٰه بن عتبة، أنبا عبد اللّٰه بن المبارك، ثنا سفيان عن جعفر، عن أبيه عن جابر قال: "كان رسول اللّٰه ﷺ يقول في خطبته: " نحمد اللّٰه ونثني عليه بما هو أهله". ثم يقول: "مَن يَهدِي اللّٰهُ، فلا مُضِلَّ له ومَن يُضلِل فَلا هادِيَ لَه. إنَّ أصدَقَ الحَديثِ كتابُ اللّٰه وأحسَنَ الهَديِ هَديُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وشَرُّ الأمور مُحدَثاتُها، وكلُّ مُحدَثَةٍ بدعَةٌ، وكلُّ بدعَةٍ ضلالَةٌ، وكلُّ ضَلالَةٍ في النَّار". ثمَّ يقول: "بُعِثتُ أنا والسَّاعَةُ كهاتَينِ". وكان إذا ذكَرَ السَّاعةَ احمَرَّت وَجْنَتاهُ وعَلا صوتُه، واشتَدَّ غضَبُه، كأنَّه نَذيرُ جَيشٍ: صُبحَكُم ومَساكُم، ثمَّ يقول: "مَن ترَكَ مالاً فلأهْلِه، ومَن ترَكَ دَيناً أو ضياعاً فإلَيَّ، وأنا أولىٰ بالمُؤمنينَ".

کتاب کے جس نامکمل مخطوط کی نشان وہی ڈاکٹر فاروق حمادہ نے کی ہے، وہ دار المــآثـر مدینہ منورہ سے، ابوعبدالرحمٰن محمد الثانی بن عمر موسیٰ کی تحقیق سے ۱۴۲۱ھ میں چھپ چکا ہے۔

۱۴: ''مُسنَدُ حَديثِ ابنِ جُرَيج'': یہ کتاب بھی مفقود ہے، اور اس کا ذکر ابن خیر نے اپنی فہرست میں (صفحہ ۱۴۶) کیا ہے۔ اس کتاب کو امام نسائیؒ سے

ان کے دو شاگردوں، سعید بن جابر اور ابو عبداللہ جیزی نے روایت کیا ہے۔

۱۵: "مُسنَدُ حدیث یَحییٰ بنِ سَعیدِ القَطّان": یہ کتاب بھی تا ہنوز غیر مطبوع اور مفقود ہے۔ ابن خیر نے فہرست میں (صفحہ ۱۴۸) اس کا ذکر کیا ہے۔ امام نسائی سے اسے ان کے شاگرد حمزہ بن محمد کنانی نے روایت کیا ہے۔ کتاب آٹھ اجزاء میں تھی۔

۱۶: "مُسنَد حَدیث فُضَیل بن عیّاض، و داوُدَ الطّائیؒ، و مُفَضّل بنِ مُهَلهَلِ الضّبّیؒ": یہ کتاب بھی باقی مسندات کی طرح مفقود ہی ہے، اور تا حال ہمیں کسی مخطوط کا علم بھی نہیں ہو سکا۔ اس کا تذکرہ ابن خیر نے فہرست میں (صفحہ ۱۴۸) کیا ہے۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ: حافظ سخاوی نے "فتحُ المُغیث" میں اس کا تذکرہ کیا ہے، لیکن بسیار تلاش کے باوجود ہمیں اس کا علم نہیں ہو سکا۔

امام نسائی سے اس کتاب کو روایت کرنے والے ان کے دو شاگرد حمزہ بن محمد کنانی، اور ابو الحسن بن حیویہ ہیں۔ اور یہ کتاب تین محدثین کی مسند ہے۔

پہلے فضیل، بن عیاض (ت ۱۸۷ھ) ہیں، جو امام شافعی کے استاد تھے۔ اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی احادیث ابن ماجہ کے سوا تمام اصحابِ صحاح ستہ کے ہاں موجود ہیں۔

دوسرے ابو سلیمان داؤد طائی (ت ۱۶۰ھ) ہیں۔ صحاح ستہ میں سے صرف امام نسائی کے ہاں ان کی احادیث پائی جاتی ہیں۔

تیسرے مفضّل بن مہلہل ضبّی سعدی (ت ۱۶۷ھ) ہیں۔ ان کی احادیث امام مسلم، امام نسائی اور امام ابن ماجہ کی کتب میں موجود ہیں۔

۱۷: "الجرح والتّعدیل": یہ کتاب بھی مفقود ہے، البتہ کتب اسماءِ رجال

Marfat.com

میں اس کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ چنانچہ ذہبی نے "میزان الاعتدال" کے مقدمے کی بالکل ابتدا میں، اور حافظ ابن حجر نے "لسان المیزان" (۱: ۵) کے مقدمہ میں جرح وتعدیل پر لکھی گئی کتب کے مصنفین کی فہرست میں امام نسائی کا نام ذکر کیا ہے۔

مزید برآں، حافظ ابن حجر نے "تَهذِيبُ التَّهذِيب" (۱: ۸۴) میں ابان ابن عبداللہ کے بارے میں امام نسائی کی رائے نقل کرتے ہوئے:

"وقال النّسائيّ في الجَرح والتّعديل: ليس بالقويّ"،

کہا ہے۔ اس کے علاوہ اصرم بن غیاث کے ترجمہ (۱: ۴۶۲) میں، اور اس کے سوا دونوں کتابوں میں بیسیوں جگہوں پر اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

۱۸: "مسند علي بن أبي طالب": تاحال اس کتاب کے کسی مطبوع، یا مخطوط کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا، گویا یہ بھی مفقودات ہی میں سے ہے، البتہ تراجم رجال کی کتب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں خضر بن قواس (۲: ۴۴۳)، خفیف بن سالم (۵: ۱۰۵) اور ان کے علاوہ دیگر رجال کے تراجم میں، تقریباً پانچ جگہوں پر مسند علی کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ حافظ مزّی نے "تهذيب الكمال" میں، اور حافظ ابن حجر نے "تقريب التهذيب" اور "تهذيب التهذيب" میں "مسند علي" کے رُوات کے تذکرہ لیے باقاعدہ "عس" کا رمز مقرر کیا ہے۔ جب کہ حافظ ذہبی نے تاریخ اِسلام میں اسے "كِتَابٌ حَافِلٌ" کہا ہے، اور حافظ صفی الدین خزرجی نے "خلاصة تذهيب تهذيب الكمال" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

علاوہ ازیں حافظ یوسف زیلعی نے "نصبُ الرّاية لأحاديث الهداية" (۳: ۱۱۰) میں "كتاب الحجّ، بابُ القِرَان" میں:

Marfat.com

"أحاديث الباب: أخرج النسائيّ في سُنَنِه الكبرىٰ، في مُسنَدِ عَلِيٍّ، عن حمّاد بن عبد الرّحمٰن الأنصاري، ... "

کہا ہے، جس سے اس کتاب کے بارے میں ان کی یہ رائے سامنے آتی ہے کہ مسند علی، امام نسائی کی "السُّنَنُ الكُبرى" ہی کا ایک حصہ ہے۔ لیکن حافظ زیلعی نے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ سنن کبریٰ میں موجود نہیں ہیں۔ غالبًا یہ ان کا وہم ہے، اور صحیح یہی ہے کہ یہ مستقل ایک کتاب ہے. واللہ اعلم بالصّواب۔

۱۹: "تفسیر القرآن الكريم" :اس کتاب کا ذکر ابن خیر نے اپنی فہرست کے (صفحہ: ۵۸) میں کیا ہے۔ اس کتاب کو امام نسائی سے حمزہ بن محمد کنانی روایت کرتے ہیں۔

حافظ ذہبی نے "سِيَر أعلام النُّبلاء" (۱۴: ۱۲۵) میں:

"ولَهُ كتابُ التّفسِير، في مُجَلَّدٍ"

کہا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تفسیر ایک جلد ہی میں ہے۔ بدر الدین زرکشی (ت۷۹۴ھ) نے "البُرهان في عُلوم القُرآن" (۱:۲۹۹) النَّوعُ الثّاني عَشَر: في كَيفِيَّةِ إنزَالِه " میں امام نسائی کی تفسیر سے ایک حدیث نقل کی ہے، اور حافظ سیوطی نے "حسن المحاضرة " میں اسے امام نسائی رحمہ اللہ کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔ جب کہ حافظ ابن حجر نے "فتح الباري" (۴۳۹۶) كتاب الجهاد باب يعكفون على أصنام لهم' ' میں (علاوہ ازیں ۱۱: ۴۷۹، ۱۲: ۳۸۲، ۱۳: ۳۳۱، اور هديُ السّاري ۱: ۵۴ دیکھیں)، اور حافظ زیلعی نے "نَصبُ الرّايَة" (۲: ۳۰) كتاب الصّلاة، باب الإمامة، اور (۴: ۴۰۲) كتابُ الوصايا' ' میں اس تفسیر کے اقتباسات نقل کیے ہیں۔

Marfat.com

فؤاد سزکین نے تاریخ التراث العربی (صفحہ ۴۲۶) میں بتایا ہے کہ اس کتاب کا ایک مخطوط مکتبۃ جامعہ استنبول میں ۳۲۵۷ نمبر پر موجود ہے، جو (۱۲۰) اوراق پر مشتمل ہے۔ اور اسی کا ایک دوسرا مخطوط تیمور میں (تفسیر ۲۲۱) کے تحت موجود ہے۔

امام نسائی کی یہ تفسیر مکتبۃُ الرُّشْد، مؤسَّسۃُ الکتُب الثَّقافِیَّۃ سے صبری ابن عبدالرحمٰن الشافعی اور سید بن عباس جلیمی کی تحقیق سے (۱۴۱۰ھ- ۱۹۹۰ء) میں، دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۲۰: "الجمعۃ": حافظ ابن حجر نے "المعجم المفھرس" (۱:۳۵) میں اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے:

"ومنها كتاب الجمعة:...، وهذا الجُزءَ ان مِن هذا الكتاب مِن أعلىٰ ما وَقَع لنا عن النَّسائيِّ، بالسَّمَاع المُتَّصِل"،

کہہ کر بتایا ہے کہ اس کتاب کے بعض اجزاء میں امام نسائی تک ان کے سماع کی سند سب سے عالی ہے۔ حاجی خلیفہ نے "کَشفُ الظُّنُون" (۲: ۱۴۰۹) میں، اور اسماعیل پاشا نے "ھدیة العارفین" (۱:۴۱) میں اس کتاب کی نسبت امام نسائی کی طرف کی ہے۔

فؤاد سزکین نے "تاریخ التراث العربی" (ص: ۴۲۶) میں مکتبہ کوپریلی، کتب خانہ ظاہریہ اور مکتبہ طلعت پاشا وغیرہ میں اس کتاب کے کئی مخطوطات کی موجودگی کی نشان دہی کی ہے۔ ڈاکٹر فاروق حمادہ نے "عَمَلُ الیومِ وَاللَّیْلَة" کے مقدمے (ص: ۳۶) میں کہا ہے:

"کتاب الجمعہ کی ایک منفرد روایت محمد بن محمد بن حسن بن علی تمیمی دارمی نے

اپنے ثبت میں نقل کی ہے، اوران کا یہ ثبت سپین میں "مکتبہ دیرا سکوریال" میں ایک مجموعے کے ضمن میں موجود ہے، جس کا نمبر (۱۷۵۸) ہے۔ ہوسکتا ہے یہ وہی کتاب ہو جو "السُّنَنُ الکبریٰ" میں موجود ہے، لیکن اس وقت تک یہ بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا جب تک اس نسخے اور "السُّنَنُ الکبریٰ" کا مقابلہ نہ کرلوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس عمل کو میرے لیے آسان فرمادے گا۔

مزید برآں مجھے ابنِ غازی محمد بن علی بن غازی عثمانی مکناسی (ت ۹۱۹ ھ) کی فہرست میں اس بارے میں صریح عبارت بھی ملی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس ثبت میں جس کا نام "التَّعَلُّل برُسومِ الإسناد، بعدَ اِنتِقالِ أهْلِ المَنْزِلِ والنَّاد" (ص: ۱۸۵) ہے، کہا ہے:

جس "السنن" (یعنی السُّنَنُ الکُبریٰ) کا ذکر گزرا ہے، اسی کا ایک حصہ "کتابُ الجُمُعَة" ہے۔ میں نے اسے علیحدہ قطعہ اس لیے بنادیا ہے کہ اس کے سماع میں، ابن حَیُّویہ کے طریق سے مجھے عالی سند حاصل ہے۔ اس کے لیے مذکورہ فہرست کا صفحہ ۵۴ دیکھ لیا جائے، وہاں اس کی سند مذکور ہے۔ ابن غازی کا قول ہمارے اس دعوے کی تائید کرتا ہے کہ: امام نسائی نے اپنے بڑے مجموعے، یعنی "السُّنَنُ الکُبریٰ" میں اپنی ان کتابوں کو بھی جمع کردیا ہے، جو مستقل طور پر تصنیف کی تھیں۔

یہ مختصر سی کتاب طبع بھی ہوئی تھی۔

۲۱: "خصائص أمير المؤمنين عليّ بنِ أبي طالِب رضي الله عنه" :

اس وقت یہی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امام نسائی کی یہ کتاب "السُّنَنُ الکُبریٰ" سے علیحدہ مستقل تصنیف ہے، اگرچہ اب اس میں بھی شامل ہے۔

تقابلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں کتابوں میں کچھ احادیث اوران کی

ترتیب میں تقدیم وتاخیر ہے۔ متقدمین ومتاخرین کی ایک بڑی جماعت نے اس کتاب کو آپ کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ابن خیر اشبیلی نے فہرست (صفحہ ۲۰۹) میں، حافظ ذہبی نے "سِیَرُ أعلامِ النُّبلاء" (۱۴: ۱۳۳) میں، علامہ سبکی نے "طبقاتُ الشّافِعِیّة" (۳: ۱۷۰) میں، حافظ سیوطی نے "حسن المُحاضَرة" (۱: ۱۱۶) میں، اسماعیل پاشا نے "هدیة العارفین" (۱: ۵۶) میں اور کتانی نے "الرِّسالةُ المُستَطرِفه (صفحه ۵۹) میں اسے آپ کی تصنیف قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی نے "سِیَرُ أعلامِ النُّبلاء" (۱۴: ۱۳۳) میں اسے "السُّنَنُ الکبریٰ" کا ایک حصہ قرار دیتے ہوئے:

"وَأمّا کتابُ: خَصَائِص عَلِيٍّ، فهُو دَاخِلٌ فِي سُنَنِهِ الکَبِیْرِ"

کہا ہے۔ لیکن تقابل کے بعد بعض احادیث میں تقدیم وتاخیر اور تغییر وتبدیل کا وقوع سامنے آیا ہے۔

فؤاد سزکین نے "تاریخُ التُّراثِ العَرَبِي" (ص: ۴۲۵) میں بتایا ہے کہ اس کے مخطوطات کئی جگہوں پر موجود ہیں، اور (۱۳۰۸ ھ) میں قاہرہ سے طبع ہوئی تھی۔

ہندوستان میں اس سے پہلے (۱۸۹۲ھ) میں کتاب کا، مولوی ابوالحسن محمد سیالکوٹی کے قلم سے اردو ترجمہ شائع ہوا تھا۔ اردو کے علاوہ، ابوالقاسم رضوی قمی کے قلم سے کتاب کا فارسی ترجمہ بھی (۱۸۹۸ ھ) میں لاہور سے چھپا تھا۔

۱۲: "مناسِكُ الحج": امام نسائی کے شافعی المذہب ہونے کی بحث میں بھی یہ بات گزر چکی ہے کہ ابن اثیر نے اپنی کتاب "جامعُ الأصول" کے مقدمہ (۱: ۱۱۶) میں:

"وکان شافعيَّ المَذهَب، له مناسك، ألّفها علیٰ مَذهَبِ الشّافعيّ".

Marfat.com

کہاہے،اور حافظ ذہبی نے "سِيَرُ أعلامِ النّبلاء" (۱۴:۱۳۰) میں،ابن اثیر جزری کے کلام کو کسی نقد یا اختلاف کے بغیر، مِـن وعَـن نقل کیا ہے۔اس کے علاوہ صاحب "هـديّةُ العـارِفين" (۱:۵۶) نے بھی اس کتاب کی نسبت امام نسائی کی طرف کی ہے۔

ابھی تک اس کتاب کے کسی مخطوط، یا مطبوع نسخے کا علم نہیں ہوسکا۔

۲۳: "فـضـائِـلُ القُرآنِ الكَرِيْمِ": امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ کتاب مستقل تصنیف کی تھی، مگر اب "السُّنَنُ الكُبرىٰ" میں داخل ہے۔

بدرُ الدّین زرکشی (ت ۷۹۴ ھ) نے "البُرهَان فِي عُلومِ القُرآن" (۱:۴۳۲) میں "النَّوعُ السَّادِس والعِشرُون: مَعرِفَةُ فَضَائِله" میں:

"وقـد صـنَّف فيه أبُو بَكر بنُ أبِي شَيبَة، وابو عُبَيدِ القَاسِم بنُ سَلَّام، والنَّسائيُّ"،

کہہ کر اس موضوع پر تصنیف شدہ کتب میں امام نسائی کی کتاب کا بھی تذکرہ کیا ہے، اور حافظ سیوطی نے "الإتـقان فِي عُلومِ القُرآن" (۲:۴۰۴) کی "النَّوعُ الثّاني و السَّبعُون في فَضائِلِ القُرآن" میں: "أفرَدَهُ بالتَّصنِيفِ النَّسائيُّ" کہاہے۔

یہ کتاب فاروق حمادہ کی تحقیق سے "دَارُ الثَّقَافَة، مَغرِب" (مراکش) سے چھپ چکی ہے۔

۲۴: تَسمِيَةُ فُقَهاءِ الأمصَار مِن أصحابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ومَن بَعدَهُ مِن أهلِ المَدِينَة": فؤاد سزکین نے "تـاريخُ التُّـراثِ الـعَرَبِي" (صـفـحـه۴۲۶) میں اس کتاب کے سرائے احمد ثالث میں موجود مخطوطات پر اعتماد کرتے ہوئے (۶۲۴/۴) تذکرہ کیاہے۔

یہ چھوٹا سا رسالہ تقریباً چار صفحات کا ہے،اور حلب،سوریا سے،امام نسائی کی

Marfat.com

ایک دوسری کتاب "الضُّعَفَاء وَالمَترُوكِين" کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

۲۵: "تَسمِيَةُ مَن لَم يَرْوِ عَنهُ غَيرُ رجُلٍ واحِدٍ": یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، جو مذکورہ بالا کتاب "الضُّعَفَاء وَالمَترُوكِين" کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

فؤادسزکین نے لالہ لی (۴/۲۰۸۹)، اور سرائے احمد ثالث (۲/۶۲۴) میں موجود مخطوطات پر اعتماد کرتے ہوئے اس رسالے کا تذکرہ کیا ہے۔ ثانی الذکر میں مخطوط کا آٹھویں صدی ہجری کا ہونا اور چودہ اوراق میں ہونا بھی مذکور ہے، جب کہ مطبوعہ رسالہ صرف دو صفحات میں ہے۔ یہ فرق کیوں اور کس وجہ سے ہے؟ اس کا کوئی واضح جواب نہیں مل سکا۔

۲۶: "جزء من حديث عن النَّبِيِّ ﷺ: اندازہ ہے کہ یہ بھی کوئی چھوٹا سا رسالہ ہی ہوگا، اور ہوسکتا ہے کہ کسی بڑی تصنیف کا جز ہو، یا جیسے "تَسمِيَةُ الشُّيُوخ" کے آخر میں بعض مدلسین کی فہرست مذکور ہے، ایسے ہی کوئی ملحق ہو۔

فؤادسزکین نے مکتبہ ظاہریہ دمشق میں مجموعہ نمبر ۱۰۷ (۳۱۰ - ۳۲۱) کے تحت موجود اس کتاب کے مخطوط پر اعتماد کرتے ہوئے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۷: "إملاآتهُ الحَدِيثِيَّة": قدماء محدثین کی عادت تھی کہ: وہ عموماً حدیث یا اس کے متعلقات بیان کرنے کے لیے املائی مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ پھر طلبہ کے سامنے زبانی طور پر، یا کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیا کرتے تھے، اور طلبہ لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ ایسی ہی دو مجلسوں کا مجموعہ ہے جنہیں ابیض فہری نے روایت کیا ہے۔ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں حدیث کے عنوان کے تحت (۱۶۳) نمبر پر ایسی دو املائی مجلسیں موجود ہیں۔ شریف حاتم بن عارف عونی نے اس کتاب کو امام نسائی کی مطبوعات میں شمار کیا ہے۔

۲۸: "مُسنَد مَنصُور بنُ زَاذَان الواسطيّ": یہ ابو مغیرہ منصور بن زاذان واسطی ثقفی (ت ۱۲۹ھ) کی مسند ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے، ان کی احادیث کی تخریج کی ہے۔

قاضی عیاض نے "مشَــــارِقُ الأنــوَار" (۲ : ۲۷۲) میں، اور حافظ سیوطی نے "تَدريبُ الرّاوِي" (۲ : ۳۶۴) میں امام نسائی کی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۹: "عـمَـلُ اليـومِ وَالـلّيلَة": یہ کتاب امام نسائی کی مستقل تصنیف ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ کتاب "السُّنَنُ الکبریٰ" کا ایک حصہ ہے، جو علیحدہ کر دیا گیا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی نے "سِيَرُ أعلامِ النُّبلاء" (۱۴: ۱۳۳) میں:

"وكـذلِكَ كـتـابُ: عَـمَـلِ يَـومٍ ولَيـلَةٍ، وهـو مُجَلّدٌ، هو مِن جُملَةِ السُّنَنِ الكبير في بَعضِ النُّسَخ".

کہا ہے، لیکن اس صراحت کے ساتھ کہ یہ الحاق بعض نسخوں میں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بعض نسخے اس سے خالی ہیں۔ بہرحال ہمیں حافظ ذہبی کی رائے سے اتفاق نہیں ہے، جس کا بیان آ رہا ہے۔

ابن ابّار (ت ۶۵۸ھ) کی "مُعجَمُ أصحابِ الصّدَفيّ" (ص: ۳۲۸) میں اس کتاب کی تالیف کا سبب بایں الفاظ:

"قال ابنُ الدَّبّاغ: حدّثنا القاضي وقيل له: رأيتُ علىٰ كتابٍ لعبد الرّحمن ابن محمّد بن عمر البزاز – هو ابن النّحّاس –: سمعتُ حمزة بنَ محمّد الكنانيّ يقول: سمعتُ مَن أثِقُ به مِن أصحابنا، يقولُ:

"يا ابا عَبدِ الرّحمنِ! كنتُ اُحِبُّ ان يُجمَع لي دعاءُ رسولِ الله ﷺ و الزِمُه نفسِي". قال ابو عَبدِ الرّحمٰن: فصَنعتُ له كتُبَ يومٍ ولَيلةٍ فوهَبَني خمسَ مِئةِ دينَارٍ.

Marfat.com

ذکر کیا ہے، جس میں بڑی صراحت سے امام نسائی کی زبانی کتاب کا سبب تالیف بیان کیا ہے۔ یہ عبارت اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہے کہ جس کی تشریح کی قطعاً کوئی حاجت نہیں ہے۔

امام نسائی سے دعاؤں کی کتاب مرتب کرنے کی فرمائش کرنے والے بدر حمامی ہیں، ترکی الاصل قائد اور عباسی لشکر کے امراء میں سے تھے۔ مصر میں پلے بڑھے۔ طولونی غلاموں میں سے تھے۔ حافظ ابونعیم نے انہیں نیکوکار، صالح، مستجاب الدعوۃ، سخی، علماء سے محبت کرنے، ان کا اکرام کرنے والے اور بہادر کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ حدیث بھی روایت کی ہے۔ ٣١٠ ھ، یا ٣١١ ھ میں وفات پائی۔

حمزہ کنانی: امام نسائی کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اپنے شیخ کے احوال سے خوب باخبر تھے، اور انہوں نے یہ خبر اپنے بعض قابلِ بھروسہ ساتھیوں سے نقل کی ہے۔ مزید برآں انہوں نے اس قصہ کو بیان کر کے اس قصہ کی تائید کی ہے، انکار نہیں کیا۔

دراصل صرف ابنِ احمر اور ابن سیار نے اس کتاب کو "السُّنَنُ الکبریٰ" کا حصہ شمار کیا ہے، اور وہ اس قول میں متفرد ہیں۔ جب کہ باقی راویوں نے اسے ایک مستقل کتاب ہی شمار کیا ہے، اور ان دونوں کے "السُّنَنُ الکبریٰ" کے نسخے کے بھی آخر میں یہ کتاب شامل کی گئی ہے، جو اس بات کی تائید کرتی ہے کہ کتاب کو بعد میں ضم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، اس کتاب کو "السُّنَنُ الکبریٰ" سے علیحدہ اور مستقل طور پر روایت کرنے والے محدثین میں ابوالحسن احمد بن محمد بن ابی التمام، ابوالحسن ابن حیّویہ وغیرہ ہیں، جو امام نسائی کے قدیم تلامذہ میں سے ہیں۔

ان شواہد کے علاوہ، وہ حفاظ محدثین جنہوں نے اوراد واذکار پر تصنیف شدہ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، ان سبھی نے امام نسائی کی کتاب "عَمَلُ الیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ" کا ذکر

Marfat.com

کیا ہے۔ چنانچہ حافظ منذری (ت ۶۵۶ ھ) نے اپنی کتاب کے مقدّمے میں:

"صنَّفَ العُلَمَاءُ فِي عَمَلِ اليَوْمِ وَاللَّيْلَة، والدَّعوَاتِ وَالأذكَارِ كتباً كثيرةً، أحسَنُها للإمام أبي عبدِ الرَّحمٰن النَّسَائيِّ، المتوفّٰی ٣٠٣ " .

کہہ کر امام نسائی کی کتاب کو سب سے بہترین قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں امام نووی (کتاب الأذکار ص:۱۳)، حافظ ابن کثیر، حافظ زیلعی، شیخ الاسلام بلقینی اور حافظ ابن حجر وغیرہ رحمہم اللہ نے اس قدر وضاحت وصراحت سے یہ بات (کہ امام نسائی نے "عَمَلُ اليَومِ وَاللَّيْلَةِ" تصنیف کی تھی) ذکر کی ہے کہ لا تُعَدُّ وَلا تُحصیٰ.

بہرحال! یہ کتاب ڈاکٹر فاروق حمادہ کی تحقیق اور بہت وقیع مقدمے کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ کتابوں کی فہرست میں ہمیں اس کتاب کے مقدمے سے بہت مدد ملی ہے۔

۳۰: "شُيُوخُ الزُّهرِيِّ": حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "تَلخِيصُ الحَبِيرُ" (۱: ۱۱۰) میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ ابھی تک کسی مطبوع یا مخطوط کا علم نہیں ہوسکا۔

۳۱: "ذِكرُ مَن حَدَّثَ عَنهُ ابنُ أبي عَرُوبَة، ولم يَسْمَع منه": یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، جس میں چند اسماء کا ذکر ہے۔

اس کا مخطوطہ سرائے احمد ثالث میں اس نمبر (۳/۶۲۴، ۱۴ب – ۱۱۵) پر موجود ہے. "کتَابُ الضُّعَفَاء" کے آخر میں ملحق کے طور پر حلب سے یہ رسالہ چھپ چکا ہے۔

۳۲: "کتَابُ الوَفَاة": ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس وقت اگرچہ اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ نہیں مل سکا، جس کی بنا پر نشان دہی کی جائے، مگر یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

Marfat.com

۴۳: "فَضَائِلُ الصَّحَابَة": امام نسائی نے یہ کتاب "خصائص علی رضی اللہ عنہ" کے بعد تصنیف کی تھی۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان سے ۱۴۱۵ھ میں، علیحدہ طبع ہو چکی ہے۔ بعض دوسری کتب کی طرح "السُّنَنُ الكُبرىٰ" کا حصہ بھی ہے۔ واللّٰہ اعلم.

شیعہ ہونے کا الزام:

اس نکتہ پر بحث کے آغاز سے پہلے تشیُّع کی حقیقت اور اقسام کے بارے میں جان لینا از حد ضروری ہے۔ اگرچہ یہ موضوع ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے، لیکن ہم کوشش کریں گے کہ ضروری، بلکہ صرف انتہائی ضروری حد تک بحث کریں، کیونکہ سرِ دست مذہب شیعہ کی تفصیلی تحقیق پیشِ نظر نہیں ہے، لیکن مسئلہ کی وضاحت کے لیے چند نکات بیان کرنا ضروری ہے۔ دورانِ مطالعہ بیسیوں کتب کی ورق گردانی سے مضمون کا اجمالی خاکہ بھی اتنا طویل ہو گیا کہ یہ مختصر مقدّمہ کی بجائے کسی مستقل تحریر کا متقاضی ہے۔

ان مختصر سطور میں مکمل حوالہ جات اور عبارات نقل کرنے سے چونکہ بحث بہت طویل ہو جائے گی، اس لیے صرف خلاصۂ ابحاث اور چند منتخب نقول پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

لفظ: "الشِّيعَة": کے لغوی معنی کے بارے میں، ابن اثیر جزری: "النِّهاية" (ش ي ع) میں رقم طراز ہیں:

"اولِيَائُه وانصَارُه. واصلُ الشِّيعَةِ الفِرقَةُ من النَّاس. وتقَعُ علىٰ الوَاحد وَالاثنيْنِ وَالجَمْع والمُذَكَّرِ والمُؤنَّثِ بلَفظٍ وَاحِدٍ ومَعنًى وَاحِدٍ... واصلُها مِن المُشَايَعَةِ، وهي المُتابَعَةُ والمُطَاوَعَةُ"،

کہ: شیعہ کا معنی کسی کا دوست اور مددگار ہونا ہے۔ لفظ شیعہ کا حقیقی اطلاق تو لوگوں کی ایک جماعت پر ہوتا ہے۔ اور ایک، دو، جمع، مذکر اور مؤنث سب کے لیے یہ ایک ہی لفظ، ایک ہی معنی میں بول دیا جاتا ہے۔ ... اور اس کی اصل: مشایعت ہے، اور یہ کسی کے پیچھے چلنے اور تابعداری کو کہتے ہیں۔

اور محمد بن عبداللہ طائی جیانی (۵۹۸-۶۷۲ھ) "إکمال الأعلام بتثلیث الکلام" (۳۴۹۲) میں اس کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

الشِّیعَةُ: الجَماعَةُ المُتَّفِقَةُ عَلیٰ امرٍ، ومَا کانَ مُشَاعاً بَیْنَ قَومٍ مِن دَارٍ وغَیْرِهَا"

کہ کسی امر پر متفق ہو جانے والی جماعت کو شیعہ کہتے ہیں۔ ایسے ہی کسی جماعت کے درمیان اجتماعی گھر (جائیداد) وغیرہ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

ابوالبرکات انباری رحمہ اللہ نے "الإنصاف" میں "الأعوان"، عبدالرؤف مناوی نے "التوقیف علیٰ مُهِمَّاتِ التَّعاریف" میں: "من یتقوی بهم الإنسان" اور رافعی کی "الشّرح الکبیر" کے غریب الفاظ کے شارح احمد فیومی نے "المِصباحُ المنیر" (۳۲۹۱) میں: "الأتباع والأنصار، وکلُّ قومٍ اجتَمَعُوا عَلیٰ امرٍ فَهُم شِیْعَةٌ" کہہ کر اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے، جو سطورِ بالا میں ذکر ہو چکا۔

ان حوالہ جات کے نقل کرنے سے اس بات کی وضاحت مقصود تھی کہ اپنی اصل کے اعتبار سے لفظ شیعہ کا معنی صرف مددگار اور کسی امر پر متفق ہو جانے والی جماعت کا ہے، اور بنیادی وضع کے لحاظ سے یہ کسی خاص گروہ کا امتیازی لقب نہیں ہے۔

اسی لیے اسلام کے عصرِ اول میں اس لفظ کا استعمال اپنے اصلی اور حقیقی معنی

Marfat.com

ہی میں ہوتا رہا۔اور خصوصاً سیاسی گروہ بندیوں اور حکومتی مسائل میں اختلاف رائے کی بنا پر پیدا ہو جانے والی مختلف جماعتوں کے لیے یہ لفظ بولا جاتا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف ہوا، تو اس لفظ کا استعمال بہت عام ہو گیا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وہ حامی جو آپ کے خلیفۂ راشد اور خلافت کے زیادہ حق دار ہونے کے قائل تھے، انہیں شیعانِ علی کہا جانے لگا۔اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے وہ حامی جو اس کشمکش میں آپ کے ساتھ تھے انہیں شیعانِ معاویہ کہا جانے لگا۔

اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور بنو عباس کی حمایت کے نام پر اٹھنے والے لوگوں اور بنو امیہ کے درمیان ایک سیاسی رائے کے اختلاف کی بنیاد پر اوّل الذکر کو شیعۂ آلِ محمد یا علوی اور ثانی الذکر کو شیعۂ بنی امیہ یا عثمانی کہا جانے لگا۔مشہور شیعی مؤرخ محسن امین نے اپنی کتاب "أعیان الشیعة" (۱۲/۱) میں اسی حقیقت کو یوں تسلیم کیا ہے:

"ثُمَّ بعدَ مقتَلِ عُثمَان وقِيام مُعاوِيَة واتباعِه في وَجهِ عَليّ بنِ ابي طَالِب وإظهارِه الطَّلَب بِدَمِ عُثمَان وَاستِمَالَتِه عددًا عظيماً من المُسلِمين إلىٰ ذلك صار اتباعُه يُعرَفُون بالعُثمانيَّة، وصار اتباعُ عَلِيٍّ – رضي الله عنه – يُعرَفُونَ بالعَلَوِيَّة، مَع بقاءِ إطلاق اسم الشِّيعَةِ عليهم. واستَمَرَّ ذٰلِكَ مُدَّةَ مُلكِ بَنِي اُمَيَّة".

اس میں بڑی صفائی سے یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ لفظِ شیعہ کا وہ خاص تصور، جو آج کل معروف ہے، خلافتِ بنی امیہ کے اختتام (یعنی تقریباً ڈیڑھ سو سال) تک اس کا کوئی وجود نہ تھا۔

اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اقرار اثنا عشری شیعی حضرات کی کتابوں میں بھی ہے۔ چنانچہ کلینی نے (اپنے عقیدے کے مطابق) اپنی صحیح کتاب "الکافي في الفُرُوع" (٨: ٢٠٩) میں حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ (جو کہ اہلِ سنت والجماعت کے قابلِ احترام بزرگ، اور اثنا عشری شیعہ حضرات کے من گھڑت عقیدے کے مطابق چھٹے معصوم امام ہیں) سے ایک مشہور شیعی روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

"يُنَادي مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ، أَوَّلَ النَّهارِ: "ألا إنَّ عَلِياً صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيهِ، وشَيعَتُهُ هُم الفَائِزُون". قال: "ويُنَادِي مُنَادٍ، آخِرَ النَّهار: "ألا إنَّ عُثمَانَ وَشِيعَتَهُ هُمُ الفَائِزُونَ".

ان نقول سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ: شروع میں تشیُّع کا لفظ کسی خاص مجموعۂ عقائد اور مخصوص مذہبی افکار کی نشان دہی نہیں کرتا تھا، بلکہ اس کا استعمال اپنے لغوی معنی میں تھا۔ اور جب چند مختلف سیاسی آراء کی بنیاد پر اس لفظ کا استعمال زیادہ بڑھ گیا، تو شیعانِ عثمان، شیعانِ علی اور شیعانِ بنی امیہ اور شیعانِ معاویہ جیسے الفاظ بولے جانے لگے۔

ہم بار بار اس بات کو بیان کرتے آ رہے ہیں کہ درحقیقت ان اختلافات کا دائرہ صرف سیاسی امور تک محدود تھا۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ:

تمام اوّلین شیعہ مخلص اور نیکوکار تھے۔ ان میں اگرچہ اختلاف واقع ہوا، لیکن یہ اختلاف نہ تو کفر و اسلام کا اختلاف تھا، اور نہ ہی کسی دینی امر کا اختلاف تھا، بلکہ یہ صرف چند سیاسی امور کے بارے میں اجتہادی اختلاف تھا۔ اور ان میں سے کوئی بھی آج کل کے مروّجہ لفظ: ''شیعہ'' کا مصداق نہ تھا۔ اور دونوں ہی

Marfat.com

مسلمان تھے۔

احادیثِ صحیحہ میں واضح طور پر موجود ہے کہ ان اختلافات کے باوجود یہ تمام حضرات مسلمان تھے۔ بعد ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے اور اپنے سیاسی مخالفین کے بارے میں صراحت سے کہا ہے کہ: ''ہم سبھی ہم عقیدہ ہیں''۔ ان تمام عبارات کا نقل کرنا تو موجب تطویل ہوگا، یہاں صرف ایک عبارت نقل کی جاتی ہے (نهجُ البلاغة: ص۴۴۸) کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہمارا اور اہل شام کا رب ایک ہے، ہماری دعوتِ اسلام ایک ہے۔ ایمان میں اور تصدیقِ رسول میں ہم برابر ہیں۔ تمام امور میں یکسانیت ہے۔ ہاں اختلاف ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے بارے میں، جس سے ہم بری ہیں''۔

لیکن اس سب کے باوجود اس بات سے بھی کسی کو انکار نہیں ہے کہ: ان تمام وقائع میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو فتنہ انداز تھے، اور کچھ فتنہ اندازی کا شکار اور یہودی افکار سے متأثر تھے۔ یہی وہ طبقہ تھا جس نے اس سیاسی اختلاف کو دینی عقائد کے اختلاف کا رنگ دینا شروع کیا۔ یہی وہ سبائی تھے جنہوں نے اسلام کے خلاف جنگوں کی آگ بھڑکائی تھی۔ جب کہ عامۃ الناس ان فسادی کوششوں سے بالکل کنارہ کش تھے۔

لفظ ''شیعہ'' کے استعمال کا نکتۂ آغاز تو یہی ہے، لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ لفظ ''شیعانِ علی'' کے لیے مخصوص ہوتا چلا گیا۔ اور پھر ہر وہ شخص جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے محبت کا دم بھرتا تھا، اور کچھ مخصوص قسم کے ایسے اعتقادات کا حامل تھا، جو عبداللہ بن سبا یہودی کی دسیسہ کاریوں سے وجود میں آئے تھے، ''شیعہ'' کہلانے لگا۔ اور دراصل یہی وہ طبقہ تھا جو اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کا ارادہ لے کر اٹھا

Marfat.com

تھا۔اور یہی فرقہ آگے چل کر رافضی تبرائی بنا، جو اپنے ان عقائد کی وجہ سے جو ان کی بنیادی کتابوں میں موجود ہیں، کفر کی حدوں کو چھوتا ہے۔

معاصرین میں سے جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عصرِ نبوی ﷺ میں بھی تشیُّع موجود تھا، ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل و برہان ہے۔ اور ایسا بے دلیل قول ہے کہ جس کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔ (تفصیل کے لیے محمد حسین زین کی کتاب: "اُصـولُ الشّیـعَة وأصولُها" کا مطالعہ کیجیے)۔

یہ تو تشیُّع کی سیاسی تاریخ کا اجمالی خاکہ تھا۔ اس کے علاوہ تشیُّع کا ایک مفہوم اور بھی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں یہ بات داخل ہے کہ: تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ معصوم صرف انبیاء ہیں۔ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم معصوم نہیں ہیں، لیکن تمام صحابہ مغفور ضرور ہیں۔ ہاں بعض صحابہ کرام، بعض دوسرے صحابہ سے فضیلت میں بڑھ کر ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے "الفِقهُ الأكبَر" (ص ۴۱) میں:

"وأفـضَـلُ الـنَّـاس بـعـد الـنَّبِيِّيْنَ عـلـيهم الصَّلاةُ والسَّلام: أبُو بكرٍ الـصِّدِّيقُ، ثم عُمَرُ ابنُ الخَطَّابِ الفارُوقُ، ثم عُثمَان بنُ عفَّان ذُو النُّورَيْن، ثمَّ عليٌّ بن أبي طَالِبِ المُرتَضىٰ - رِضوَان الله عَلَيهِم اجمَعِين-".

کہہ کر صحابہ میں افضیلت کی ترتیب بالکل وہی بتائی ہے، جو خلفاء اربعہ میں خلافت کی ترتیب ہے، کہ صحابہ میں افضل ترین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

صحابہ میں خلافت کی اور افضیلت کی اس ترتیب کو علماء عقائد کی ایک

جماعت نے (جیسے امام احمد بن حنبل نے "العقيدة" (ص: ۱۲۳) میں، ابو حسین ملطی شافعی نے "التَّنبِيه وَالرَّدّ" (ص: ۱۵) میں، اور ابن عساکر نے "تبيين كذب المُفتَرِي" (ص: ۳۰۶) میں نقل کیا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کا تحقیق شدہ موقف یہی ہے۔

مزید برآں، یہ بھی ثابت ہے کہ امت میں حضراتِ شیخین، یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں کبھی بھی دو رائے نہیں ہوئیں۔ لیکن حضرات ختنین، یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں دو رائے پائی جاتی ہیں۔ جمہور کا قول ترتیب خلافت کے مطابق ہے، جب کہ ایک قلیل جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فضیلت حاصل ہے۔

افضلیت کی اس ترتیب میں شیخین کی افضلیت اجماعی ہے۔ اس کے خلاف کا قائل گمراہ تو کہلائے گا، لیکن حضرات ختنین کے بارے میں گنجائش ہے۔ اور یہ قول اگرچہ جمہور کے موقف سے ہٹ کر ہے، مگر امت کے اجماع کے خلاف بھی نہیں ہے، (یہ بحث تفصیل طلب ہے، جس کا یہ موقع نہیں، کیونکہ امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے "رِسالَةٌ إلىٰ أهلِ الثَّغرِ" (ص: ۲۹۹) میں خلفاءِ اربعہ میں افضلیت کی ترتیب کے بھی اجماعی ہونے کا دعویٰ کیا ہے)، اس لیے بھی اسے گوارا کر لیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ایسا موقف ہے جسے "تشیّع" کا عنوان دیا گیا ہے۔

سیاسی آراء کے اختلاف سے جس تشیّع نے جنم لیا، فتنہ پردازوں نے بعد میں اسے مذہبی رنگ دے دیا۔ اور آگے چل کر وہ بے سروپا، بلکہ گمراہ کن عقائد اور غلط نظریات کے ایسے مجموعہ کا عنوان بن گیا جو اسلام سے یک سر مختلف کوئی نئی چیز تھی۔ یہ تشیّع اسلام میں ہرگز برداشت نہیں ہے۔

Marfat.com

جب کہ سیاسی نکتۂ نظر سے ہٹ کر، افضلیت کی ترتیب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مقدّم سمجھنا، یا ان کی بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا زیادہ ہونا ایک ذوقی چیز ہے۔ جو یقیناً قابلِ تحمّل ہے۔ اس لیے اس تشیُّع کی گنجائش باقی رکھی گئی، اور سیاسی تشیُّع کے مقابلے میں اسے "تشیُّع حَسَن" کہا جانے لگا۔

یہاں "حسن" کی قید سے یہ شبہ نہ ہو کہ یہ تشیُّع فی نفسِہٖ محمود اور مطلوب ہے، بلکہ واضح رہے: اس تشیُّع کا حُسن صرف سیاسی تشیُّع کے مقابلے میں ہے۔

امام نسائی کے مسلک کے بیان میں یہ بات گزر چکی ہے کہ امام نسائی اہلِ سنت والجماعت میں سے تھے۔ فروع میں شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔ طبقاتِ شافعیہ میں ان کا ذکر موجود ہے۔ ان قرائن اور صریح دلائل کی موجودگی میں یہ بات قطعیت کو پہنچ جاتی ہے کہ آپ ہرگز شیعہ نہ تھے۔ اصول وفروع میں اہل سنت والجماعت کے پابند تھے۔ (ظاہر ہے کہ اہلِ تشیُّع کے ہاں ائمہ اربعہ کی فقہ رائج نہیں، بلکہ ان کے ہاں فقہ جعفریہ پر عمل کیا جاتا ہے، جسے ان ائمۂ اسلام، اور اہلِ بیت کے نام پر مرتّب تو کر لیا گیا ہے، لیکن ہماری تحقیق کے مطابق ان حضرات کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ یقیناً اس سے بری ہیں)۔

لیکن اس سب کے باوجود کہنے والوں نے کہا ہے کہ: امام نسائی شیعہ تھے۔ یہ بات یقیناً خلافِ حقیقت اور بے دلیل ہے۔ لیکن چونکہ کہنے والوں نے یہ کہا ہے، اس لیے اس کا رد کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارے زمانے میں "شیعہ" کا مفہوم اہل سنت والجماعت سے خروج کا دوسرا نام ہے۔

بہر حال! پہلے وہ اقوال، جن میں امام نسائی کو تشیُّع کا الزام دیا گیا ہے، ملاحظہ کیجیے، اس کے بعد ان کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

Marfat.com

سب سے پہلے ابن خلکان (ت ٦٨١ ھ) نے "وفيَاتُ الأعيان"
(۱:۷۷) میں: "وَكان يَتَشَيَّعُ" کہا ہے۔

ان کے بعد حافظ ابن تیمیہ (ت ۷۲۸ھ) نے "منهاج السُّنّة" (۴:۹۹) میں:

"وتشيّع بعضُ أهلِ العلمِ بالحديث، كالنّسائيِّ وابن عبد البرّ (ت ۴۶۳) وأمثالِهما، لا يبلُغ إلىٰ تفضيل عليٍّ علىٰ أبي بكرٍ وعُمَر. ولا يُعرَف في أهل الحديث من يُقدِّمُه عليهما".

کہہ کر اگرچہ تشیّع کی کچھ تفصیل تو کر دی ہے، کہ یہ تشیّع کیسا تھا، لیکن امام نسائی کے ساتھ ساتھ، حافظ ابن عبد البر کو بھی اس الزام میں گھسیٹ لیا ہے۔ بسیار تلاش کے باوجود، تا حال، حافظ ابن عبد البر کے احوال میں ہمیں تشیُّع کے اس الزام کا سراغ نہیں مل سکا۔

حافظ ذہبی (ت ۷۴۸ ھ) کا "سِيَرُ أعلامِ النُّبلاء" (۱۴: ۱۳۳) میں یہ کہنا:

"فيه قليلُ تشيُّعٍ، وَانحِرَافٌ عَن خُصومِ الإمام عليٍّ: كمُعاوِيَة وعَمرو، واللهُ يُسَامِحُهُ"

کسی قدر تشیّع کی موجودگی کے الزام کو تسلیم کرنا ہے۔

ان کے بعد حافظ ابن کثیر نے "البداية والنّهايَة" (۱۱: ۱۴۰) میں:

وقد قيل عنه: إنَّه كان يُنسَبُ إليه شيءٌ مِنَ التَّشيُّع"

کہہ کر، اس الزام کو ذکر تو کیا ہے، لیکن اسلوب ایسا اختیار کیا ہے کہ الزام کے کمزور اور بودے پن کی طرف بھی اشارہ ہو جائے۔

پھر ان کے بعد ابن تغری بردی (ت ۸۷۴ھ) نے "النُّجومُ الزّاهِرَة، في مُلوكِ مِصْرَ وَالقَاهِرَة" (۳: ۱۸۸) میں:

"وَكانَ فيه تشيُّعٌ حَسَنٌ"

Marfat.com

کہہ کر تشیع کی قسم کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور لفظ "حسن" کی زیادتی سے بتلایا ہے کہ تشیعِ شدید، یا تشیعِ شنیع (جسے ہم سیاسی تشیع کہہ آئے ہیں) سے وہ بالکل دور تھے۔

ان علماء اہلِ سنت والجماعت کے علاوہ بعض شیعہ نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے، چنانچہ متاخرین شیعہ میں سے آغا بزرگ طہرانی نے "طبقات أعلام الشیعة، نوابغ الرُّواة في راویة الكتاب" (۴۲:۱) میں امام نسائی کا ذکر کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انہیں شیعہ شمار کرتے ہیں۔

طہرانی کا موقف تو بالکل ہی قابلِ اعتناء نہیں ہے۔ امام نسائی کے اساتذہ وتلامذہ کی فہرست پر سرسری سی نگاہ ڈال لینے ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ آپ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں۔ مزید برآں امام نسائی کی کتاب کا صحاح ستہ میں داخل ہونا بھی اس بات کے لیے کافی دلیل ہے کہ آپ کا شمار اہل سنت والجماعت میں ہے، شیعہ میں نہیں۔ اور آغا بزرگ طہرانی کا آپ کو صرف اس لیے شیعہ میں شمار کر لینا، کہ آپ نے "خصائص علي رضی اللہ عنہ" نامی کتاب تالیف کی ہے، سراسر غلطی ہے۔ بہر حال شیعہ کے اقوال کا جواب دینے کی تو کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ البتہ مذکورہ بالا اقوال کی توضیح درج ذیل ہے۔

ابن خلکان نے آپ کے بارے میں صرف اتنا ہی کہا ہے کہ: آپ میں تشیع تھا۔ کوئی تفصیل نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ وہ تشیع جو رفض کے درجے تک پہنچتا ہے، وہ تو یقیناً نہیں تھا۔ ابن تیمیہ نے اسی کی کچھ تشریح کی ہے کہ: آپ کا تشیع اس قدر شدید نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضراتِ شیخین پر فضیلت دینے کی حد تک پہنچتا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قدر تفضیل کو اہل سنت نے بھی برداشت کیا ہے۔

بعد ازاں حافظ ذہبی نے اسی تفضیلی تشیع کی طرف یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ:

Marfat.com

آپ میں تشیُّع کی تھوڑی سی مقدار تھی۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے بارے میں انحراف پایا جاتا تھا۔ یقیناً حافظ ذہبی کا قول بھی اسی کیفیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس کا تذکرہ مذکورہ بالا سطور میں گذرا۔

ان کے بعد حافظ ابن کثیر نے جس انداز میں اس الزام کا تذکرہ کیا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اس الزام کی شدّت کی صحیح عکاسی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ:

امام نسائی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ان کی طرف تھوڑا سا تشیُّع منسوب کیا جاتا تھا۔

ایک جملے میں اس الزام کو جس قدر کمزور پہلو کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ ظاہر ہے۔ پہلے کہتے ہیں: کہا گیا ہے کہ...'' نہ جانے کہنے والا کون ہے؟ اور اس کا قول معتبر ہے یا نہیں؟ عربی اسلوب میں: کہا گیا ہے ...'' کا لفظ اسی وقت استعمال کیا جاتا ہے جب یہ بتانا ہو کہ اس بات میں کوئی وزن نہیں ہے۔

مزید برآں، یہ بھی نہیں کہا کہ ان میں تشیُّع پایا جاتا تھا۔ بلکہ یہ کہا کہ: کہا بھی گیا تو صرف یہ کہ ان کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی تھی۔ گویا اس الزام کی نسبت بھی کوئی باوثوق بات نہیں تھی۔

اور پھر یہ بھی صاف لفظوں میں نہیں کہا کہ: ان کی طرف تشیُّع منسوب کیا جاتا تھا، بلکہ تھوڑا سا تشیُّع منسوب کیا جاتا تھا۔ اس سارے اسلوب سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہی کہ: کسی نامعلوم شخص کی جانب سے ان کی طرف تھوڑے سے تشیُّع کی نسبت کی گئی ہے۔

اب اس الزام میں کتنی قوت باقی رہ گئی ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ماہر محدث اور حاذق عالم نہیں، صرف باہوش وحواس آدمی بھی کافی ہے۔

اور ان کے بعد ابن تغری بردی نے تو صاف لفظوں میں: ''تشیُّع حسن'' کہا

Marfat.com

ہے، یعنی اچھا تشیُّع۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ تشیُّع حسن کی اصطلاح اس بات کی تہمت دور کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے کہ یہ تشیُّع ایسا نہیں ہے جو رفض تک جا پہنچتا ہے، اور جس کی بنیاد سیاسی تشیُّع ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ جو بات اس عبارت سے ثابت ہوتی ہے، وہ یہ کہ: امام نسائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت، حضرت علی رضی اللہ عنہ، زیادہ محبت کرتے تھے۔ یا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے۔

باقی وہ تشیُّع جو رفض کی پہچان ہے، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضراتِ شیخین پر فضیلت دینا، اس کی سختی سے تردید ابن تیمیہ کر ہی چکے ہیں۔

مذکورہ بالا، وہ تمام عبارات جن میں امام نسائی پر تشیُّع کا الزام لگایا گیا ہے، ان کا جواب دیا جا چکا۔ لیکن یہ سب جواب اس مفروضے کو تسلیم کر لینے پر ہیں، کہ: امام نسائی رحمہ اللہ حضرت علی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے تھے۔ جب کہ ہمارا اصلی موقف یہ ہے کہ: حقیقت میں امام نسائی رحمہ اللہ کا صحابہ کے بارے میں بالکل وہی عقیدہ تھا جو جمہور اہل سنت کا موقف ہے، اور خلفاء اربعہ میں فضیلت کی بھی اسی ترتیب کے قائل تھے جو خلافت کی ترتیب ہے۔

ہمارے اس دعوے کی بہترین دلیل یہ ہے کہ: امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی مطوّل کتاب "السُّنَنُ الکُبریٰ" میں "کتابُ المَناقِب" میں سب سے پہلے "فضلُ أبي بَکرٍ رضی اللہ عنہ" کا باب باندھا ہے۔ اس کے بعد "فَضلُ اَبِي بَکرٍ وعُمَرَ رضی اللہ عنہما"، اور اس کے بعد "فَضائِلُ اَبِي بَکرٍ وعُمَرَ وعُثمَانَ رضی اللہ عنہم" کا عنوان قائم کیا ہے۔

اور ان سب کے بعد، چوتھے نمبر پر "فَضَائِلُ عليٍّ رضی اللہ عنہ" کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔

"السُّنَنُ الکُبریٰ" کے علاوہ، اپنی دوسری کتاب "فضائل الصَّحابة" میں

Marfat.com

بھی امام نسائی نے بالکل یہی ترتیب اپنائی ہے، اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے کے بعد "فضائل أبي بكرٍ وعُمَر وعُثمان وعليٍّ۔ رضی اللہ عنہم ۔" کا باب قائم کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب فضیلت کی احادیث بیان کرتے وقت بھی امام نسائی نے اس ترتیب کی رعایت نہیں چھوڑی، تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ خلفاءِ اربعہ کے بارے میں جمہور کی رائے سے ہٹ کر حضرت عثمان پر حضرت علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے قائل تھے۔ اتنے مضبوط اور مدلّل موقف کو چھوڑ کر، ایک اڑتی سی افواہ پر یقین کر لینا اصولِ جرح وتعدیل کے بالکل خلاف ہے۔ ایک تو آپ کے تشیُّع کی بنیاد ایسی عبارات ہیں جن کا تجزیہ ابھی گزرا، دوسرے کہیں بھی اس الزام کی تفصیل نہیں ملتی۔ ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال میں یہ جرح بالکل مبہم رہ جاتی ہے۔ کلماتِ تعدیل، جن کی تفصیل پہلے گزر چکی، کے مقابلے میں اس جرح مبہم میں کتنی جان باقی رہ جاتی ہے؟ اس موضوع کی تفصیل تو کتبِ جرح وتعدیل میں ہے، لیکن خلاصہ یہی ہے کہ: تعدیلِ مفسَّر کے مقابلے میں، جرح مبہم غیر مقبول ہے۔

بسیار تتبُّع اور تلاش کے باوجود کہیں بھی اس الزام کی بنیاد نہیں مل سکی۔ زیادہ سے زیادہ جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ کہ: آپ نے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص پر یہ کتاب لکھی تھی، اور اہلِ بیت کی محبت پر گویا شیعہ کی اجارہ داری سمجھی جاتی ہے، جو قطعاً خلافِ حقیقت ہے۔ لیکن اسی سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ: آپ میں شیعیت کا اثر ہے۔

دوسرے یہ کہ اس کتاب کی تصنیف کے بعد، جب آپ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل جمع کرنے کے بارے میں کہا گیا، تو آپ نے جو جواب دیا،

Marfat.com

اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سوءادبی سمجھا گیا۔ اور یہ امر بھی شیعہ کی خصوصیت ہے، لہٰذا، آپ پر شیعہ ہونے کا الزام اور بھی مستند ہو گیا۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے ''خصائصِ علی رضی اللہ عنہ'' نامی کتاب کیوں تصنیف کی؟

علامہ ذہبی اس بارے میں ''سِیَر أعلامِ النُّبلاء'' (۱۴: ۱۲۵) میں رقم طراز ہیں کہ:

آپ کے شاگرد محمد بن موسیٰ مامونی کہتے ہیں: میں نے کچھ لوگوں کو امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے میں نامناسب باتیں کرتے سنا۔ اعتراض یہی تھا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص پر تو کتاب لکھ دی ہے، لیکن شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔

کہتے ہیں: میں نے اس کا تذکرہ امام نسائی سے کیا، تو آپ نے فرمایا: میں جب دمشق گیا، تو دیکھا کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف (یعنی نواصب) بہت زیادہ تھے۔ تو میں نے اس امید پر ''خصائص علی رضی اللہ عنہ'' نامی کتاب تصنیف کی تھی کہ ہو سکتا ہے اللہ اس کے ذریعے ان ناصبیوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

پھر جب آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل پر کتاب تصنیف کی، تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ: آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ذکر نہیں کیے؟ (مامونی کہتے ہیں: میں سارا ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا)۔ تو امام نسائی نے کہا کہ: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کون سی حدیث ذکر کرتا؟ یہ حدیث کہ: ''اَللّٰهُمَّ لَا تُشْبِعْ بَطْنَهٗ''، یعنی: اے اللہ! اس کا پیٹ نہ بھرنا۔ تو اس پر سائل چپ ہو گیا۔

اس واقعے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ''خصائص علی رضی اللہ عنہ'' کی تصنیف نواصب کی ہدایت کی امید پر کی تھی۔ اگر یہ داعیہ نہ بھی ہوتا، اور پھر آپ نے یہ کتاب تصنیف کی ہوتی، تب بھی شیعیت کا الزام لگانا نہایت ہی ناانصافی کی بات

Marfat.com

ہے۔ اور جب امام نسائی کی زبانی ہی یہ بات معلوم ہو چکی کہ آپ کے پیشِ نظر نواصب کی ہدایت کی امید تھی، تو پھر اس شبہ کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اسی واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل پر بھی کتاب تصنیف کی تھی۔

رہی یہ بات کہ امام نسائی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو جملہ ارشاد فرمایا ہے، اس سے یوں لگتا ہے کہ انہیں ایک صحابی رسول سے سوءِ ظن تھا، تو یہ بھی درست نہیں۔ بلکہ آپ باقی تمام صحابہ کی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی عقیدت و محبت کے جذبات رکھتے تھے۔ چنانچہ حافظ یوسف مزّی نے "تهذیب الکمال (۱:۳۳۹) میں حافظ ابوالقاسم کا یہ قول:

"هٰذِهِ الحِكَايَةُ لَا تَدُلُّ عَلٰى سُوءِ اِعتِقَادِ أَبِي عَبدِ الرَّحمٰنِ فِي مُعَاوِيَةَ ابنِ أَبِي سُفيَان، وإنَّمَا تَدُلُّ علَى الكَفِّ فِي ذِكرِهِ بِكُلِّ حَالٍ"،

نقل کر کے صاف بتا دیا ہے کہ: اس حکایت سے کہیں بھی یہ بات نہیں نکلتی کہ امام نسائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگمان، یا کوئی برا اعتقاد رکھتے تھے۔ بلکہ اس سے تو صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کا موقف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں، ہر حال میں کفِ لسان تھا، (یعنی کسی بھی حال میں آپ کا ذکر برائی سے نہ کیا جائے۔ اور اگرچہ مذکورہ بالا حدیث کی صحیح توجیہ علماء و محدثین نے کر دی ہے، مگر چونکہ بادی النظر میں اس سے سوءِ ادب کا وہم ہوتا ہے، لہٰذا، اسے بھی ذکر نہیں کیا۔ اور اس وقت گفتگو چونکہ نواصب سے ہو رہی تھی، اسی لیے انہیں ساکت کرنے کے لیے الزامی جواب کے رنگ میں جواب دے دیا۔ اسی بات کو ابوالقاسم نے کفِ لسان سے تعبیر کیا ہے)۔

Marfat.com

مذکورہ بالا کفِ لسان والی توجیہ ہماری خانہ زاد نہیں، بلکہ حافظ ابو القاسم کا بیان ہے، جسے حافظ مزی نے نقل کیا ہے۔ اور کفِ لسان کی توضیح اگرچہ راقم کی جانب سے ہے، مگر اس میں بھی کوئی کھینچا تانی نہیں۔ خصوصاً، جب امام نسائی کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف سامنے آ جائے۔ چنانچہ جب امام نسائی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صراحتاً ان کا موقف پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں تہذیب الکمال (۱:۳۳۹) یہ کہہ کر:

"إنَّما الإسْلَامُ كَدَارٍ، لَها بَابٌ، فَبابُ الإسلامِ الصَّحابَةُ. فمَن آذَى الصَّحابَةَ، إنَّمَا أرادَ الإسلامَ، كمَن نقَرَ البابَ، إنّما يُريدُ دُخولَ الدّارِ.

قالَ: "فمَن أرادَ مُعاوِيَةَ فإنَّمَا أرادَ الصَّحَابَةَ".

صحابہ اور بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے کہا کہ: "اسلام کی مثال ایک گھر کی سی ہے، جس میں داخل ہونے کا ایک دروازہ ہے۔ اور اسلام کا دروازہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ جس نے صحابہ کو ایذا پہنچائی، اس نے اسلام کو ڈھانے کا ارادہ کیا۔ بالکل ایسے جیسے کوئی شخص کسی گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اس کا مقصد اس گھر میں داخل ہونا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا: جس شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا، اس نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تکلیف پہنچانے کی کوشش کی"۔

ان نقول کے بعد کسی بھی انصاف پسند شخص کے لیے یہ گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ امام نسائی رحمہ اللہ پر تشیّع کے الزام کی تصدیق کرے۔

بہر حال! یہ چند گزارشات اس باب میں بالکل واضح ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ پر تشیّع کا الزام بالکل بے جا اور نازیبا ہے، اور اسے تحقیق کی میزان میں بے دلیل

Marfat.com

تہمت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور جن ائمہ و مؤرخین نے آپ کے حالات میں اس قول کو نقل کیا ہے، وہ صرف جمع اقوال کی قبیل سے ہے، وگرنہ درحقیقت وہ بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

وفات:

امام نسائی مصر میں رہائش پذیر تھے۔ ۳۰۲ھ میں آپ مصر سے سفر پر نکلے۔ آپ کے شاگرد ابن یونس مصری کہتے ہیں: ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ خصائص علی رضی اللہ عنہ کی تصنیف آپ پہلے ہی مکمل کر چکے تھے۔ سفر کرتے کرتے دمشق پہنچے۔ دارقطنی کا کہنا ہے کہ: یہ سفر حج کا تھا۔

بہرحال! دمشق میں کچھ لوگوں نے آپ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"الا یرضی راساً براسٍ، حتّٰی یُفَضَّل".

"کیا وہ برابر سرابر ہی چھوٹ جانے پر راضی نہیں ہیں؟ چہ جائیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت ...، اور فرمایا کہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں کون سی حدیث روایت کروں؟ (آپ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث تو ہے نہیں، جتنی بھی ہیں، درجۂ صحت سے نیچے ہیں، اگرچہ حسن ہیں)، تو کیا یہ حدیث روایت کروں: "اَللّٰھُمَّ لَا تُشْبِعْ بَطْنَہٗ". (دراصل یہ ایک لمبی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظاہر ہے یہ حدیث اپنے ظاہری اور سطحی معنی کی وجہ سے سوءِ ادبی کا ایہام رکھتی ہے، اور میرا موقف کفِ لسان عن الصحابہ رضی اللہ عنہم ہے)۔

اس پر وہ لوگ آپ کو مارنے لگے جس میں آپ کے خصیتین پر کافی سخت چوٹ آئی، اور آپ کو مسجد سے نکال دیا گیا۔

Marfat.com

ذہبی کا بیان ہے کہ: ''اس کے بعد آپ سخت بیمار ہو گئے''۔ ظاہر ہے اٹھاسی سال کی عمر کے بوڑھے شخص کو اس قدر شدت سے پیٹا جائے گا تو بیمار تو ضرور ہوگا۔ بہر حال! بیماری میں آپ نے کہا کہ: ''مجھے مکہ لے چلو''۔ چنانچہ آپ کو مکہ لے جایا گیا۔ وہیں آپ کی وفات ہوئی اور صفا اور مروہ کے درمیان دفن کیے گئے۔

دار قطنی کی رائے ہے کہ: ''یہ شعبان ۳۰۳ھ کا قصہ ہے''۔

دمشق کا قصہ پیش آنے کے بعد، ابن یونس مصری کے بیان کے مطابق آپ کو مکہ مکرمہ کی بجائے فلسطین کے ایک شہر رملہ لے جایا گیا، اور ۱۳ صفر المظفر ۳۰۳ھ بمطابق ۹۱۵ء کو، وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

حافظ ابن مندہ نے بھی دار قطنی جیسی بات ہی کہی ہے۔ اور علامہ ذہبی نے ان تمام حضرات کے اقوال نقل کرنے کے بعد، ابن یونس صدفی کے قول کو راجح قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

"هذا (أي: قولُ ابنِ يونُسَ) أصحُّ؛ فإنَّ ابنَ يونُسَ حَافِظٌ، يَقِظٌ. وقد أخَذَ عَنِ النَّسَائِيِّ، وهو به عَارِفٌ".

کہ ابن یونس کا کہنا زیادہ صحیح ہے کہ آپ کی وفات رملہ میں ہوئی، کیونکہ ابن یونس حافظ اور بیدار مغز آدمی ہیں۔ انہوں نے امام نسائی سے استفادہ کیا ہے، اور ان کے حالات سے خوب باخبر ہیں''۔

بعد میں تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں، صفدی نے الوافی بالوفیات میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے ابن یونس ہی کے قول کو ترجیح دی ہے۔

البتہ حافظ ابن کثیر دمشقی نے دار قطنی کے گذشتہ قول کے برخلاف، انہی کے حوالے سے، مصر سے امام نسائی کے سفر کی ایک دوسری وجہ بتائی ہے، چنانچہ

Marfat.com

"البدایة والنهایة" (۱۱: ۱۲۴) میں رقم طراز ہیں:

"كان أفقه مشايخ مصر في عصره، وأعرفهم بالصحيح من السقيم من الآثار. فلمّا بلغ هذا المبلغ حسدوه، فخرج إلى الرّملة، فسُئِلَ عن فضائل معاوية، فأمسك عنه. فضربوه في الجامع.

ثم قال: "أخرجوني إلى مكة". فأخرَجُوه، وهو عليلٌ، ...

مات بالرّملة – مدينة بفلسطين – يوم الاثنين لثلاث عشرة ليلة خلت من صَفَر، سنةَ ثلاثٍ وثلاثِ مئةٍ، ودُفِنَ ببيْتِ المَقْدِس".

امام نسائی اپنے زمانے میں مصر کے سب مشایخ سے زیادہ فقیہ، اور صحیح وضعیف روایات کے سب سے زیادہ ماہر تھے۔ جب آپ اس درجے کو پہنچ گئے تو بعض لوگوں نے آپ سے حسد کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ رملہ کی طرف نکل گئے۔ وہاں آپ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے کے بارے میں کہا گیا، جو آپ نے بیان نہ کیے۔ اس پر ان لوگوں نے جامع مسجد میں آپ کو مارا۔ اس پر آپ نے کہا: مجھے مکہ لے چلو، چنانچہ آپ بیماری کی حالت میں ہی مکہ کی روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ کو، بروز سوموار فلسطین کے شہر رملہ ہی میں ہو گئی، اور آپ کو بیت المقدس میں دفن کیا گیا۔

آپ کی وفات کے بارے میں وارد شدہ روایات کے درمیان دو بنیادی اختلاف ہیں: ایک تو یہ کہ آپ کو رملہ کے لوگوں نے مارا تھا یا دمشق کے لوگوں نے؟ دوسرا یہ کہ آپ کی تدفین بیت المقدس میں ہوئی یا مکہ میں؟

تطبیق کی یہ ایک صورت سمجھ میں آتی ہے کہ: آپ نے دمشق جانے کے لیے سفر شروع کیا تھا، مگر ابھی رملہ (جو کہ بیت المقدس کے قریب ہی ایک شہر ہے)

Marfat.com

پہنچے تھے کہ مار پیٹ کا قصہ پیش آ گیا۔ اور وہاں آپ نے مکہ مکرمہ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اور حالتِ بیماری ہی میں آپ نے مکہ مکرمہ پہنچ کر انتقال فرمایا۔ ہاں، اس پر سبھی کا اتفاق ہے کہ وفات کا سال ۳۰۳ھ ہے. واللہ اعلم.

علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحُفّاظ (۴/ ۹۱، ۱۲۹۷-۱۱۷/۷) میں بتایا ہے کہ: محدّثِ اندلس حافظ ابن بشکوال خلف بن عبد الملک (ت ۵۷۸ ھ) نے امام نسائی کے حالاتِ زندگی ایک مستقل جزء میں لکھے تھے۔

امام نسائی کے مزید حالاتِ زندگی کے لیے درج ذیل کتب دیکھیں:

- تهذیبُ الكمال: للمزّی ۱ : ۲۳۳.
- سير أعلام النبلاء: للذّهبي ۱۴ : ۱۲۷.
- تذكرة الحُفّاظ: للذّهبي ۲ : ۱۹۴.
- جامع الأصُول: لابن الأثير ۱ : ۱۹۵.
- البداية والنهاية: لابن كثير ۱۱ : ۱۲۴.
- تهذيبُ التّهذيب: لابن حجر ۱ : ۳۲.
- الوافي بالوفيات: للصّفدي ۶ : ۴۱.
- وفيات الأعيان: لابن خلكان ۱ : ۷۷.
- النُّجوم الزّاهرة: لابن تغري بردي ۳ : ۱۸۸.

Marfat.com

امیر المؤمنین
خصائص علی رضی اللہ عنہ
بن ابی طالب

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

خصائص علی رضی اللہ عنہ

صلاۃ وسلام کے بعد عرض یہ ہے کہ: یہ مختصر سا مجموعہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد شدہ خصوصیات وفضائل پر مشتمل ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لوگوں میں سب سے پہلے نماز پڑھنا :

(۱) امام نسائی نے فرمایا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ: ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے سلمہ بن کہیل سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں: میں نے حبہ عرنی کو یہ کہتے سنا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں (امت میں) پہلا شخص ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

Marfat.com

(۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہے کہ انہوں نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی[1]

اس خبر کو شعبہ سے نقل کرنے والوں میں اختلاف کا ذکر:

(۳) حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ: ''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔''

(۴) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ: ''سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔''

(۵) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

---

[1] محدثین جب کسی روایت کو نقل کرتے ہیں تو اس کا متن ذکر کرنے سے پہلے ''سند'' کو ذکر کرتے ہیں، جس کا مطلب یہ بتانا ہوتا ہے کہ یہ روایت مجھے ان لوگوں کے واسطہ سے پہنچی ہے، گویا حدیث کے راوی سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جو لوگ واسطہ بنے ہیں ان کے اس سلسلے کو ''سند'' کہتے ہیں۔ بعض مرتبہ یوں ہوتا ہے کہ: سند میں آنے والے کسی راوی کے کئی شاگرد ہوتے ہیں اور روایت کو بیان کرنے میں مختلف شاگردوں میں لفظی اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ محتاط محدثین الفاظ کے ایسے اختلاف کو ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آگے امام نسائی رحمہ اللہ نے، مذکورہ بالا حدیث میں پیش آ جانے والے ایسے ہی اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ اور امام نسائی کا یہ اسلوب پوری کتاب میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کے نہج کو سمجھانے کے لیے ابتداء میں صرف ایک حدیث کے اختلاف کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ باقی کتاب میں امام نسائی کے نہج کا فائدہ معلوم ہو سکے۔ واللہ الموفق۔

گذشتہ حدیث کے راوی ''شعبہ'' ہیں، جن کے مختلف شاگرد ہیں، چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں پیش آ جانے والے اختلاف کی بنیاد شعبہ کے مختلف شاگرد ہیں۔ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے بیان کرنے کے لیے عنوان یوں قایم کیا ہے: ''ذکرُ اختلاف النّاقلین لِهٰذا الخبر عن شعبہ'' یعنی: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو شعبہ سے نقل کرنے والوں میں واقع ہو جانے والے اختلاف کا ذکر۔ شعبہ کے تین شاگرد ہیں: ۱: محمد بن جعفر، ۲: ابن ادریس، ۳: خالد بن حارث۔ (مترجم)

Marfat.com

امام نسائی فرماتے ہیں: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے موقع پر یہ الفاظ کہے تھے: اَسْلَمَ عَلِیٌّ، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔

(۶) عفیف روایت کرتے ہیں کہ: زمانہ جاہلیت کی بات ہے کہ میں مکہ مکرمہ آیا۔ خیال تھا کہ کچھ خریداری کروں گا اور گھر والوں کے لیے کپڑے اور خوشبوئیں خریدوں گا۔ بہ ہر حال! میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے ہاں مہمان ٹھہرا، جو کہ تاجر آدمی تھے۔ جب سورج چڑھ آیا اور خوب بلند ہو گیا، میں اس وقت کعبہ کی جانب دیکھ رہا تھا، کہ ایک جوان آدمی آیا پہلے تو اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، پھر اپنا رخ قبلہ کی جانب کیا، اور قبلہ رو ہو کے کھڑا ہو گیا۔ زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ ایک نوجوان لڑکا آیا اور آکر اس کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ ہی دیر گذری ہو گی کہ ایک خاتون آئیں اور ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد اس جوان آدمی نے رکوع کیا تو اس بچے اور خاتون نے بھی رکوع کیا۔ پھر جوان آدمی اٹھا تو وہ بچہ اور خاتون بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر اس جوان آدمی نے سجدہ کیا تو دونوں نے اس کے ساتھ ہی سجدہ کیا۔

یہ دیکھ کر میں نے کہا: اے عباس! بہت بڑی بات دیکھتا ہوں۔

تو انہوں نے کہا: بہت بڑی بات......؟ کیا تمہیں پتہ ہے یہ جوان شخص کون ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو عباس نے کہا: یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرے بھتیجے ہیں۔

پھر کہنے لگے: تجھے پتہ ہے یہ بچہ کون ہے؟ میں نے کہا: نہیں، تو کہا: یہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ یہ بھی میرے بھتیجے ہیں۔

پھر کہا: تجھے پتہ ہے یہ خاتون کون ہیں، جو ان دونوں کے پیچھے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، تو کہنے لگے: یہ خدیجہ بنت خویلد ہیں، جو میرے بھتیجے کی اہلیہ ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد کہا: میرا یہ بھتیجا مجھے بتاتا ہے کہ: اس کا رب وہ ہے جو زمین وآسمان کا رب ہے، اور اسے اسی دین کا حکم دیا ہے جس پر وہ ہے۔ اور اللہ کی قسم! ساری زمین پر اس دین کے ماننے والے یہی تین ہیں، ان کے سوا کوئی نہیں۔

(۷) عباد بن عبد اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں اللہ کا بندہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں، اور میں سب سے بڑا تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور میرے بعد یہ بات جھوٹا ہی کہے گا۔ میں نے عام لوگوں سے سات برس قبل نماز پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عبادت کا ذکر:

(۸) عبد اللہ بن ابی ہذیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہوں نے فرمایا:

میں اپنے علاوہ اس امت میں کسی دوسرے کو نہیں جانتا جس نے اپنے نبی کے بعد اللہ کی عبادت کی ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، اس سے پہلے کہ سات سال تک اس امت میں سے کسی نے اللہ کی عبادت کی ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت:

(۹) عائشہ بنت سعد سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں نے اپنے والد صاحب کو یہ کہتے سنا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن اس حال میں سنا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے خطبہ دیا، اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

Marfat.com

اے لوگو! یقیناً میں تمہارا دوست ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے سچ فرمایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا اور فرمایا:

یہ میرا دوست ہے۔ اور میرے ذمہ آ جانے والے جرمانہ کی ادائیگی کرنے والا ہے۔ بلاشبہ اللہ اس کا دوست ہے جو علی کو دوست رکھے۔ اور اللہ اس سے دشمنی رکھے گا، جو علی سے دشمنی رکھے گا۔

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک پرندہ (پکا ہوا) تھا، تو آپ ﷺ نے دعا کی:

اے اللہ! اپنی مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو، اسے میرے پاس بھیج دے، تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی واپس بھیج دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمادی۔

(۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوانے کا حکم دیا۔ (جب وہ آگئے تو) ان سے کہا کہ: کس چیز نے تمہیں اس سے باز رکھا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائی بیان کرو؟ تو انہوں نے کہا کہ: وہ تین باتیں جن کا میرے سامنے تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی تھیں۔ لہٰذا میں کبھی بھی انہیں برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ اور اگر ان تین باتوں میں سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہیں، ایک بھی مجھے حاصل ہو جائے تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بہتر اور زیادہ اچھا لگتا ہے۔

میں نے ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ سے سنا تھا، جب آپ ﷺ نے

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک غزوہ میں پیچھے رک جانے والوں میں رکھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورتوں او بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ بس یہ فرق ہے کہ میرے بعد کسی قسم کی نبوت نہیں ہے۔

اور میں نے جنگِ خیبر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا: کل یہ جھنڈا میں ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس ٹوہ میں رہے کہ یہ جھنڈا کسے ملتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: علی کو بلا کر میرے پاس لاؤ، چنانچہ انہیں اس حال میں لایا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا اور جھنڈا انہیں دیا۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (الاحزاب، آیت: ۳۲)

اے اہل بیت! یقیناً اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی اور ناپاکی کو دور کر دے، اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کہا: اے اللہ! یہ بھی میرے اہل وعیال ہیں۔

(۱۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں حرمی بن یونس طرسوی نے خبر دی، انہوں نے کہا:

ہمیں ابوغسان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبدالسلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے موسیٰ بن صغیر سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن سابط سے، اور انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے فرمایا:

میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ بعض لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نامناسب کلمات اور تنقیص بیان کرنی شروع کی، تو میں نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین ایسی باتیں ارشاد فرماتے سنا کہ: اگر ان تین میں سے صرف ایک بات بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مجھے سرخ اونٹ ملیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

وہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) مجھ سے ایسی ہی نسبت رکھتے ہیں جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں بس یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: میں یہ جھنڈا کل ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے سنا کہ: جس کا دوست میں ہوں، علی بھی اس کے دوست ہیں۔

(۱۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ سجستانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے نصر بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داود نے خبر دی، انہوں نے عبدالواحد بن ایمن سے، اور انہوں نے اپنے والد ایمن سے روایت کی، کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ٹوہ میں رہے کہ دیکھیں یہ جھنڈا کسے ملتا ہے؟ اور وہ جھنڈا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔

(۱۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان رہاوی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے خبر دی، انہوں نے حکم اور منہال سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کی کہ: انہوں نے (یعنی ابو لیلیٰ نے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، جب کہ وہ ان کے ساتھ چل رہے تھے، یہ عرض کیا: لوگ آپ کی اس بات پر تعجب کرتے ہیں کہ آپ سردیوں میں صرف دو چادروں میں نکلتے ہیں، اور گرمیوں میں روئی کے بنے ہوئے اور موٹے کپڑے پہن کر باہر نکلتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: کیا تم خیبر (کی جنگ) میں ہمارے ساتھ نہ تھے؟

تو ابو لیلیٰ نے عرض کیا: کیوں نہیں، (آپ کے ساتھ ہی تھا)۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جھنڈا دے کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اور وہ واپس لوٹ آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک جھنڈا دے کر بھیجا، اور وہ بھی لوگوں کو لے کر واپس لوٹ آئے (یعنی فتح نہ ہو سکی)۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں کل یہ جھنڈا یقیناً ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اور وہ بھاگ

Marfat.com

جانے والا نہیں ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے بلا بھیجا، جب کہ میری آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا: میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، تو آپ ﷺ نے میری دونوں آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا، اور ارشاد فرمایا: اے اللہ! گرمی اور سردی کی اذیت سے اسے محفوظ فرما۔

بس، اس کے بعد سے نہ تو مجھے گرمی لگتی اور نہ سردی تنگ کرتی ہے۔

(۱۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن علی بن حرب مروزی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن خالد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن واقد نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اپنے والد بریدہ کو یہ کہتے سنا:

ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا، اور جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لیا، مگر فتح نہ ہو سکی، اگلے دن جھنڈا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لیا، مگر وہ بھی لوٹ آئے اور فتح نہ ہو سکی۔ اور اس دن تو لوگ انتہائی شدت اور سختی سے دوچار ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ تب تک نہ لوٹے گا جب تک کہ فتح نہ ہو جائے۔ رات ہم نے اسی خوشی میں گزاری کہ کل یقیناً فتح ہو گی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے اور جھنڈا منگوایا۔

ہم میں سے جس شخص کا بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا وہ خواہش مند تھا کہ جھنڈا (شاید) اُسے مل سکے۔ بہ ہر حال! آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب

Marfat.com

مبارک لگایا اور پھر اسے صاف کیا، اور جھنڈا انہیں دیا۔ اور اللہ نے انہیں فتح عطا کی۔

(۱۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن بشار بندار بصری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوعبداللہ میمون سے روایت کی کہ: عبداللہ بن بریدہ نے ان سے حدیث بیان کی، انہوں نے بریدہ اسلمی سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:

جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں کے پاس پڑاؤ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے (لڑنے کے لیے) جھنڈا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا، چنانچہ ان کے ساتھ چند لڑنے والے گئے۔ اور ان کی خیبر والوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ مگر وہ اور ان کے ساتھی علیحدہ ہو گئے۔

چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس لوٹ آئے، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

چنانچہ جب اگلا دن آیا تو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما (لوگوں کی نظروں میں جھنڈا پانے کی اہلیت میں) سرفہرست تھے، مگر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا۔ اب کی بار بھی ان کے ساتھ مستعد اور خوب لڑنے والے لوگ گئے، اور ان کی خیبر والوں سے مڈبھیڑ ہوئی، اور اسی موقع پر مرحب یہ رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا آیا:

قد عَلِمَتْ خیبرُ اَنی مَرْحَبُ. شاكُ السلاح بطل مجرب

اَطعن آحیاناً و حیناً اَضربُ اِذا اللیوث اَقبلت تلهَّبُ

سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے لیس،

بہادر اور تجربہ کار ہوں۔ کبھی تو میں نیزہ چبھوتا ہوں، اور کبھی

Marfat.com

مارتا ہوں۔ جب کہ غیظ وغضب سے بھڑکتے ہوئے بہادر
لوگ آگے بڑھتے ہیں[1]۔

چنانچہ اس میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں دو واروں کا تبادلہ ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کھوپڑی پر اس زور سے وار کیا کہ تلوار نے اس کے سر کو درمیان سے چیر کر رکھ دیا۔ اور لشکر والوں نے اس کے مار کھانے کی واضح آواز سنی۔ پھر اس کی نوبت بھی نہ آنے پائی تھی کہ تمام مسلمان آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور آپ کو فتح عطا فرمادی۔

(۱۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو حازم سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھے سہل بن سعد نے خبر دی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

میں کل یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو لوگ دوڑے دوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ہر کسی کو یہی امید تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی آنکھیں دکھ رہی

---

[1] یہاں مصنفؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جوابی شعر نقل نہیں کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مرحب کے جواب میں یہ رجز یہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ أُمِّیْ حَیْدَرَهْ كَلَیْثِ غَابَاتٍ كَرِیْهِ الْمَنْظَرَهْ

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی مانند ہیبت ناک اور خوفناک ہوں

Marfat.com

ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہیں بلا کر لاؤ۔

چنانچہ انہیں لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعابِ مبارک لگایا، اور ان کے لیے دعا کی تو ان کی آنکھیں ایسے اچھی ہوگئیں گویا ان میں کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا دیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ ہماری مثل نہ ہو جائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم آہستگی اور وقار سے آگے بڑھنا، حتیٰ کہ ان کے قریب جا پہنچو۔ پھر انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ ان پر اللہ کے کون کون سے حق پورے کرنا لازمی ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تمہارے ذریعہ سے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دیں تو یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ ملیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والوں کے الفاظ کے اختلاف کا ذکر:

(۱۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی،، انہوں نے کہا: ہم سے یعلیٰ بن عبید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے یزید بن کیسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو حازم سے روایت کی اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں کل یہ جھنڈا یقیناً ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ لوگ اس انتظار میں تھے کہ یہ جھنڈا کسے ملتا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی کہاں ہیں؟ تو

Marfat.com

لوگوں نے عرض کیا: ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔

راوی کہتے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور اپنے ہاتھوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر پھیرا، اور جھنڈا انہیں دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

(١٩) امام نسائی نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یعقوب نے حدیث بیان کی، ان سے سہیل نے، انہوں نے اپنے والد صاحب سے، اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

میں یہ جھنڈا یقیناً ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا کر دے گا۔

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس دن کے علاوہ کبھی بھی امیر بننے کو پسند نہیں کیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ جھنڈا انہیں دیا، اور فرمایا: جاؤ، اور مڑ کر نہ دیکھنا (یا یہ کہ ادھر ادھر نہ دیکھنا)۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فتح عطا کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی کچھ دور ہی چلے کہ پھر ٹھہر گئے، (اس کے بعد قتیبہ نے ایسے الفاظ کہے جن کا معنیٰ یہ تھا کہ) پھر انہوں نے پکار کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس چیز پر لوگوں سے لڑوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان سے لڑو حتیٰ کہ وہ لا إلہ إلا اللہ کی گواہی دیں۔ اور اس بات کی کہ میں

اللہ کا رسول ہوں۔ جب وہ یہ اقرار کرلیں تو انہوں نے اپنے خون اور اموال کو مجھ سے بچالیا۔ مگر اس کلمہ کے حق کے ساتھ۔ (یعنی اگر بعد میں اس کلمۂ توحید ہی کا تقاضا ہو جائے کہ کسی کا خون بہا ادا کیا جائے، یا بدلے میں قتل کیا جائے، وغیرہ وغیرہ، تو پھر اس کی جان اور مال نہ بچ سکیں گے)۔ اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔

(۲۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی، انہوں نے سہیل سے، انہوں نے اپنے والد صاحب سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں کل یہ جھنڈا یقیناً ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اس کے ہاتھوں فتح ہو جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آج کے دن کے علاوہ اِمارت مجھے کبھی اچھی نہیں لگی۔

فرمایا: لوگوں نے گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا پھر انہیں بھیجا اور کہا: جاؤ اور لڑو، حتیٰ کہ اللہ تمہیں فتح دے، اور مڑ کر نہ دیکھنا۔

راوی نے کہا: جتنا اللہ نے چاہا وہ چلے، پھر کھڑے ہوئے اور مڑ کر نہیں دیکھا اور پوچھا: میں کس چیز پر لوگوں سے لڑوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان سے لڑنا حتیٰ کہ وہ لا إله إلا الله کی گواہی دیں، اور محمد رسول الله کی گواہی دیں۔ پس جب وہ ایسے کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون یعنی جانوں اور مالوں کو بچالیں گے، مگر کلمہ اسلام کے حق کے ساتھ۔ اور ان کا حساب تو اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

(۱۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے وہیب نے حدیث بیان

Marfat.com

کی، انہوں نے کہا: ہم سے سہیل بن ابی صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد صاحب سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں یہ جھنڈا یقیناً ایک ایسے شخص کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں، اور اللہ اسے فتح دے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آج کے دن سے پہلے اِمارت مجھے کبھی اچھی نہیں لگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا، اور فرمایا: قتال کرنا، اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔

پھر وہ قریب ہی تک گئے تھے کہ پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں لوگوں سے کس چیز پر لڑوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بات پر کہ وہ لا إلـــہ إلا اللہ کی گواہی دیں، اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیں۔ جب وہ ایسا کرلیں گے تو اپنی جانیں اور مال اس کلمہ کے حق کے سوا مجھ سے بچالیں گے۔ اور ان کا حساب تو اللہ کے ذمہ ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایات:

(۲۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں عباس بن عبد العظیم عنبری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن عبد الوہاب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد صاحب سے، انہوں نے منصور سے، انہوں نے ربعی سے، اور انہوں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں یہ جھنڈا ضرور بالضرور ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، یا یہ ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

Marfat.com

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ فتح پر عطا کر دی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت، اور یہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے دائیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے بائیں جانب لڑ رہے تھے:

(۲۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ: ہمیں نضر بن شمیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے ہبیرہ بن یریم سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے آپ کالا عمامہ پہنے ہوئے تھے ارشاد فرمایا کہ:

کل گذشتہ تمہارے درمیان ایک ایسا شخص تھا جس سے اولین سبقت نہ لے جا سکے، اور آخرین بھی اسے پا نہ سکیں گے۔ اور بلا شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

میں آئندہ کل یہ جھنڈا یقیناً ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے دائیں جانب لڑائی لڑی، اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے ان کے بائیں جانب قتال کیا تھا۔ پھر وہ جھنڈا اسی وقت واپس آیا جب کہ اللہ نے انہیں فتح دے دی۔ انہوں نے نہ تو دینار چھوڑا، نہ درہم چھوڑا۔ سوائے ان سات سو درہموں کے جو انہوں نے اپنے حصے کے لیے تھے۔ اور ان کا

Marfat.com

ارادہ یہ تھا کہ ان دراہم سے وہ اپنے گھر والوں کے لیے ایک خادم خریدیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشاد فرمانے کا ذکر کہ: اللہ تعالیٰ اسے کبھی رسوا نہ کرے گا

(۲۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے وضاح نے حدیث بیان کی، (اور وضاح کو ابو عوانہ کہتے ہیں)۔ انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس نو آدمی آئے، اور آ کر کہا: یا تو آپ ہمارے ساتھ اٹھ کر چلیں، یا اے لوگو! تم ہمیں ان کے ساتھ خلوت میں چھوڑ دو۔ اور یہ اُن دِنوں کی بات ہے جب کہ وہ ابھی نابینا نہیں ہوئے تھے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں اٹھ کر تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

چنانچہ انہوں نے باتیں کیں۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کہا۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے اور وہ اپنے کپڑے کو زور سے جھاڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اف وتف۔ افسوس ہے ان لوگوں پر۔ ایسے شخص کی برائی بیان کر رہے تھے جسے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) دس خصوصیات حاصل ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں انہوں نے نازیبا کلمات کہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ میں یقیناً ایسے شخص کو بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہرگز کبھی بھی رسوا نہ کرے گا۔

۲۔ چنانچہ لوگ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی

کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: وہ تو چکی میں آٹا پیس رہے ہیں۔ اور کوئی دوسرا چکی پیسنے والا نہ تھا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا، اور ان کی آنکھیں اتنی دکھ رہی تھیں کہ گویا کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں پھونک ماری، پھر جھنڈے کو تین مرتبہ ہلایا اور انہیں پکڑا دیا۔ پھر رسول اکرم ﷺ حضرت صفیہ بنت حُیَی کے پاس تشریف لے گئے۔

۳۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ توبہ دے کر بھیجا، اور پیچھے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اور انہوں نے ان سے وہ سورت لے لی، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے وہ شخص ہی لے کر جائے گا جس کا مجھ سے خاص تعلق ہے اور میرا اس سے خاص تعلق ہے۔

۴۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ وحسینؓ اور حضرت علیؓ وفاطمہؓ کو بلایا، پھر ان پر کپڑا پھیلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ سب بھی میرے گھر والے ہیں، لہٰذا ان سے بھی گندگی کو دور کر دے اور خوب اچھی طرح پاک صاف کر دے۔

۵۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ایمان لائے۔

۶۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پہنے اور سو گئے۔ اور مشرکین انہیں ایسے ہی پتھر مارنے لگے جیسے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا کرتے تھے۔ اور وہ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ!، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ تو بئر میمون کی طرف جا چکے، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ اور مشرکین صبح ہونے تک حضرت علی رضی اللہ عنہ

کو ہی مارتے رہے۔

۷۔اور غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو تمہاری مجھ سے ایسی ہی نسبت ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی، بس یہ فرق ہے کہ تم نبی نہیں ہو۔ پھر ارشاد فرمایا: تم میرے نائب ہو، یعنی میرے بعد ہر مؤمن کے معاملے میں[1]۔

۸۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کروا دیے تھے۔ چنانچہ (ضرورت کی وجہ سے) وہ مسجد میں حالتِ جنابت میں بھی مسجد میں داخل ہو جایا کرتے تھے۔اور وجہ یہ تھی کہ مسجد ان کے راستے میں پڑتی تھی۔اور اس کے علاوہ کوئی اور راستہ تھا ہی نہیں۔

۹۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔

۱۰۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ نے ہمیں قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ: وہ اصحابِ شجرہ سے راضی ہو گیا۔کیا اس نے اس کے بعد ہمیں یہ بتایا ہے کہ وہ ان سے ناراض ہو گیا ہے؟

مزید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت

---

[1] کتاب کی عربی عبارت میں یہ الفاظ لکیروں کے درمیان یوں ہیں: --یعنی: فی کل مؤمن بعدی-. جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ مقولہ نہیں ہے، بلکہ کسی راوی کا تفسیری نوٹ ہے، اور یہاں یہ مطلب ہوگا کہ: میرے تبوک چلے جانے کے بعد باقی تمام مومنین کے لیے آپ میرے خلیفہ ہو۔(مترجم)

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں اس کی گردن اڑادوں، تو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: تمہیں کیا خبر، یقیناً اللہ نے اہل بدر کو خوب اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا تھا: تم جو چاہے عمل کرو، میں نے یقیناً تمہاری مغفرت کردی ہے۔

حضور ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مغفور قرار دینا:

(۲۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں ہارون بن عبداللہ حمال بغدادی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن عبداللہ بن زبیر اسدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے علی بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے عبداللہ بن سلمہ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم انہیں کہہ لو تو تمہاری مغفرت ہوجائے، باوجود اس کے کہ تم پہلے ہی بخشے بخشائے ہو۔ (وہ کلمات یہ ہیں):

لا إله إلا الله الحليم الكريم لا إله إلا هو العليُّ العظيم سبحان الله ربُّ السمٰوات السبع ورب العرش الكريم ، الحمد لله رب العالمين.

اس حدیث میں ابواسحاق سے اختلاف ہوجانے کا ذکر:

(۲۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن عثمان بن حکیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے علی نے حدیث بیان کی، (اور وہ علی بن صالح بن حی ہے جو حسن بن صالح کے بھائی ہیں)۔ انہوں نے ابو اسحاق ہمدانی سے انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے عبداللہ بن مسلمہ سے اور

Marfat.com

انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم انہیں کہہ لو گے تو اللہ تمہاری مغفرت کر دے، اس کے باوجود کہ تمہاری بخشش ہو چکی ہے، تم یوں کہا کرو:

لا إلـه إلا الله الحليم الكريم، لا إله إلا هو العليُّ العظيم سبحان الله رب السمٰوات السبع ورب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين.

(۲۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں صفوان بن عمرو نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے احمد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: فرمایا: آسانی (یا وسعت) حاصل کرنے کے کلمات یہ ہیں:

لا إلـه إلا الله الحليم الكريم، سبحان الله ربِّ السمٰوات السبع ورب العرش العظيم، والحمد لله رب العالمين.

(۲۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن عثمان بن حکیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابوغسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی روایت (یعنی خالد کی حدیث روایت) کی ہے۔

(۲۹) امام نسائی نے کہا: مجھے علی بن محمد بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے

Marfat.com

خلف بن تمیم نے کہا: انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابواسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تم انہیں کہہ لوگے تو تمہاری مغفرت کردی جائے گی، اگرچہ تمہاری بخشش ہو چکی ہے۔ (وہ کلمات یہ ہیں):

لا إلـه إلا الله الـعليّ العظيم لا اله الله الحليم الكريم،
سبحـان الله ربّ الـعرش الـعظيـم، الحمد لله رب العالمين.

(۳۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں حسین بن حریث نے خبردی، انہوں نے کہا: ہم سے فضل بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے حسین بن واقد سے، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے حارث سے، اورانہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے: کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ جب تم وہ دعا مانگو تو تمہاری مغفرت کردی جائے، اگرچہ تم بخشے جاچکے ہو، میں نے عرض کیا: ضرور بتلائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

لا إلـه إلا الله العلي العظيم، لا إله إلا الله الحليم الكريم،
لا إله إلا الله، سبحان الله رب العرش العظيم.

ابوعبدالرحمٰن (یعنی امام نسائی) نے کہا: ابواسحاق نے حارث سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں، اور یہ ان چار میں سے نہیں ہے، اورہم نے اس کا ذکر صرف اسی لیے کیا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ اس میں حسین بن واقد نے اسرائیل اورعلی بن صالح کی

Marfat.com

مخالفت کی ہے۔

اور حارث اعور حدیث میں کوئی خاص مقام نہیں رکھتا، اور عاصم بن ضمرہ اس سے زیادہ اچھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل کو ایمان کے معاملے میں آزما لیا ہے:

(۳۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے اسود بن عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شریک نے حدیث بیان کی، انہوں نے منصور سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا کہ:

قریش کے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور عرض کیا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کے پڑوسی اور حلیف اور مددگار ہیں، اور ہمارے غلاموں میں سے کچھ آپ کے پاس آ گئے ہیں، جنہیں دین کی کوئی رغبت ہے اور نہ فقہ کی، وہ تو بس ہماری جاگیروں اور مال و جائیداد سے بھاگ کر آئے ہیں، آپ انہیں ہمیں لوٹا دیں۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ان لوگوں نے سچ کہا ہے، کیونکہ یہ آپ کے پڑوسی اور حلیف ہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا: ان لوگوں نے سچ کہا ہے۔ یہ آپ کے پڑوسی اور حلیف ہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، پھر فرمایا: اے قریش کی جماعت! اللہ کی

Marfat.com

قسم! اللہ یقیناً تم پر، تمہیں میں سے ایک آدمی بھیجے گا، جس کے دل کے ایمان کا اللہ تعالیٰ امتحان کر چکا ہے، وہ دین کی بنیاد پر تم سب کی پٹائی کرے گا، یا تم میں سے بعض کی پٹائی کرے گا۔

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ میں ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: تو کیا وہ میں ہوں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ وہ شخص ہے جو جوتا سی رہا ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جوتا دیا تھا جسے وہ سی رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدایت اور ثابت قدمی کی دعا:

(۲۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو البختری سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، اور میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے ایسی قوم کی طرف بھیجا ہے جن کے ہاں نئے نئے واقعات پیش آئیں گے، حالانکہ میں ابھی نوعمر لڑکا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

اللہ تمہارے دل کو ہدایت دے گا، اور تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھے گا۔

چنانچہ اس کے بعد کبھی بھی فریقین کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے میں شک میں مبتلا نہیں ہوا۔

اس خبر کے راویوں کے الفاظ میں اختلاف کا ذکر:

(۳۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں علی بن خشرم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے ابوالبختری سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا، تو میں نے عرض کیا: آپ مجھے ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں جو مجھ سے عمر میں بڑی ہے، تو میں ان کے درمیان فیصلہ کیسے کیا کروں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد کبھی بھی فیصلہ کرنے میں مجھے مشکل پیش نہیں آئی۔

(۳۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابومعاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے ابوالبختری سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن والوں کی طرف بھیجا تاکہ میں ان میں فیصلے کیا کروں، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے فیصلہ کرنے کا طریقہ نہیں آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مارا، اور دعا دی: اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت دے اور اس کی زبان کو سیدھا رکھ۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چنانچہ اس کے بعد میں کسی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں شک کا شکار نہیں ہوا، حتے کہ میں اس مجلس میں بیٹھا ہوں۔

امام نسائی کہتے ہیں: اس حدیث کو شعبہ نے عمرو بن مرہ سے، اور انہوں نے ابوالبختری سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے براہ راست سنا تھا۔

امام نسائی نے کہا: ابوالبختری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔

(۳۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحیٰی بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شریک نے حدیث بیان کی، انہوں نے سماک بن حرب سے، انہوں نے حنش بن معتمر سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے فرمایا:

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے یمن بھیجا حالانکہ میں ابھی نوعمر تھا، تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے ایک تجربہ کار قوم کی طرف بھیج رہے ہیں تاکہ میں ان کے درمیان فیصلے کروں جبکہ میں ابھی نوعمر ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا، پھر ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے دل کو ہدایت دیں گے، اور تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھیں گے۔ اے علی! جب دو فریق تمہارے پاس آ کر بیٹھیں، تو تم ان دونوں کے درمیان اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ دوسرے کی بات بھی ویسے ہی نہ سن لو جیسا کہ پہلے کی بات سنی ہے۔ جب یوں کرو گے تو فیصلہ کرنا تم پر واضح ہو جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد مجھ پر کوئی فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوا۔

Marfat.com

اس حدیث میں ابواسحاق پر اختلاف کا ذکر:

(۳۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے حارثہ بن مضرّب سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف بھیجا، تو میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی قوم کی طرف جو مجھ سے عمر رسیدہ ہے، بھیج رہے ہیں تاکہ میں ان میں فیصلے کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھے گا۔

شیبان نے اسے ابواسحاق سے، انہوں نے عمرو بن حبشی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۳۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا، ہم سے محمد بن علاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے معاویہ بن ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے شیبان سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے عمرو بن حبشی سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ انہوں نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے تجربہ کار بوڑھوں کی طرف بھیج رہے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ میں صحیح فیصلہ نہ کرسکوں گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھے گا اور تمہارے دل کو ہدایت دے گا۔

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد فرمانے کا ذکر کہ: مجھے علی کے دروازے کے علاوہ ان سب دروازوں کے بند کرنے کا حکم ملا ہے:

(۳۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن بشار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے میمون ابو عبداللہ سے، اور انہوں نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے (گھروں کے) دروازے مسجد میں کھلتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ سب دروازے، سوائے علی کے دروازے کے بند کر دو۔

اس بات پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر ارشاد فرمایا: اما بعد: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ علی کے دروازے کے علاوہ باقی سب دروازے بند کر دوں۔ اب اس معاملے میں تم میں سے باتیں کرنے والے باتیں کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو اسے بند کیا ہے اور نہ ہی اسے کھولا ہے۔ مجھے تو بس ایک حکم دیا گیا ہے جس کی انجام دہی کر رہا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد فرمانے کا ذکر کہ: نہ تو میں نے اسے داخل کیا ہے اور نہ تمہیں نکالا ہے، بلکہ اللہ نے اسے داخل کیا اور تمہیں نکالا ہے:

(۳۹) امام نسائی نے کہا: میں نے محمد بن سلیمان لوین پر پڑھا، انہوں نے ابن عیینہ سے، انہوں نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی سے، انہوں نے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص سے، انہوں نے اپنے والد صاحب سے (اور ایک مرتبہ

انہوں نے اپنے والد صاحب سے، کے الفاظ نہیں بولے) روایت کیا، انہوں نے کہا: ہم نبی اکرم ﷺ سے پاس تھے اور آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ جب وہ داخل ہوئے تو وہ لوگ نکل گئے، پھر جب وہ نکل گئے تو باہم ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے: اللہ کی قسم! انہوں نے ہمیں نہ تو نکالا ہے، اور نہ ہی اسے داخل کیا ہے؟ چنانچہ وہ واپس لوٹے اور پھر داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے نہ تو اسے داخل کیا ہے، اور نہ تمہیں نکالا، بلکہ اللہ نے اسے داخل کیا، اور تمہیں نکالا ہے۔

(۴۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن یحییٰ کوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے علی بن قادم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن شریک سے، انہوں نے حارث بن مالک سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں مکہ آیا اور سعد بن ابی وقاص سے ملا تو میں نے پوچھا: کیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی منقبت سنی ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک رات ہمارے میں منادی کی گئی کہ: مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی آل، اور علی کی آل کے علاوہ جو بھی ہے وہ نکل جائے۔ کہتے ہیں: ہم نکل گئے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کے چچا آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے اصحاب اور چچاؤں کو نکال دیا اور اس نوجوان بچے کو رہنے دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے خود تو تمہیں نکلنے اور اس نوجوان بچے کو رہنے کا حکم نہیں دیا، اس کا حکم تو اللہ نے دیا ہے۔

امام نسائی کہتے ہیں: فطر نے عبداللہ بن شریک سے، انہوں نے عبداللہ بن

رقیم سے، اور انہوں نے سعد سے روایت کیا ہے کہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ نے ہمارے دروازے بند کروا دیے، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ بند نہیں کروایا! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو میں نے ان دروازوں کو کھولا ہے اور نہ ہی میں نے انہیں بند کیا ہے۔

امام نسائی نے کہا: عبداللہ بن شریک کچھ نہیں ہے۔ اور حارث بن مالک کو میں نہیں جانتا، اور نہ ہی عبداللہ بن رقیم کا مجھے کچھ پتہ ہے۔

(۴۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ بجستانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسباط نے حدیث بیان کی، انہوں نے فطر سے، انہوں عبداللہ بن رقیم سے اور انہوں نے سعد سے روایت کرتے ہوئے ایسے ہی حدیث بیان کی۔

(۴۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مسکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو بلج سے، انہوں نے عمرو بن میمون سے، اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (اور ابو بلج: یحییٰ بن سلیم ہے) کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں کھولے گئے دروازے بند کرنے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیے گئے۔

(۴۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا:: ہم سے یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے وضاح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلے تمام دروازے بند کردیے گئے۔ چنانچہ وہ مسجد میں حالتِ جنابت میں داخل ہوتے تھے، اور وہی ان کا راستہ تھا، اس کے علاوہ ان کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدرومنزلت:

(۴۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں بشر بن ہلال بصری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے جعفر نے حدیث بیان کی (اور یہ جعفر ابن سلیمان ہیں) انہوں نے کہا: ہم سے حرب بن شداد نے حدیث بیان کی، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے، انہوں نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا کہ انہوں ارشاد فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا گئے، تو لوگوں نے ان کے بارے میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تنگ آ گئے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ رہنے کو ناپسند کیا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئے، حتیٰ کہ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے، اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مدینہ میں مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا، حتیٰ کہ کہنے والوں نے یہ کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے تنگ آ گئے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ رہنے کو ناپسند کیا ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! میں نے تمہیں پیچھے اپنے گھر والوں کا خلیفہ بنایا تھا۔ کیا تم اس پر راضی اور خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے نسبت وہی ہو جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۴۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں قاسم بن زکریا بن دینار کوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبدالسلام نے حدیث

بیان کی، انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے، اور انہوں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: تمہاری مجھ سے نسبت وہی ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

(۴۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو مصعب نے حدیث بیان کی، کہ دراوردی نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے محمد بن صفوان جمحی سے، انہوں نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی اور خوش نہیں ہو کہ نبوت کے علاوہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

(۴۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا،: ہمیں ابو مصعب نے خبر دی، انہوں نے دراوردی سے روایت کیا، انہوں نے ہاشم بن قاسم سے روایت کیا، انہوں نے سعید بن مسیب سے اور انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مشایعت کے لیے نکلے، تو رو پڑے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! کیا تم اس بات سے راضی اور خوش نہیں ہو کہ نبوت کے علاوہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

اس حدیث میں محمد بن منکدر پر اختلاف ہونے کا ذکر:

(۴۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن

Marfat.com

یزید انصاری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے داود بن کثیر الرقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے سعید بن میسب سے اور انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ سے ارشاد فرمایا: تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۴۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں صفوان بن عمرو نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے احمد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد العزیز بن ابی سلمة ماجشون نے حدیث بیان کی، انہوں نے محمد بن منکدر سے روایت کی، انہوں نے کہا: سعید بن میسب نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے خبر دی، کہ انہوں نے اپنے والد صاحب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اس کے کہ اب کوئی نبوت نہیں ہے۔

سعید کہتے ہیں: مجھے اس روایت پر اطمینان نہیں ہوا حتیٰ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور کہا: ایک حدیث جو آپ کے بیٹے نے آپ کے واسطے سے روایت کی ہے، تو انہوں نے فرمایا: کون سی حدیث؟ اور مجھے جھڑک دیا۔ تو میں نے کہا: اس طرح تو میں بات نہیں کرونگا۔ تو انہوں نے کہا: اے بھتیجے! بات کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ یہ بات کہتے سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں، اور اپنے کانوں کی طرف اشارہ کیا، اور کہا، ورنہ ان کی سماعت چلی جائے۔ میں نے یقیناً انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

امام نسائی نے کہا: یوسف بن ماجشون نے اس کا خلاف کیا ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

انہوں نے یہ حدیث محمد بن منکدر سے، انہوں نے سعید سے، انہوں نے عامر بن سعد سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا ہے۔

اور علی بن زید بن جدعان نے عامر بن سعد سے روایت کرنے میں یوسف بن ماجشون کی متابعت کی ہے۔

(۵۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن ابی الشوارب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں ہے علی بن زید سے، انہوں نے سعید بن میتب سے، انہوں نے عامر بن سعد سے، اور انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ: اے علی! تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سعید کہتے ہیں: میں نے چاہا کہ میں اس حدیث کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ سن لوں، چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور عرض کیا: یہ کیسی حدیث ہے جو عامر نے مجھے آپ کی جانب سے سنائی ہے؟ تو انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈال لیں اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے (اپنے ان دونوں کانوں سے) سنا ہے، ورنہ ان دونوں کی سماعت چلی جائے۔

امام نسائی کہتے ہیں! اس حدیث کو شعبہ نے روایت کیا ہے علی بن زید سے، انہوں نے عامر بن سعد کا تذکرہ نہیں کیا۔

(۵۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن وہب حرانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے مسکین بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان

کی، انہوں نے علی بن زید سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن مسیب کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے سنا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا: تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

پہلی مرتبہ میں انہوں نے یہ نقل کیا کہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا): میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ میں نے پھر اس کے بعد دوبارہ پوچھا تو کہا: (کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا): کیوں نہیں، کیوں نہیں۔

امام نسائی نے کہا: عبدالعزیز بن ماجشون نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے سعید بن میسب، اورانہوں نے ابراہیم بن سعد...... اس واسطے سے جو روایت نقل کی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ ان کی اس روایت میں کسی نے ان کی متابعت کی ہو۔ ہاں یہ بات ہے کہ ابراہیم بن سعد نے اس روایت کو اپنے والد صاحب سے نقل کیا ہے۔

(۵۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن بشار بصری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن جعفر غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے سعد بن ابراہیم سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد کو حدیث بیان کرتے سنا، وہ اپنے والد صاحب سے، اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہے کہ تمہاری مجھ سے ایسی ہی نسبت ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

(۵۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن سعد بن ابراہیم بن سعد بغدادی نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھ سے میرے چچا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے میرے والد

صاحب نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابن اسحاق سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھ سے محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت یہ فرماتے سنا تھا جب کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنے گھر والوں کے پاس پیچھے چھوڑا تھا کہ: کیا تم اس بات سے راضی اور خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے ایسی ہی نسبت ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔ ہاں یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

امام نسائی نے کہا: یہ حدیث ''عامر بن سعد عن ابیہ'' کے واسطے سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور یہ سعید بن میسب کی حدیث کے علاوہ ہے۔

(۵۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو بکر حنفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے بکیر بن مسمار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عامر بن سعد کو یہ کہتے سنا کہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ: علی بن ابی طالب کو برا بھلا کہنے سے تجھے کیا چیز روکتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں انہیں ہرگز اس وقت تک برا بھلا نہ کہوں گا، جب تک کہ مجھے ایسی تین چیزیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھیں۔ اور اگر ان تین میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو میرے لیے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بہتر ہے اس وقت تک میں انہیں برا بھلا نہ کہوں گا جب تک کہ مجھے یہ یاد ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، ان کے دونوں بیٹوں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کو ایک چادر کے نیچے داخل کیا، پھر کہا: اے میرے رب! یہ میرے اہل، اور میرے گھر والے ہیں۔

Marfat.com

اور میں انہیں اس وقت تک انہیں برا بھلا نہیں کہہ سکتا جب تک مجھے یہ یاد ہے کہ: جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک غزوہ میں پیچھے چھوڑا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ﷺ نے مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے نسبت ایسے ہی ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں بس یہ ہے کہ: میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔

اور میں انہیں اس وقت تک انہیں برا بھلا نہیں کہہ سکتا جب تک مجھے یہ خیبر کا دن یاد ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: میں یہ جھنڈا یقیناً ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور اللہ اس کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ہم انتظار کرنے لگے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی کہاں ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ: ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہیں بلاؤ۔ چنانچہ لوگوں نے انہیں بلایا، اور آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں (اپنے دست مبارک سے) لعاب دہن لگایا، پھر انہیں ایک جھنڈا عطا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

راوی کہتے ہیں: اللہ کی قسم! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد مدینہ سے نکلنے تک ایک حرف بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نہیں کہا۔

(۵۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو مصعب نے خبر دی، انہوں نے دراوردی سے، انہوں نے جعید سے روایت کیا، انہوں نے عائشہ سے روایت کیا، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا ہے کہ:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، حتیٰ کہ ثنیۃ الوداع مقام تک آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تبوک کا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شکوہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس سے راضی اور خوش نہیں کہ نبوت کے علاوہ تمہاری مجھ سے نسبت ویسی ہی ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔

(۵۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن بشار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے حکم سے، انہوں نے مصعب بن سعد سے، اور انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر پیچھے چھوڑ دیا تھا، تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تمہاری مجھ سے نسبت ایسے ہی ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں بس یہ ہے کہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

امام نسائی نے کہا: لیث نے اس کے خلاف بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ: عن الحکم عن عائشه بنت سعد.

(۵۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں حسن بن اسماعیل بن سلیمان مصیصی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں مطلب نے خبر دی، انہوں نے لیث سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے عائشہ بنت سعد سے، اور انہوں نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ

ارشاد فرمایا تھا: تمہیں مجھ سے ایسی ہی نسبت حاصل ہے جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں بس یہ ہے کہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

امام نسائی نے کہا: شعبہ زیادہ بڑے حافظ ہیں، اور لیث ضعیف ہیں، اور حدیث کو عائشہ نے روایت کیا ہے۔

(۵۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو مصعب نے خبر دی، انہوں نے دراوردی سے، انہوں نے جعید سے، انہوں نے عائشہ سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ ثنیۃ الوداع تک آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تبوک کا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شکوہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس سے راضی اور خوش نہیں کہ نبوت کے علاوہ تمہاری مجھ سے نسبت ویسی ہی ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی۔

(۵۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں فضل بن سہل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد زبیری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے حمزۃ بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے والد صاحب سے، انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے نکلے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے نسبت ایسی ہی ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں بس یہ ہے کہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں عبداللہ بن شریک پر اختلاف ہو جانے کا ذکر:

(٦٠) امام نسائی نے کہا: ہمیں قاسم بن زکریا بن دینار کوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے فطر نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن شریک سے روایت کیا، انہوں نے عبداللہ بن رقیم الکنانی سے، اور انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تمہیں مجھ سے ایسی ہی نسبت حاصل ہے جیسی حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسی علیہ السلام سے حاصل تھی۔

اسرائیل نے کہا: عن عبداللہ بن شریک، عن الحارث بن مالک، عن سعد.

(٦١) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن یحییٰ کوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے علی بن قادم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن شریک سے، اور انہوں نے حارث بن مالک سے روایت کیا، اور کہا کہ: سعد بن مالک نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سرخ اونٹنی پر غزوہ کے لیے نکلے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے مدینہ میں چھوڑ دیا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونے کے لیے اپنی سرخ اونٹنی کی رکاب میں پیر رکھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش کا گمان یہ ہے کہ: آپ نے مجھے پیچھے اس لیے چھوڑا ہے، کہ آپ نے مجھے بوجھ سمجھا ہے، اور میرے ساتھ ہونے کو آپ نے ناپسند کیا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بہ آوازِ بلند کہا: کیا تم میں ہر کسی کا کوئی خاص قریبی نہیں ہے؟ اے ابوطالب کے بیٹے! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہاری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی؟ ہاں یہ ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

Marfat.com

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہوں۔

(۶۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے موسیٰ جہنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، تو میرے ساتھی نے ان سے عرض کیا: کیا آپ کو اپنے والد صاحب کے بارے میں کوئی بات یاد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھ سے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

تمہاری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہے جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں یہ ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۶۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے جعفر بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے موسیٰ جہنی سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا کو ملا ہوں، اور اس وقت ان کی عمر اسی سال تھی۔ تو میں نے ان سے عرض کیا: کیا آپ کو اپنے والد صاحب کے بارے میں کچھ یاد ہے؟ تو کہنے لگیں: نہیں، لیکن مجھے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: اے علی! تمہاری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہے جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں یہ ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۶۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن عثمان بن حکیم اودی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے حسن بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے موسیٰ جہنی سے، انہوں نے فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہما سے، اور انہوں نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تمہاری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہے جیسی حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ ہاں یہ ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

بھائی چارے کا بیان:

(۶۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن یحییٰ بن عبداللہ نیشاپوری اور احمد بن عثمان بن حکیم نے خبر دی، (الفاظ محمد بن یحییٰ کے ہیں) فرمایا: ہم سے عمرو بن طلحہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسباط نے حدیث بیان کی، انہوں نے سماک سے، انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے: یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَفَائِن مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ

کیا اگر وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا جائیں، یا شہید کر دیے جائیں، تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟

(آل عمران: آیت: ۱۴۴)

اللہ کی قسم ہمیں جب اللہ نے ہدایت دی ہے تو ہرگز ہم ایڑیوں کے بل نہ پھریں گے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ وفات پا جائیں، یا شہید کر دیے جائیں، تو میں بھی اسی بات پر لڑتا رہوں گا جس بات پر آپ لڑے تھے، حتیٰ کہ میں مر جاؤں یا شہید کر دیا جاؤں۔ اللہ کی قسم! میں ان کا بھائی، اور ان کا دوست، ان کا وارث، اور ان کا چچا زاد بھائی ہوں، میرے علاوہ اور کون مجھ سے زیادہ ان کا حق دار ہے؟

(۶۶) ربیعہ بن ناجذ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اپنے چچا کو چھوڑ کر، اپنے چچا زاد کے وارث کیسے بنے؟ تو

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا، (یا یہ فرمایا کہ: بلایا) پھر ان کے لیے ایک مُد کھانا تیار کیا، اور فرمایا: کھاؤ۔ چنانچہ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سب سیر گئے، اور کھانا اتنا ہی بچا ہوا تھا جتنا کہ تھا، گویا کہ کسی نے اسے چھوا تک نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کا چھوٹا برتن منگوایا، اوران سب نے پیا، حتیٰ کہ وہ سب سیراب ہو گئے، اور پینے کی چیز اب بھی اتنی ہی باقی تھی جیسے کسی نے اسے چھوا تک نہ ہو۔ یا جیسے کسی نے اسے بالکل نہ پیا ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنی عبدالمطلب! میں تمہاری طرف تو خاص طور سے بھیجا گیا ہوں، اور باقی تمام لوگوں کی طرف عام دعوت دے کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ نشانی جو ابھی ظاہر ہوئی، تم دیکھ ہی چکے ہو، تو تم میں سے کون اس بات پر میری بیعت کرتا ہے کہ: وہ میرا بھائی، میرا ساتھی، میرا وارث اور میرا وزیر ہوگا؟ تو کوئی بھی نہ اٹھا، تو میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اور میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا، ہر مرتبہ میں ہی اٹھا، اور آپ یہی ارشاد فرماتے رہے: بیٹھ جاؤ۔ حتیٰ کہ تیسری مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: تم ہی میرے بھائی اور میرے ساتھی اور میرے وارث اور میرے وزیر ہو۔ تو اسی وجہ سے اپنے چچا کو چھوڑ کر میں اپنے چچازاد کا وارث بنا ہوں۔

(٦٧) سلیمان جہنی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے سنا: میں اللہ کا بندہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ میرے سوا جو بھی یہ کہے گا وہ پکا جھوٹا اور مفتری ہوگا۔ تو ایک آدمی نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ تو وہ دم گھٹ کر مر گیا، اور اسے اٹھا کر لے جایا گیا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ علی مجھ سے، اور میں اس سے ہوں:

(۶۸) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اور وہ ہر مؤمن کے دوست ہیں۔

اس حدیث میں ابواسحاق پر اختلاف ہوجانے کا ذکر:

(۶۹) حبشی بن جنادہ سلولی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

شریک نے کہا: میں نے ابواسحاق سے پوچھا: یہ حدیث آپ نے ان سے کہاں سنی؟ تو کہنے لگے: وہ یہاں میرے پاس کھڑے تھے اور مجھے یہ حدیث بیان کی تھی۔

اسے اسرائیل نے روایت کیا، اور یوں سند بیان کی: عن أبی إسحاق، عن البراء.

(۷۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبیداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے، اور انہوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی، انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

اسے قاسم بن یزید جرمی نے اسرائیل سے روایت کیا ہے، اور انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے ہبیرہ اور ہانی سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۷۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن حرب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے

Marfat.com

قاسم بن یزید جرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے روایت کیا، انہوں نے ہبیرہ بن مریم اور ہانی بن ہانی سے اور ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ: ارشاد فرمایا:

جب ہم مکہ سے لوٹنے لگے، تو حضرت حمزہ کی بیٹی پکارنے لگیں: اے چچا! اے چچا! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اٹھا لیا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو اپنے پاس رکھو، چنانچہ انہوں نے اسے اٹھا لیا۔ پھر اس بچی کے (لینے) بارے میں حضرت علی اور حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما باہم جھگڑنے لگے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں زیادہ حق دار ہوں، کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے چچا کی بیٹی بھی ہے، اور اس کی خالہ میری بیوی بھی ہے۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا، اور ارشاد فرمایا: خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم مجھ سے ہو، اور میں تم سے ہوں۔

اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم شکل وشباہت اور اخلاق میں میرے جیسے ہو۔

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے زید! تم ہمارے بھائی اور مولا ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان: علی میرے جیسے ہیں:

(۷۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں عباس بن محمد دوری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے احوص بن جواب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے یونس بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے زید بن یثیع سے، اور انہوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنو ولیعہ (حضرموت کے بادشاہ) کو چاہیے کہ باز آجائیں،

Marfat.com

ورنہ میں ان کی طرف بالکل اپنے جیسا آدمی بھیجوں گا، میرے حکم کو ان پر نافذ کرے گا، اوران سے خوب جنگ کرے گا، اور بچوں کو قید کرے گا۔

حضرت ابو ذر ﷺ فرماتے ہیں: مجھے اس وقت ہی گھبراہٹ ہوئی جب پیچھے سے حضرت عمر ﷺ نے مجھے چیونٹی کاٹی، اور کہا: اس سے کون مراد ہے؟ تو میں نے کہا: نہ تو تم مراد ہو، اور نہ ہی تمہارے ساتھی مراد ہیں، تو کہنے لگے: پھر کون مراد ہے؟ تو میں نے کہا اکرم ﷺ کا ارشاد: تم میرے منتخب کردہ اور میرے امانت دار (یعنی قابلِ بھروسہ) ہو۔

(۷۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن ابی عمر واور ابو مروان نے خبر دی، ان دونوں نے کہا: ہم سے عبد العزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے یزید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الہاد سے، انہوں نے محمد بن نافع بن عجیر سے اور انہوں نے حضرت علی ﷺ سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی! جہاں تک تمہارا تعلق ہے، تو تم میرے منتخب کردہ اور قابلِ بھروسہ (سیکرٹری) ہو۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: میری جانب سے ادائیگی یا تو میں خود کروں گا یا علی کریں گے:

(۷۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، نہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے حبشی بن جنادۃ سلولی سے حدیث بیان کی کہ:

انہوں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، اور میرے ذمہ (واجب رقم) کی ادائیگی میرے اور علی کے سوا کوئی نہ کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو براءت نامہ دے کر بھیجنا:

(۷۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن بشار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عفان اور عبدالصمد نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہم سے حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے سماک بن حرب سے، اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے براءت نامہ دے کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا، پھر انہیں واپس بلا لیا، اور ارشاد فرمایا: یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ: میری جانب سے یہ براءت نامہ ایسا شخص لے کر جائے جو میرے اہل بیت میں سے ہو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں دے دیا۔

(۷۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں عباس بن محمد دوری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابونوح نے حدیث بیان کی، اور ابونوح کا نام عبدالرحمٰن بن غزوان قراد ہے، انہوں نے یونس بن ابی اسحاق سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے زید بن یثیع سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف (معاہدے سے) براءت (کا خط) دے کر بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اور ان سے فرمایا: ان سے وہ خط لے لینا، اور تم لے کر اہل مکہ کے پاس جانا۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان کے پاس پہنچا، ان سے وہ خط لے لیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دل شکستہ واپس ہوئے، اور آکر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا

Marfat.com

میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، بات صرف یہ ہے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ یا تو میں اسے خود پہنچاؤں، یا میرے گھر والوں میں سے کوئی پہنچائے۔

(۷۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسباط نے حدیث بیان کی، انہوں نے فطر سے، انہوں نے عبداللہ بن شریک سے، انہوں نے عبداللہ بن رقیم سے، اور انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو (معاہدے سے) براءت (کا خط) دے کر بھیجا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اور انہوں نے ان سے وہ خط لے لیا، اور وہ خط لے کر آگے گئے۔ تو اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دل شکستگی محسوس کی۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: میری بات کو یا تو میں خود ہی پہنچاؤں گا، یا کوئی میرا آدمی پہنچائے گا۔

(۷۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابوقرہ موسیٰ بن طارق کے پاس پڑھا، انہوں نے ابن جریج سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوزبیر سے، اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے عمرہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ چنانچہ ہم ان کے ساتھ گئے۔ حتیٰ کہ جب ہم مقام عرج (مکہ و مدینہ کے درمیان ہے) میں پہنچے، اور (لوگوں کو) صبح کی نماز کے لیے بلا لیا گیا، اور آپ تکبیر کہنے کو کھڑے ہوئے ہی تھے کہ

Marfat.com

اپنے پیچھے سے اونٹوں کے بولنے کی آواز سنی۔ تو آپ تکبیر کہنے سے رک گئے۔ اور ارشاد فرمایا: یہ تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے بولنے کی آواز ہے۔ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حج کرنے کی رائے بن گئی ہو، اور شاید آپ ﷺ ہی ہوں، تو ہم آپ کے ساتھ ہی نماز پڑھیں گے۔ پھر جب دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: امیر بن کر آئے ہو یا پیغام بر بن کر؟

انہوں نے جواب دیا: نہیں، بس پیغام بر ہی ہوں۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے براءت کا خط دے کر بھیجا ہے جسے حج کے مواقف میں لوگوں کو سناؤں گا۔

پھر ہم مکہ آ گئے۔ پھر یوم ترویہ سے ایک دن قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے، تو انہیں ان کے مناسکِ حج کے بارے میں بتایا۔ حتیٰ کہ جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور لوگوں کو براءت کا خط آخر تک پڑھ کر سنایا، پھر ہم ان کے ساتھ نکلے، حتیٰ کہ عرفہ کا دن آ گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ دیا، اور انہیں ان کے مناسک کے بارے میں بتایا، حتیٰ کہ جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور لوگوں کو براءت کا خط آخر تک پڑھ کر سنایا۔ پھر قربانی کا دن آ گیا۔

چنانچہ جب ہم وقوفِ عرفہ سے واپس منیٰ آئے۔ اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس آئے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں خطبہ دیا، اور انہیں ان کے منیٰ واپس لوٹنے اور قربانی کرنے اور مناسک کے بارے میں بتایا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور لوگوں کو براءت کا خط آخر تک پڑھ کر سنایا۔

پھر جب نکلنے کا پہلا دن آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر

Marfat.com

لوگوں میں خطبہ دیا، اور انہیں بتایا کہ وہ کیسے نکلیں گے اور کیسے کنکریاں ماریں گے، چنانچہ انہیں ان کے مناسک سکھلائے۔ جب وہ خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور لوگوں کو براءت کا خط آخر تک پڑھ کر سنایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے:

(۷۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابوعوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے سلیمان سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوطفیل سے، اور انہوں نے زید بن ارقم سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج وداع سے لوٹے اور غدیر خم (خم کے تالاب) کے پاس پڑاؤ ڈالا، تو بڑے درختوں کی صفائی کا حکم دیا، چنانچہ صفائی کر دی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گویا کہ میرا بلاوا آ گیا ہے، اور میں اس کا استقبال کروں گا۔ میں یقیناً تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے: اللہ کی کتاب، اور اپنے قریبی رشتہ دار، جو کہ میرے اہل بیت ہیں میرے بعد ان دونوں کا خیال سے دھیان رکھنا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہرگز علیحدہ نہ ہوں گی حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر آئیں گی۔ پھر ارشاد فرمایا: اللہ ہی میرا دوست ہے۔ اور میں ہر مومن کا دوست ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور ارشاد فرمایا:

جس کا میں دوست ہوں، یہ بھی اس کا دوست ہے، اے اللہ! جو اسے دوست رکھے، تو اسے دوست رکھ، اور جو اس سے عداوت رکھے، تو اس سے عداوت رکھ۔

ابوطفیل کہتے ہیں: میں نے زید سے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

یہ سنا ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ان درختوں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے اپنی دونوں آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا نہ ہو، اور اپنے دونوں کانوں سے سنا نہ ہو۔

(۸۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن علاء نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو معاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے سعد بن عبیدۃ سے، انہوں نے ابن بریدہ سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دستے میں بھیجا، اور ہمارا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ پھر جب ہم واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا: تمہاری اپنے ساتھی (یعنی امیر) کے ساتھ رہنے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ پھر یا تو میں نے کوئی شکایت بیان کی، یا کسی اور نے ان کی کوئی شکایت بیان کی۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا، حالانکہ میں اکثر نیچے ہی دیکھا کرتا تھا، تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہو رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔

(۸۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد الملک بن ابی غنیۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے حکم سے، انہون سعید بن جبیر سے، اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھ سے بریدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے ان کے رویے میں بے رخی دیکھی۔ چنانچہ جب میں لوٹا تو اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے بریدہ! جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔

Marfat.com

(۸۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں ابو داود نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد الملک بن ابی غنیۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے حکم نے حدیث بیان کی، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کا سفر کیا۔ میں نے ان کی طبیعت میں کچھ بے رخی (یا سختی) پائی۔ چنانچہ (جب) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، اور ان کی کچھ کمی کوتاہی بیان کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مؤمنین کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا دوست میں ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔

(۸۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے نصر بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد اللہ بن داود نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبد الواحد بن ایمن سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کی ہے، کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے۔

(۸۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے خبر دی، انہوں نے عون سے، اور انہوں نے میمون ابو عبد اللہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: زید بن ارقم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، اور اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مؤمن کی جان سے

Marfat.com

زیادہ اس کے قریب ہوں؟ تو سب نے کہا: کیوں نہیں، ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہر مؤمن کی جان سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں دوست ہوں، تو یہ بھی اس کا دوست ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

(۸۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن یحییٰ بن عبداللہ نیشاپوری اور احمد بن عثمان بن حکیم اودی نے خبر دی، ان دونوں نے کہا: ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہانی بن ایوب نے خبر دی، انہوں نے طلحہ ایامی سے روایت کیا انہوں نے کہا: ہم سے عمیرہ بن سعد نے حدیث بیان کی کہ: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا، جب کہ وہ رحبہ کے مقام پر (یہ قادسیہ کے قریب کوفہ سے ایک مرحلہ کے فاصلے پر واقع ایک بستی کا نام ہے) لوگوں کو یاد دلاتے ہوئے کہہ رہے تھے: کہ کس نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کا میں دوست ہوں، تو علی بھی اس کے دوست ہیں۔ تو دس سے کچھ زائد آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کی گواہی دی۔

(۸۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق سے روایت کیا، انہوں نے کہا: میں نے سعید بن وہب سے سنا، انہوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے پانچ یا چھ آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ: رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ: جس کا میں دوست ہوں، تو علی بھی اس کے دوست ہیں۔

(۸۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں علی بن محمد بن علی نے خبر دی، جو کہ مصیصہ مقام کے قاضی تھے، انہوں نے کہا: ہم سے خلف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے

Marfat.com

اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے سعید بن وہب نے حدیث بیان کی کہ: ان کے پاس والے چھ آدمی کھڑے ہو گئے۔

اور زید بن یثیع نے کہا: میرے ساتھ والے چھ آدمی کھڑے ہو گئے، پھر انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کا میں دوست ہوں، تو علی بھی اس کے دوست ہیں۔

(۸۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں ابوداود نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عمران بن ابان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شریک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابواسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے زید بن یثیع سے روایت کیا، انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: میں ہر آدمی کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، (کہ وہ کھڑا ہو جائے) اور اصحاب محمد ﷺ میں ہر اس شخص کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے غدیر خم (یعنی خم کے تالاب) والے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: جس کا میں دوست ہوں، تو علی بھی اس کا دوست ہے، اے اللہ! جو اس سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ، اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔

تو منبر کی جانب سے چھ آدمی کھڑے ہو گئے، اور چھ آدمی دوسری جانب سے کھڑے ہو گئے، اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔

شریک نے کہا: میں نے ابواسحاق سے کہا: کیا آپ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں، سنا ہے۔

ابوعبدالرحمٰن نسائی کہتے ہیں: عمران بن ابان حدیث میں قوی نہیں ہے۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد: میرے بعد علی ہر مؤمن کا دوست ہے:

(۸۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے جعفر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے یزید سے، انہوں نے مطرف بن عبد اللہ سے، اور انہوں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور اسکا امیر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بنایا، پس وہ اس دستے میں چلے گئے اور ایک باندی (مالِ غنیمت میں سے) اپنے پاس رکھ لی۔ اس پر بعض لوگوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے چار صحابہ نے آپس میں معاہدہ کیا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے ملیں گے تو انہیں اس کی خبر دیں گے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

اور مسلمان جب سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے ملا کرتے تھے۔ چنانچہ لوگ آپ ﷺ کو سلام کرتے اور اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف چلے جاتے۔

جب دستہ واپس آیا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا، پھر ان چار میں سے ایک کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ علی نے یوں یوں کیا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا، اور اس نے بھی یہی بات دھرائی، پھر تیسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی بات کہی، پھر چوتھا کھڑا ہوا اور ان جیسی بات ہی کہی۔

تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور غصہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہا تھا، اور ارشاد فرمایا: تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کا دوست ہے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کا فرمان: میرے بعد علی تمہارے دوست ہیں:

(۹۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں واصل بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے ابن فضیل سے، انہوں نے اجلح سے، انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، اور ارشاد فرمایا: اگر تم دونوں کہیں اکٹھے ہو جاؤ، تو تمام لوگوں کے امیر علی ہوں گے۔ اور اگر دونوں لشکر علیحدہ علیحدہ رہیں تو تم دونوں میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ امیر ہوگا۔

چنانچہ اہلِ یمن کے قبیلہ بنو زبید سے ہمارا آمنا سامنا ہوا، اور مسلمان، مشرکین پر غالب آئے۔ اور ہم نے خوب لڑائی کی، اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیدیوں میں سے ایک باندی اپنے لیے خاص چن لی، تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ لکھ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی کچھ باتیں کروں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے یہ خط حضور اکرم ﷺ کو دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں باتیں کرنے لگا، تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔

میں نے عرض کیا: یہ تو پناہ پکڑنے کی جگہ ہے۔ آپ نے مجھے ایک آدمی کے ساتھ بھیجا تھا اور مجھے اس کی اطاعت کا حکم دیا تھا، تو میں نے وہی کچھ پہنچایا ہے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بریدہ! علی کی شان میں ہرگز تنقیص نہ کرنا، کیونکہ علی مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں۔ اور میرے بعد یہی تمہارا دوست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: جس نے علی کو برا بھلا کہا، اس نے یقیناً مجھے برا بھلا کہا:

(۹۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں عباس بن محمد دوری نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے ابو عبداللہ جدلی سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، تو انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا جاتا ہے، تو میں نے عرض کیا: سبحان اللہ، یا کہا: معاذ اللہ، (یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے؟)

تو فرمانے لگیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: جس نے علی کو برا بھلا کہا، یا گالی دی، یقیناً اس نے مجھے برا بھلا کہا، یا مجھے گالی دی۔

(۹۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ بن واصل بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے جعفر بن عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے شقیق بن ابی عبداللہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: ہم سے ابوبکر بن خالد بن عرفطہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں دیکھا، تو انہوں نے مجھے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو! کہتے ہیں: میں کہا: ہم نے ایسا کیا تھا۔ تو انہوں نے کہا: شاید تو نے بھی انہیں برا بھلا کہا؟ میں نے عرض کیا: معاذ اللہ، تو کہنے لگے: ان کو ہرگز برا بھلا نہ کہنا، اگر میرے سر پر آرا رکھ کر بھی مجھ سے کہا جائے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہوں، تو میں ہرگز نہ کہوں گا۔ اس کے بعد کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے سو سنا ہے۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی ترغیب، اوران سے دشمنی پر وعید:

(۹۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں ہارون بن عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے مصعب بن مقدام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے فطر بن خلیفہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوطفیل سے روایت کی۔

اور ہمیں ابو داود نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے فطر نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر لوگوں کو جمع کیا، اور فرمایا: میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ہر اس شخص کو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غدیرِ خُم کے دن جو کچھ بھی سنا تھا، (کھڑا ہو جائے)۔ تو کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیرِ خُم والے دن ارشاد فرمایا تھا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں مؤمنین کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہوں؟ اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا: جس کا میں دوست ہوں، تو علی بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! اس کو دوست رکھ جو اسے دوست رکھے، اور اس سے دشمنی رکھ، جو اس سے دشمنی رکھے۔

ابوطفیل نے کہا: پھر میں نکلا، اور میرے جی میں اس بارے میں کچھ کھٹک تھی، لہذا میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملا، اور انہیں اس بات کی خبر دی، تو فرمانے لگے: تو کیا تم اسے اوپرا سمجھ رہے ہو؟ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔

اس روایت کے الفاظ ابوداود کے ہیں۔

(۹۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھ سے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابراہیم نے حدیث بیان

Marfat.com

کی، انہوں نے کہا: ہم سے معن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے مہاجر بن مسمار سے، انہوں نے عائشہ بنت سعد اور عامر بن سعد سے، اور انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں خطبہ دیا، اور ارشاد فرمایا:

حمد وثناء کے بعد: اے لوگو! میں تمہارا دوست ہوں۔ تو لوگوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اونچا کیا، پھر ارشاد فرمایا: یہ میرا دوست ہے، اور میری طرف سے ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ اللہ اسے دوست رکھے گا جو اسے دوست رکھے گا، اور اسے دشمن رکھے گا جو اس سے دشمنی کرے گا۔

(۹۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن عثمان بصری ابوالجوزاء نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن عثمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے موسیٰ بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے مہاجر بن مسمار سے، انہوں نے عائشہ بنت سعد سے، اور انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، پھر خطبہ دیا، اللہ کی حمد وثنا کی، پھر ارشاد فرمایا: کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ میں تمہاری جانوں سے زیادہ تمہارے قریب ہوں؟ تو سب نے جواب دیا: جی ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے سچ فرمایا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اونچا کیا، اور ارشاد فرمایا: میں جس کا دوست ہوں، یہ بھی اس کا دوست ہے، اور یقیناً اللہ اسے دوست بنائے گا جو اسے دوست رکھے گا، اور اس سے دشمنی رکھے گا، جو اس سے دشمنی رکھے گا۔

(۹۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے یعقوب بن جعفر بن

ابی کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے مہاجر بن مسمار سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: مجھے عائشہ بنت سعد نے خبر دی، انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھے، جبکہ آپ مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غدیرِ خُم پہنچے تو لوگوں کو کھڑا کر دیا۔ پھر جو آگے جا چکا تھا وہ واپس آ گیا، اور جو پیچھے رہ گیا تھا، وہ ان سے آ ملا۔ جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا میں نے (نبوت و رسالت کے فرائض و احکام) پہنچا دیئے؟ تو سب بولے: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ اس بات کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارا دوست کون ہے؟ تو سب بولے: اللہ اور اس کا رسول۔ تین مرتبہ یہی کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما، اور انہیں کھڑا کیا، پھر ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کا رسول جس کا دوست ہے، تو یہ بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ جو اس سے دوستی رکھے، اور تو اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔

محبانِ علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا اور دشمنانِ علی رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا:

(۹۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں نضر بن شمیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبدالجلیل بن عطیہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے میرے والد صاحب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: لوگوں میں سے کوئی شخص مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا، حتیٰ کہ میں قریش کے

Marfat.com

ایک شخص کو صرف اسی وجہ سے محبوب رکھتا تھا کہ وہ شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت بغض رکھتا تھا۔

چنانچہ ایک مرتبہ اس شخص کو چند گھڑسواروں پر امیر بنا کر کہیں بھیجا گیا، تو میں بھی اس کے ساتھ ہو گیا، اور میں اس کا ساتھی صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض کی وجہ سے بنا تھا۔ اس نے بطور مالِ غنیمت کے چند قیدی گرفتار کیے۔ تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ کسی شخص کو ان کے پاس بھیج دیں جو مال کا خمس حصہ نکال لیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ اور قیدیوں میں ایک نوجوان باندی بھی تھی جو تمام قیدیوں سے اچھی اور خوب صورت تھی۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کا خمس نکالا تو وہ نوجوان باندی خمس میں چلی گئی۔ پھر خمس نکالا تو وہ اہل بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آ گئی۔ پھر اس مال کا پانچواں حصہ کیا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آل کے حصے میں آئی۔

(کچھ دیر کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے تھے۔ تو ہم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے اس نوجوان باندی کو نہیں دیکھا تھا؟ پہلے وہ خمس میں آئی، پھر وہ اہل بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آئی، پھر علی کی آل کے حصے میں آئی۔ تو میں نے اس سے حاجت پوری کی ہے۔

تو اس شخص نے یہ سب واقعہ خط میں لکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ فرمایا، اور مجھے اپنے اس خط کا تصدیق کنندہ بنا کر بھیجا تا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کہی ہوئی بات کی تصدیق بھی کروں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: کیا تو علی سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے بغض نہ رکھ۔ اور اگر تو اس سے محبت رکھتا ہے تو اس سے اور

Marfat.com

زیادہ محبت رکھ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! علی کی آل کا خمس میں جو حصہ بنتا ہے وہ اس نوجوان باندی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! اس حدیث کے بیان کرنے میں میرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میرے والد صاحب کے علاوہ اور کوئی راوی نہیں ہے۔

(۹۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں حسین بن حریث مروزی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے فضل بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے سعید بن میتب سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا: میں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ (ہر وہ شخص کھڑا ہو جائے) جس نے غدیرِ خُم والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: یقیناً اللہ میرا دوست ہے اور میں مومنین کا دوست ہوں۔ اور جس کا میں دوست ہوں، تو اس کا یہ بھی دوست ہے۔ اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ جو اس سے دوستی رکھے۔ اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔ اور اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے۔

کہتے ہیں: پھر سعید نے کہا: میرے پہلو کی جانب سے چھ آدمی کھڑے ہو گئے۔

اور زید بن یثیع نے کہا: میرے پاس سے بھی چھ آدمی کھڑے ہوئے۔

عمرو ذومر نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے سے میں محبت کرتا ہوں، اور ان سے بغض رکھنے والے سے میں بغض رکھتا ہوں۔

(۹۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں علی بن محمد بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے خلف بن تمیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے

Marfat.com

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے عمرو ذی مر سے روایت کی، کہا: میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب وہ رحبہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو واسطہ دے کر کہہ رہے تھے: تم میں سے کس نے غدیرِ خُم والے دن وہ کچھ سنا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا؟ تو کئی لوگ کھڑے ہو گئے، اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تھا کہ فرما رہے تھے: جس کا میں دوست ہوں، یقیناً علی بھی اس کا دوست ہے، اے اللہ! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے، اور اس سے دشمنی رکھ، جو اس سے دشمنی رکھے۔ اور اسے محبوب رکھ جو اسے محبوب رکھے، اور اس سے بغض رکھ جو اس سے بغض رکھے، اور اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے۔

مؤمن و منافق کے درمیان فرق:

(۱۰۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں ابو کریب محمد بن علاء کوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو معاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عدی بن ثابت سے، انہوں نے زر بن حبیش سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا، اور انسان کو جلا بخشی، یہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے کیا ہوا عہد ہے کہ: مجھ سے محبت صرف مؤمن ہی رکھے گا، اور مجھ سے بغض صرف منافق ہی رکھے گا۔

(۱۰۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں واصل بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے وکیع نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عدی بن ثابت سے، انہوں نے زر بن حبیش سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ: مؤمن ہی مجھ سے محبت کرے گا، اور مجھ سے

Marfat.com

بغض صرف منافق ہی رکھے گا۔

(۱۰۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے خبر دی، انہوں نے عدی سے، اور انہوں نے زر سے روایت کیا کہ: انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے عہد ہے کہ: تجھ سے صرف مؤمن ہی محبت کرے گا، اور تجھ سے منافق ہی بغض رکھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضرب المثل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنا:

(۱۰۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن معین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو حفص ابار نے حدیث بیان کی، انہوں نے حکم بن عبدالملک سے، انہوں نے حارث بن حصیرۃ سے، انہوں نے ابو صادق سے، انہوں نے ربیعہ بن ناجد سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! تم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہود نے ان سے اس قدر بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی والدہ مکرمہ پر بہتان تک لگا دیا۔ اور نصاریٰ نے انہیں محبوب بنایا، حتیٰ کہ انہیں ایسے درجہ پہ جا بٹھایا جس کے وہ اہل نہ تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ:

(۱۰۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسماعیل بن مسعود بصری نے خبر دی، انہوں نے کہا:

Marfat.com

ہم سے خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے علاء سے روایت کی، انہوں نے کہا: ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں میں سے تھے جو جنگِ بدر میں پیٹھ پھیر کر بھاگے، لیکن اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ ان سے بعد ازاں معمولی غلطی سرزد ہوگئی تو لوگوں نے ان کو قتل ہی کر دیا۔ پھر اس شخص نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو ارشاد فرمایا:

ان کے بارے میں نہ پوچھو، کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے قربِ منزلت کو نہیں دیکھتے۔

(۱۰۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں ہلال بن علاء بن ہلال نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے حسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے زہیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے علاء بن عرار سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اور عرض کیا: آپ ہمیں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو یہ ان کا گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے (ایک) ہے۔ اور اس کے سوا میں تمہیں اور کوئی بات نہیں کہتا۔

اور باقی رہی بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی، تو ان سے احد کی لڑائی میں ایک بڑی خطا کا صدور ہو گیا تھا، جسے اللہ نے معاف کر دیا تھا۔ پھر ان سے ایک چھوٹی سی غلطی تمہارے درمیان صادر ہوگئی، اور تم نے انہیں قتل کر کے ہی چھوڑا۔

(۱۰۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان رہاوی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبیداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث

Marfat.com

بیان کی، انہوں ابو اسحاق سے، انہوں نے علاء سے، اور انہوں نے عرار سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اس وقت پوچھا جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تشریف فرما تھے، تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو تم ان کے متعلق نہ ہی پوچھو۔ اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جو قدر و منزلت تھی اسی کو دیکھ لو۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے گھر کے علاوہ کسی اور کا گھر نہیں ہے۔

اور باقی رہی بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تو انہوں نے جنگِ بدر میں ایک بڑی غلطی کا ارتکاب کیا تھا، پھر اللہ نے انہیں معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کر دی، اور زمانہ خلافت میں ان سے ایک چھوٹی سی غلطی ہوئی، تو تم نے انہیں قتل کر کے ہی چھوڑا۔

(۱۰۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسماعیل بن یعقوب بن اسماعیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن موسیٰ بن اعین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے میرے والد صاحب نے حدیث بیان کی، انہوں نے عطاء سے، اور انہوں نے سعد بن عبیدہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے ارشاد فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہ پوچھو، بس ان کے گھر کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے معاملہ ہی دیکھ لو۔ اس نے کہا: میں ان سے بغض رکھتا ہوں! تو انہوں نے اسے بد دعا دی کہ اللہ تجھ سے بغض رکھے۔

(۱۰۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں ہلال بن علاء بن ہلال نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے حسین بن عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے زہیر نے حدیث

Marfat.com

بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابواسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: عبد الرحمٰن بن خالد نے قثم بن عباس سے پوچھا: حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وارث کہاں سے بن گئے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لانے والے تھے، اور ہم میں سے سب سے زیادہ آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے والے تھے۔

امام نسائی نے کہا: زید بن ابی انیسہ نے اس کے خلاف نقل کیا ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: عن خالد بن قثم.

(۱۰۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں ہلال بن علاء نے خبر دی، انہوں نے کہا: میرے والد صاحب نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبیداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے زید بن ابی انیسہ سے، انہوں نے ابواسحاق سے، اور انہوں نے خالد بن قثم سے روایت کی ہے کہ: ان سے پوچھا گیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ میں کون سی ایسی خصوصیت تھی کہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کے وارث بنے، جب کہ آپ کے دادا جان ان کے وارث نہیں بنے، حالانکہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے؟ تو انہوں نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم میں سے سب پہلے حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے والے تھے، اور ہم میں سب سے زیادہ آپکی صحبت میں رہنے والے تھے۔

(۱۱۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبدہ بن عبدالرحیم المروزی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن ابی اسحاق نے خبر دی، انہوں نے عیزار بن حریث سے، اور انہوں نے نعمان بن بشیر سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت چاہی، تو اُنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا، اور وہ کہہ رہی

Marfat.com

تھیں: اللہ کی قسم! مجھے پکا پتہ چل گیا کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے والد صاحب سے زیادہ محبوب ہیں، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی طرف تھپڑ مارنے کے لیے بڑھے، اور فرمایا: او فلانی کی بیٹی! میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی کر رہی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑ لیا، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غصہ ہو کر باہر نکل گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! میرے بارے میں کیا خیال ہے، تمہیں اس آدمی سے بچا لیا کہ نہیں؟

پھر کچھ دیر بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دوبارہ حاضری کی) اجازت چاہی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں صلح ہو چکی تھی، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے سلامتی کی حالت میں بھی داخل ہونے دو، جیسا کہ تم نے مجھے لڑائی میں داخل ہونے دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے ایسے کر لیا۔ (یعنی ہم نے اجازت دے دی)

(۱۱۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن آدم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن ابی غنیۃ نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد صاحب سے، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے جمیع بن عمیر سے روایت کیا، انہوں نے کہا: میں اپنی والدہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اور میں ان دنوں بچہ تھا۔ پھر میں نے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں نے ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب کوئی مرد نہیں دیکھا۔ اور ان کی عورت سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی۔

(۱۱۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد العزیز بن خطاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن اسماعیل بن رجاء زبیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق شیبانی سے، اور انہوں نے جمیع بن

Marfat.com

عمیر سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ میں نے اپنی والدہ کو سنا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پردہ کے پیچھے سے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ تو انہوں نے فرمایا: تم مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہو کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ کوئی اور مرد محبوب ہو، اور نہ ہی ان کی بیوی سے زیادہ کسی خاتون کو جانتی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہو۔

(۱۱۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابراہیم بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شاذان نے حدیث بیان کی، انہوں نے جعفر احمر سے، انہوں نے عبداللہ بن عطاء سے، اور انہوں نے ابن بریدہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: ایک آدمی میرے والد صاحب کے پاس آیا، اور ان سے پوچھا: لوگوں میں کون سا شخص، اور عورتوں میں کون سی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

امام نسائی نے کہا: عبداللہ بن عطاء حدیث میں کچھ قوی نہیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہونے، سوال کرنے اور سکوت کرنے کے وقت کی قدر و منزلت کا ذکر:

(۱۱۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن وہب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے ابو عبدالرحیم نے حدیث بیان کی،

انہوں نے کہا: مجھ سے زید بن ابی انیسہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے حارث سے، انہوں نے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے، اور انہوں نے عبداللہ بن نجی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا: میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہوا کرتا تھا۔ اگر تو وہ نماز پڑھ رہے ہوتے، تو تسبیح کہہ دیتے، اور میں داخل ہو جاتا، اور اگر وہ نماز نہ پڑھ رہے ہوتے، تو مجھے اجازت دے دیتے اور میں داخل ہو جایا کرتا۔

(۱۱۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن عبید اور ابو کامل نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا: ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عمارہ بن قعقاع نے حدیث بیان کی، انہوں نے حارث عکلی سے، انہوں نے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر سے، اور انہوں نے عبداللہ بن نجی سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سحری کا کچھ وقت میں نے مقرر کر رکھا تھا جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا۔ اگر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہوتے تو سبحان اللہ کہتے، تو یہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے اجازت دینا ہوتا تھا۔ اور اگر نماز میں مصروف نہ ہوتے تو مجھے اندر آنے کا کہہ دیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں مغیرہ پر اختلاف واقع ہونے کا ذکر:

(۱۱۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن قدامہ مصیصی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی، انہوں نے مغیرہ سے، انہوں نے حارث سے، اور انہوں نے ابوزرعہ بن عمرو سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم سے عبداللہ بن نجی نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ، انہوں نے فرمایا: سحری کے وقت میرا کچھ خاص وقت مقرر تھا جس میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا،

Marfat.com

اور جب میں (درِ اقدس پر) حاضر ہوتا تو اجازت چاہتا، اگر تو میں آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کہہ دیا کرتے، چنانچہ میں (گھر میں) داخل ہو جایا کرتا۔ اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فارغ پاتا تو وہ مجھے اجازت دے دیا کرتے تھے۔

(۱۱۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبید بن محمد کوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے مغیرہ سے روایت کیا، انہوں نے حارث عکلی سے اور انہوں نے ابن نجی سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے دو وقت تھے۔ ایک تو دن کا، دوسرا رات کا وقت تھا۔ چنانچہ جب میں رات کو جایا کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا سا کھانس دیا کرتے۔

امام نسائی نے کہا: اس کی سند میں شرحبیل بن مدرک نے اختلاف کیا ہے، اور ان کے قول: تنحنح میں ان کی موافقت کی ہے۔

(۱۱۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں قاسم بن زکریا بن دینار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو اسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے شرحبیل بن مدرک جعفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن نجی حضرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کی، اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لوٹے والے (خادم) کہلاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا ایک خصوصی تعلق تھا جو تمام مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہ تھا۔ چنانچہ میں ہر سحری میں ان کے پاس آیا کرتا، (بلند آواز سے) سلام کہتا، اگر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑا سا کھانستے، تو میں اپنے گھر واپس چلا جاتا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھر میں داخل ہو جاتا۔

(۱۱۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن بشار نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھ سے ابو مساور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن ہند جملی سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا، تو مجھے عطا کرتے، اور جب میں خاموش ہوتا تو میرے ساتھ (بات کی) ابتدا خود فرماتے۔

(۱۲۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو معاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے ابوالبختری سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں جب بھی سوال کرتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا کرتے؛ اور جب میں خاموش رہتا تو (بات کرنے میں) مجھ ہی سے ابتدا کی جاتی۔

(۱۲۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں یوسف بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے حجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابن جریج سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابوحرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسود، اور ایک دوسرے شخص سے، اور انہوں نے زاذان سے روایت، ان دونوں نے کہا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتا، مجھے دیا جاتا، اور جب میں خاموش رہتا، تو مجھ ہی سے بات شروع کی جاتی۔

امام نسائی نے کہا: ابن جریج نے ابوحرب سے نہیں سنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چڑھنا:

(۱۲۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن حرب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے اسباط نے حدیث بیان کی، انہوں نے نعیم بن حکیم مدائنی سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم

سے ابو مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا، حتیٰ کہ ہم کعبہ کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھے، اور میں انہیں لے کر کھڑا ہوا۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے میرے ضعف کو دیکھا تو فرمایا: بیٹھ جاؤ، چنانچہ میں بیٹھ گیا، تو اللہ کے نبی ﷺ نیچے اتر آئے، اور میرے لیے نیچے بیٹھ گئے، اور ارشاد فرمایا: میرے کندھوں پر چڑھ جاؤ۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھ گیا، رسول اللہ ﷺ مجھے لے کر کھڑے ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یوں خیال ہو رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے افق تک پہنچ جاؤں۔ پھر میں کعبہ پر چڑھا، اور اس پر پیتل اور تانبے کی مورتیاں تھیں، چنانچہ میں لگاتار کوشش کرنے لگا، تاکہ اسے دائیں بائیں، آگے، آپ کے سامنے اور پیچھے، کسی بھی سمت ہٹا کر گرا دوں۔ حتیٰ کہ جب میں نے اس کو قابو میں کر لیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے اکھاڑ دو، چنانچہ میں نے اسے اکھاڑ پھینکا۔ اور اسے ایسے توڑ پھوڑ دیا جیسے کہ شیشے کے برتن توڑ دیے جاتے ہیں۔ پھر میں نیچے اتر آیا، پھر میں اور رسول اللہ ﷺ دونوں چلے، اور ہم ایک دوسرے سے دوڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے، حتیٰ کہ ہم گھروں میں چھپ گئے۔ اور یہ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی شخص ہمیں ملنے نہ آجائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ خصوصیات جو اولین و آخرین کو نہ ملیں، مثلاً، جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح ہونا، جو حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں:

Marfat.com

(۱۲۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں حسین بن حریث نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں فضل بن موسیٰ نے خبر دی، انہوں نے حسین بن واقد سے، انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے پیغام بھجوایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ عمر میں چھوٹی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھجوایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔

(۱۲۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسماعیل بن مسعود نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے حاتم بن وردان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ایوب سختیانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو یزید مدنی سے، اور انہوں نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصتی میں شریک تھی۔ جب صبح ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، تو ام ایمن نے دروازہ کھولا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اُمِّ ایمن! میرے بھائی کو بلاؤ۔ تو وہ کہنے لگیں: وہ آپ کا بھائی بھی ہے، اور آپ اس کا نکاح بھی (اپنی بیٹی سے) کر رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، اے ام ایمن۔ اور عورتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لی، تو وہ سب ایک طرف ہو گئیں۔ اسماء کہتی ہیں: میں بھی ایک کونے میں چھپ گئی۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی، اور ان پر کچھ پانی چھڑکا۔ پھر ارشاد فرمایا: فاطمہ کو میرے پاس بلاؤ۔ تو حضرت فاطمہ آئیں (گویا) حیاء کی ایک چادر آئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں نے تیرا نکاح اپنے اہلِ بیت میں سب سے زیادہ محبوب سے کیا ہے۔ اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ اور ان پر بھی کچھ پانی چھڑکا۔ جب

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے، تو کالی سی چیز دیکھی، تو پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا: میں اسماء ہوں۔ تو آپ ﷺ نے کہا: کیا عمیس کی بیٹی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی رخصتی میں شریک ہو کر اس کا اکرام کر رہی تھیں؟ تو میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ کہتی ہیں: تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دعا دی۔

سعید بن ابی عروبہ نے اس روایت سے مختلف روایت بیان کی ہے، چنانچہ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے عکرمہ سے، اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۲۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن صدران نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے سہیل بن خلاد عبدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن سواء نے حدیث بیان کی، انہوں نے سعید بن ابی عروبہ سے، انہوں نے ایوب سختیانی سے، انہوں نے عکرمہ سے، اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی، تو جو چیزیں ان کے ساتھ ہدیۃً بھیجی تھیں وہ یہ تھیں: کھجور کے بان کی بنی ہوئی چارپائی، اور ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور ایک مشکیزہ۔

فرمایا: وہ بطحاء مقام کی ریت لائے اور اسے گھر میں بچھا دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: جب تم اسے (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو) لے آؤ، تو میرے آنے تک ان کے پاس نہ جانا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، تو دروازہ کھٹکھٹایا، تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا باہر نکلیں۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا میرا بھائی یہیں ہے؟ تو انہوں نے

Marfat.com

عرض کیا: وہ آپ کے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں، آپ نے تو اپنی بیٹی کی شادی ان سے کردی ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ یقیناً میرا بھائی ہی ہے۔ پھر ان کے (یعنی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) پاس آئے، اور ان سے کہا: تم اللہ کے رسول کی بیٹی کے اکرام کے لیے یہاں آئی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اور فرمایا: اچھا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہودیوں کی یہ عادت تھی کہ شادی کے بعد مرد کو اپنی دلہن کے پاس جانے سے (بذریعہ جادو) روک دیتے تھے۔

راوی کہتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی کا ایک کٹورا منگوایا، اور اس میں کچھ تھتکارا، اور اس پر تعوّذ پڑھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور اس پانی میں سے کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے، سینے اور بازوؤں پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، تو وہ رسول اللہ ﷺ سے حیا کی وجہ سے اپنے کپڑے میں ڈگمگاتی ہوئی آئیں، تو آپ ﷺ نے ان پر بھی ایسے ہی پانی چھڑکا۔ پھر ان سے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے مقدور بھر اپنے رشتہ داروں میں سے بہترین کے ساتھ تمہاری شادی کی ہے۔ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔

(۱۲۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمران بن بکار بن راشد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے احمد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن ابی نجیح سے، اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ان کی تین خصوصیات میں سے صرف ایک ہی مل جاتی، تو یہ مجھے ہر اس چیز سے بہتر معلوم ہوتا جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

Marfat.com

اگر مجھے یہ بات حاصل ہوتی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس وقت ارشاد فرمائی تھی، جب انہیں غزوۂ تبوک سے واپس بھیجا تھا، کہ: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے ویسی ہی نسبت ہو جیسی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ البتہ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ محبوب تھی کہ مجھے وہ سب مل جائے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے وہ کہا ہوتا جو خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ اس کے ہاتھوں فتح عطا کرے گا، اور وہ بھاگ جانے والا نہیں ہے"۔ تو یہ بات بھی مجھے اس سے زیادہ محبوب تھی کہ مجھے وہ سب مل جائے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہوتا، ایسی بیٹی کی وجہ سے جس کی مجھ سے اولاد بھی ہوتی، ویسی جیسی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے، تو یہ بات بھی مجھے اس سے زیادہ محبوب تھی کہ مجھے وہ سب مل جائے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں:

(۱۲۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن بشار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو سلمہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے ان سے کچھ کہا، تو رونے لگیں، پھر وہ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر چپکے سے ان سے کچھ کہا، تو وہ ہنسنے لگیں۔

Marfat.com

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی، تو میں نے ان سے پوچھا، تو انہوں نے کہا: جب میں (پہلی مرتبہ) آپ ﷺ کی طرف جھکی تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ وہ اس مرض الموت میں ہی وفات پا جائیں گے، تو میں رونے لگی۔ پھر جب میں دوبارہ آپ ﷺ کی طرف جھکی تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ: اہل بیت میں سب سے پہلے میں آپ ﷺ سے جاملوں گی، اور یہ کہ میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے سوا سب جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ تو میں نے (یہ سن کر) سر اٹھایا اور ہنس پڑی۔

(۱۲۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں ہلال بن بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے موسیٰ بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ہاشم بن ہاشم نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن وہب سے روایت کی ہے کہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور چپکے سے ان سے کچھ کہا تو وہ رونے لگیں، پھر ان سے کوئی بات کی تو وہ ہنس پڑیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی، تو میں نے ان سے اُس رونے اور ہنسنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی کہ وہ وفات پا جائیں گے تو میں رو پڑی۔ پھر مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے بعد جنت کی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنس پڑی۔

(۱۲۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی، انہوں نے یزید سے، انہوں نے عبدالرحمن بن ابو نعیم سے، اور انہوں

Marfat.com

نے ابو سعید سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اور مریم بنت عمران کو چھوڑ کر، فاطمہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اُمت کی عورتوں کی سردار ہیں:

(۱۳۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن منصور نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے زبیری محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو جعفر نے حدیث بیان کی، اور ان کا نام محمد بن مروان ہے۔ انہوں نے کہا: مجھ سے ابو حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: ایک دن دو پہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس آنے میں بہت دیر کی، جب سہ پہر ہوئی تو ہم میں سے کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (آج کا دن) ہم پر بہت گراں گزرا ہے، ہم نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آسمان کے ایک فرشتے نے مجھے کبھی نہ دیکھا تھا، تو اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت چاہی، تو اس نے مجھے خبر دی اور بشارت سنائی ہے کہ: میری بیٹی فاطمہ میری امت کی عورتوں کی سردار ہے۔ اور حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(۱۳۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہم سے زکریا نے حدیث بیان کی، انہوں نے فراس سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے مسروق سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ: انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی چال چلتی ہوئی آئیں، جیسی چال رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی! مرحبا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا پھر چپکے سے ان سے کوئی بات کی تو وہ رو پڑیں، تو میں نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تو خاص تمہی سے بات کی، اور تم رو رہی ہو؟ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ ان سے کوئی بات چپکے سے کی، تو وہ ہنس پڑیں۔

میں نے کہا: آج جیسا دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا جس میں خوشی، غم سے اتنا قریب ہو۔ پھر میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کروں گی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں ان سے اسی بارے میں دوبارہ پوچھا، تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے چپکے سے مجھ سے کہا: حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اور اس سال انہوں نے دو مرتبہ مجھ سے قرآن کا دور کیا ہے۔ اور میرا یہی خیال ہے کہ: میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی تمہی ہوگی۔ اور میں تمہارے لیے پہلے جانے والا بہترین شخص ہوں۔

کہتی ہیں: اس بات پر میں رو پڑی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں، یا مؤمن عورتوں کی سردار بنو؟ کہتی ہیں اس پر میں ہنس پڑی۔

(۱۳۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن معمر بحرانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو داود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو عوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے فراس سے، انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے مسروق سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سبھی رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں، اور ہم میں سے کوئی عورت بھی پیچھے نہ رہی تھی، کہ حضرت

Marfat.com

فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی آئیں۔ اور اللہ کی قسم ان کی چال تو بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال جیسی تھی۔ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آگئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی! مرحبا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دائیں طرف، یا بائیں طرف بٹھایا، پھر چپکے سے ان سے کوئی بات کی، تو وہ بہت شدت سے رونے لگیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے چپکے سے کوئی بات کی، تو وہ ہنس پڑیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے تو میں نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خاص تمہی سے سرگوشی کی، اور تم رو رہی تھیں؟ مجھے بتاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا تھا؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا نہ کروں گی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، تو میں نے ان سے کہا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر جس کا بنایا ہوا میرا حق تم پر ہے، پوچھتی ہوں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا سرگوشی کی تھی؟ تو انہوں نے کہا: ہاں، اب تو بتا سکتی ہوں۔ پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ سرگوشی کی تھی کہ: حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اور اس سال انہوں نے دو مرتبہ قرآن کا دور کیا ہے۔ اور میرا خیال یہی ہے کہ میرا جانے کا وقت قریب آگیا ہے، تم اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی عورتوں کی، یا سارے عالم کی عورتوں کی سردار بنو؟ تو میں ہنس پڑی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشۂ رسول ہیں:

(۱۳۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی: انہوں نے کہا: ہم سے لیث نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے اور انہوں نے مسور بن مخرمہ سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے

Marfat.com

ہوئے سنا: بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو علی سے بیاہ دیں۔ میں اجازت نہیں دیتا۔ پھر کہتا ہوں: میں اجازت نہیں دیتا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ابوطالب کا بیٹا چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے، اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ وہ (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) یقیناً میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے۔ اور جو چیز اسے تکلیف پہنچاتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف پہنچاتی ہے۔

اس روایت کے ناقلین میں اختلافِ الفاظ کا ذکر:

(۱۳۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے بشر بن سری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے لیث بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ کو یہ کہتے سنا: میں نے مسور بن مخرمہ کو یہ کہتے سنا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں خطبہ دیتے ہوئے سنا، پھر فرمایا: بنو ہاشم نے مجھ سے یہ اجازت چاہی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو علی سے بیاہ دیں، اور میں اس کی اجازت نہیں دیتا، پھر کہتا ہوں: میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ علی میری بیٹی کو چھوڑ دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ پھر فرمایا: فاطمہ ٹکڑا ہے، یا فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے ایذا دیتی ہے، اور جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے۔ اور اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ بنتِ عدو اللہ اور بنتِ رسول اللہ کو ایک گھر میں جمع کرے۔

(۱۳۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں حارث بن مسکین نے خبر دی، اس طرح سے کہ ان کے سامنے پڑھا جا رہا تھا اور میں سن رہا تھا، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے عمرو

Marfat.com

سے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے اور انہوں نے مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔

(۱۳۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن خالد بن خلی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے بشر بن شعیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد صاحب سے، اور انہوں نے زہری سے روایت کیا، انہوں نے کہا: ہمیں علی بن حسین نے خبر دی کہ: انہیں مسور بن مخرمہ نے خبر دی کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

(۱۳۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن سعد بن ابراہیم بن سعد نے خبر دی، انہوں نے کہا: میرے چچا نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میرے والد صاحب نے ہم سے حدیث بیان کی، انہوں نے ولید بن کثیر سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن حلحلہ سے روایت کی کہ: انہوں نے ان سے کہا کہ: ان سے ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ: علی بن حسین نے ان سے کہا کہ: مسور بن مخرمہ نے کہا: میں ان دنوں بالغ ہو چکا تھا، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی منبر پر خطبہ دیتے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے صاحبزادوں کی نسبت سے چند خصوصیات کا ذکر: اور یہ کہ: حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما تو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں، اور یہ کہ: وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی دنیا کی بہاریں ہیں، اور یہ کہ: وہ دونوں

Marfat.com

حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سوا جنت کے تمام جوان لوگوں کے سردار ہیں:

(۱۳۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن بکار حرانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن مسلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابن اسحاق سے، انہوں نے یزید بن عبداللہ بن قیسط سے، انہوں نے محمد بن اسامہ بن زید سے اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! جہاں تک تمہاری بات ہے تو تم میرے داماد ہو، اور میرے بچوں کے باپ ہو۔ اور تم مجھ سے ہو، اور میں تم سے ہوں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: حسن اور حسین تو میرے بیٹے ہیں:

(۱۳۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں قاسم بن زکریا بن دینار نے خبر دی، انہوں نے کہا: خالد بن مخلد نے کہا: انہوں نے کہا: مجھ سے موسے بن یعقوب زمعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن زید بن مہاجر سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھے مسلم بن ابوسہل نبال نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے حسن بن اسامہ بن زید بن حارثہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے اسامہ بن زید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور کوئی چیز اوڑھے ہوئے تھے، اور مجھے نہیں پتہ کہ وہ کیا چیز تھی، پھر جب میں اپنی ضرورت کی بات عرض کر چکا، تو میں نے عرض کیا: یہ کیا چیز ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھے ہوئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھولا تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چپٹے ہوئے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ

دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔ (دوبارہ فرمایا) اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں:

(۱۴۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن منصور نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے یزید بن مردانبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابونعیم نے، اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(۱۴۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن اسماعیل بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے، انہوں نے ابن ابی نعیم سے، اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(۱۴۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن حرب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن فضیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے یزید سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی نعیم سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین یقیناً جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

راوی کہتے ہیں: اس قول میں استثناء نہیں فرمایا۔ (استثناء اگلی روایت میں ہے)

(۱۴۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم اور محمد بن آدم نے خبر دی،

Marfat.com

انہوں نے مروان سے، انہوں نے حکم بن عبدالرحمٰن سے، (اور وہ ابن ابی نعیم ہیں)، انہوں نے اپنے والد صاحب سے اور انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین میری خالہ کے بیٹے یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے علاوہ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حسن اور حسین میری دنیا کی بہاریں ہیں:

(۱۴۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اشعث نے حدیث بیان کی، انہوں نے حسن سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے روایت کی، انہوں نے یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم داخل ہوئے۔ اور کبھی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر لوٹ رہے تھے۔ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے تھے: (یہ دونوں) میری اس امت کی بہاریں ہیں۔

(۱۴۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے وہب بن جریر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد صاحب نے ان سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے محمد بن عبداللہ بن ابی یعقوب کو سنا، انہوں نے ابن ابی نعیم سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (بیٹھا) تھا، کہ ایک آدمی آیا اور ایک مچھر کے اپنے کپڑے میں لگے ہوئے خون کے بارے میں مسئلہ پوچھا، کہ کیا اس کے ساتھ نماز ادا کر لی جائے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو، تو اس نے کہا:

Marfat.com

میں عراق کا رہنے والا ہوں۔تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اس کی صفائی کون پیش کرتا ہے؟ مجھ سے ایک مچھر کے خون کے بارے میں پوچھتا ہے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: حسن اور حسین تو میری اس دنیا کی بہاریں ہیں۔

تم مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہو اور فاطمہ تم سے زیادہ محبوب ہے:

(۱۴۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن ابی عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے اپنے والد صاحب سے اور انہوں نے ایک آدمی سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے سنا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح کر دیا، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں آپ کو زیادہ محبوب ہوں یا وہ (یعنی حضرت فاطمہ) زیادہ محبوب ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہاری نسبت مجھے زیادہ محبوب ہے اور تم اس کی نسبت مجھے زیادہ عزیز ہو۔

میں نے (اللہ سے) جب بھی اپنے لیے کوئی چیز مانگی تو تمہارے لیے بھی مانگی ہے:

(۱۴۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ بن واصل بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے علی بن ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے منصور بن ابو الاسود نے حدیث بیان کی، انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے، انہوں نے سلیمان بن

Marfat.com

عبداللہ بن حارث سے، انہوں نے اپنے داداجان سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا:

میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی۔ چنانچہ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں لیٹا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے میرے پہلو کے ساتھ ٹیک لگالی، پھر اپنے کپڑے سے مجھے ڈھانپ دیا، پھر جب دیکھا کہ مجھے سکون ہو گیا ہے، تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ پھر جب اپنی نماز مکمل کر لی، تو تشریف لائے اور مجھ پر سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: اے علی! اٹھو، تم ٹھیک ہو گئے ہو۔ چنانچہ میں ایسے اٹھا جیسے میں اس سے پہلے کبھی بیمار ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب سے نماز میں جو چیز بھی مانگی ہے، وہ اللہ نے مجھے ضرور عطا کی ہے۔ اور میں نے جب بھی اپنے لیے کوئی چیز مانگی ہے تو تمہارے لیے ضرور مانگی ہے۔

ابوعبدالرحمٰن (یعنی امام نسائی) نے کہا: جعفر احمر نے اس سے مختلف نقل کی ہے، چنانچہ انہوں نے یوں روایت کیا: ’**عن يزيد بن أبي زياد، عن عبد الله بن الحارث، عن علي رضي الله عنه.**

(۱۴۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں قاسم بن زکریا بن دینار نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے جعفر احمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے، انہوں نے عبداللہ بن حارث سے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں بہت سخت بیمار ہو گیا، تو نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز مشغول ہو گئے، اور مجھ پر اپنے کپڑے کا کنارہ ڈال دیا، پھر ارشاد فرمایا: اے علی!

Marfat.com

اٹھو، تم ٹھیک ہو گئے ہو، تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے۔ میں نے جب بھی اپنے لیے کچھ مانگا ہے تو تمہارے لیے بھی ضرور مانگا ہے، اور میں نے جب بھی کوئی دعا مانگی ہے اسے قبول کر لیا گیا ہے۔ یا یہ فرمایا: مجھے عطا کر دیا گیا ہے۔ ہاں، بس یہ کہا گیا کہ: تمہارے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خاص دُعا:

(۱۴۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن حرب نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے قاسم بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے ناجیہ بن کعب اسدی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ کے بوڑھے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا ہے، انہیں مٹی کے نیچے کون دبائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور اپنے باپ کو مٹی کے نیچے دبا آؤ۔ اور میرے پاس (واپس) آنے تک کوئی اور نیا کام نہ کرنا (کہتے ہیں:) چنانچہ میں گیا، پھر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں غسل کروں۔ چنانچہ میں نے غسل کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی دعائیں دیں کہ جتنی خوشی ان سے ہوئی، روئے زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ سب مل کر بھی مجھے اتنا خوش نہ کر سکیں گے۔

(۱۵۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے ابو داود سے روایت کیا، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو معاذ فضیل نے خبر دی، انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ انہوں نے کہا: جب میں واپس لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایسا کلمہ کہا، جس

Marfat.com

کے بدلے میں ساری دنیا کا ملنا بھی مجھے پسند نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے گرمی اور سردی کی اذیت ختم ہونے کی دُعا:

(۱۵۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن یحییٰ بن ایوب بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ہاشم بن مخلد ثقفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میرے چچا ایوب بن ابراہیم نے ہم سے حدیث بیان کی کہ: محمد بن یحییٰ نے کہا (اور وہ میرے دادا ہیں) انہوں نے ابراہیم صائغ سے، انہوں نے ابواسحاق ہمدانی سے اور انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ شدید گرمی میں ہمارے پاس آئے تو ان کے جسم پر سردیوں کے کپڑے تھے، اور سردیوں میں ہمارے پاس آئے تو ان کے جسم پر گرمیوں کے کپڑے تھے، پھر انہوں نے پانی منگایا اور پیا۔ پھر اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔

جب عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اپنے والد صاحب کے پاس گئے تو کہا: ابا جان! کیا آپ نے دیکھا کہ امیر المؤمنین نے کیا کیا؟ ہمارے پاس سردیوں میں آئے اور ان کے جسم پر گرمیوں کے کپڑے تھے، اور ہمارے پاس گرمیوں میں آئے اور ان کے جسم پر سردیوں کے کپڑے تھے! تو حضرت ابو لیلیٰ نے کہا: کیا تم جاننا چاہتے ہو؟ اور اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کا ہاتھ پکڑا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، اور میری آنکھیں سخت دکھ رہی تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا۔ پھر ارشاد فرمایا: اپنی آنکھیں کھولو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو آج تک دوبارہ نہیں دکھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا کی، اور کہا: اے اللہ! گرمی اور سردی کا اثر اس سے دور کر دے۔ چنانچہ اس کے بعد سے آج تک نہ تو میں نے گرمی محسوس کی، اور نہ ہی کبھی سردی محسوس کی۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس امت پر سے بوجھ ہلکا کر دیا گیا:

(۱۵۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن عمار موصلی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے قاسم جرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے عثمان بن مغیرہ سے، انہوں نے سالم سے، انہوں نے علی بن علقمہ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً (سورۃ المجادلہ: آیت:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو تم کان میں بات کہنا چاہو رسول سے تو آگے بھیجو اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور بہت ستھرا پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: انہیں حکم دو کہ وہ صدقہ دیں۔ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کتنا صدقہ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دینار۔ تو انہوں نے عرض کیا: وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر آدھا دینار صدقہ دیں۔ تو انہوں نے پھر عرض کیا: وہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تو پھر کتنا صدقہ دے سکتے ہیں؟ تو عرض کیا: جو کا صدقہ کر سکتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: تم تو بہت کم قیمت ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت آخر تک نازل فرمائی:

"ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ. الخ

(سورۃ المجادلہ۔ آیت:۱۳)

ترجمہ: کیا تم ڈر گئے کہ آگے بھیجا کرو کان کی بات سے پہلے

Marfat.com

خیراتیں سو جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے معاف کر دیا تم کو تو اب
قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو اللہ کے اور اس کے
رسول کے اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میری وجہ سے اس امت سے بوجھ ہلکا کیا گیا۔

سب سے بڑے بدبخت کا ذکر:

(۱۵۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن وہب بن عبداللہ بن سماک بن ابی کریمہ حرانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن سلمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے یزید بن محمد بن خثیم سے، انہوں نے محمد بن کعب القرظی سے، انہوں نے محمد بن خثیم سے اور انہوں نے عمار بن یاسر سے روایت کی، انہوں نے کہا:

میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۃ عشیرہ میں ساتھی تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اترے اور وہاں پڑاؤ کیا، تو ہم نے بنی مدلج کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے چشمے پر، یا اپنے کجھوروں کے باغ میں کام کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: اے ابو یقظان! کیا خیال ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟ عمار بن یاسر کہتے ہیں: میں نے کہا: جیسے آپ چاہیں۔ چنانچہ ہم ان لوگوں کے پاس آئے، کچھ دیر ان کے کام کو دیکھا، پھر ہم پر نیند طاری ہوگئی۔ پھر میں اور علی رضی اللہ عنہما کھجوروں کے سائے تلے آئے اور بنجر زمین پر لیٹے اور سو گئے۔ اللہ کی قسم! ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے آ کر اپنے پاؤں سے ہلا کر اٹھایا۔ اور ہم جس بنجر زمین پر سوئے تھے اس کی وجہ سے ہم خاک آلود ہو گئے تھے۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مٹی کے اس اثر کو دیکھ کر ہی کہا تھا: اے ابو تراب! تمہیں کیا ہو گیا

Marfat.com

ہے؟ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے زیادہ بد بخت آدمی کا پتہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور یا رسول اللہ!

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قوم ثمود کا احیمر نامی آدمی، جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ اور اے علی! وہ شخص جو تم پر یہاں وار کرے گا (اور آپ ﷺ نے سر پر ہاتھ رکھا)، حتیٰ کہ (خون سے) یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی (اور آپ ﷺ نے اپنی ڈاڑھی مبارک کی طرف اشارہ کیا)۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان کے سب سے قریبی شخص کا ذکر:

(١٥٤) امام نسائی نے کہا: ہمیں علی بن حجر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی، انہوں نے مغیرہ سے اور انہوں نے ام موسیٰ سے روایت کیا، انہوں نے کہا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

(١٥٥) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن قدامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے مغیرہ سے، انہوں نے ام موسیٰ سے روایت کی، انہوں نے کہا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کی قسم ام سلمہ کھایا کرتی ہے! یقیناً لوگوں میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے عہد و پیمان کے سب سے زیادہ قریبی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اور فرمایا: وفات کے دن رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلوایا۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ کسی ایسی ضرورت ہی کو پورا کرنے میں مشغول تھے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھیجا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ بار بار پوچھتے تھے علی آ گئے؟ حتیٰ کہ تین مرتبہ یہی پوچھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سورج طلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے آئے جب وہ آ گئے تو ہمیں محسوس ہوا کہ آپ ﷺ ان سے کوئی بات کہنا چاہتے ہیں

چنانچہ ہم حجرہ سے نکل گئے، اور ہم اُس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہی میں کیا کرتے تھے۔ میں ہی آخری تھی جو گھر سے نکلی۔ پھر میں دروازے کے قریب ہی ہو کر بیٹھ گئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے ہوئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی وہ آخری شخص تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد و پیمان کرنے والے تھے، اور جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے کوئی بات کہہ رہے تھے اور کوئی سرگوشی کر رہے تھے۔

علی قرآن کے معنیٰ کے لیے ایسے ہی لڑتے ہیں جیسے میں اس کے اُتارے جانے پر لڑا ہوں:

(۱۵۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم اور محمد بن قدامہ نے خبر دی، (اور لفظ محمد بن قدامہ کے ہیں) انہوں نے جریر سے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے اسماعیل بن رجاء سے، انہوں نے اپنے والد صاحب سے اور انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کی کہ ہے کہ انہوں نے کہا: ہم بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جوتا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا، پھر فرمایا: تم میں ایک ایسا شخص ہے جو قرآن کے معانی کے لیے ایسے ہی لڑتا ہے جیسے میں نے قرآن کے اتارے جانے پر لڑائی کی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا وہ میں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: تو کیا وہ میں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ وہ جوتے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی ترغیب:

(۱۵۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے

Marfat.com

فضل بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق سے اور انہوں نے سعید بن وہب سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، کہ غدیرِ خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے کس نے سنا ہے: اللہ میرا دوست ہے، اور میں مؤمنین کا دوست ہوں۔ اور جس کا میں دوست ہوں، تو یہ (علی) بھی اس کے دوست ہیں۔ اے اللہ! تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ اور اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔ اور اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے۔

سعید کہتے ہیں: تو میرے پہلو میں چھ آدمی کھڑے ہو گئے۔

حارثہ بن مضرب نے کہا: میرے پاس بھی چھ آدمی کھڑے ہو گئے۔

زید بن یثیع نے کہا: میرے پاس بھی چھ آدمی کھڑے ہو گئے۔

عمر ذُومُرّ نے کہا: حضرت علی سے محبت کرنے والے سے میں محبت کرتا ہوں اور ان سے بغض رکھنے والے سے میں بغض رکھتا ہوں۔

عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا:

(۱۵۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے خالد کو سنا، وہ سعید بن ابی الحسن سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کر رہے تھے، انہوں نے اپنی والدہ سے اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

Marfat.com

ابوعبدالرحمٰن (یعنی امام نسائی) نے کہا: ابوداؤد نے اس سے مختلف روایت نقل کی ہے اور یوں کہا ہے: **عن شعبه عن خالد عن الحسن .**

(۱۵۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ابوداود نے مجھ سے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ایوب اور خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے حسن سے، انہوں نے اپنی والدہ سے اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔

ابوعبدالرحمٰن نے کہا: اسے ابن عون نے بھی حسن سے روایت کیا ہے۔

(۱۶۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں حمید بن مسعدہ نے خبر دی، انہوں نے یزید بن زریع سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے حسن سے، انہوں نے اپنی والدہ سے اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، انہوں نے کہا:

جب خندق کی لڑائی کا دن تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دودھ پلا کر تقسیم کر رہے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے بال گرد آلود ہو چکے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! میں نہیں بھولی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے تھے: اے اللہ! خیر تو آخرت ہی کی خیر ہے۔ لہذا آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمادیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس دوران حضرت عمار آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(۱۶۱) امام نسائی نے کہا: ہم سے محمد بن عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے

Marfat.com

کہا: ہم سے خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے حسن سے روایت کی، انہوں نے کہا: ام حسن نے کہا کہ: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں خندق کا دن نہیں بھولی، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دودھ تقسیم کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال گرد آلود ہو چکے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! بھلائی تو آخرت ہی کی بھلائی ہے، لہٰذا آپ انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما دیجئے۔ اور اسی دوران حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(۱۶۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن عبداللہ بن حکم اور محمد بن ولید نے خبر دی، ان دونوں نے کہا: ہم سے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے خالد سے، انہوں نے عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔

(۱۶۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے نضر بن شمیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے ابومسلمہ سے، انہوں نے ابونضرہ سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھ سے ایسے شخص نے جو مجھ سے بہتر ہے، یعنی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے سمیہ کے بیٹے! تمہیں بدحالی اور مصیبت پیش آئے گی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر سے غبار پونچھا۔ (اور فرمایا:) تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(۱۶۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے

Marfat.com

یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عوام نے خبر دی، انہوں نے اسود بن مسعود سے اور انہوں نے حنظلہ بن خویلد سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، کہ ان کے پاس دو آدمی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں جھگڑتے ہوئے آئے، ان میں سے ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ: میں نے انہیں قتل کیا ہے۔

تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: تم دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کے لیے (اپنا دعویٰ چھوڑ کر) راضی ہو جائے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

ابوعبدالرحمٰن (یعنی امام نسائی) نے کہا: شعبہ نے اس کے خلاف روایت نقل کرتے ہوئے یوں کہا ہے: عن العوام، عن رجل، عن حنظلة بن سوید.

(۱۶۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے عوام بن حوشب سے، انہوں نے بنی شیبان کے ایک آدمی سے اور انہوں نے حنظلہ بن سوید سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اسے باغی گروہ قتل کرے گا۔

(۱۶۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن قدامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے جریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

Marfat.com

امام نسائی نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے اس کے خلاف روایت نقل کی ہے، چنانچہ انہوں نے اسے اعمش سے یوں روایت کیا ہے: عن عبد الرحمن بن زیاد عن عبد الله بن الحارث .

(۱۶۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبداللہ بن محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو معاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے عبدالرحمٰن بن زیاد سے، اور انہوں نے عبداللہ بن حارث سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا......۔(اور پچھلی حدیث جیسی روایت بیان کی)۔

سفیان ثوری نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے یوں روایت کیا ہے: عن الأعمش، عن عبد الرحمن بن أبي زياد .

(۱۶۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن منصور نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی زیاد سے اور انہوں نے عبداللہ بن حارث سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت عمرو بن عاص اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ایک باغی گروہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا۔ تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، کیا آپ سن رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: کیا ہم نے قتل کیا ہے؟ اسے تو اس نے قتل کیا ہے جو اسے یہاں لایا ہے۔ لا تزال داحضا في بولك.

باغیوں سے قتال کرنے والا گروہ حق پر ہوگا:

(۱۶۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد

Marfat.com

الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے داود نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابونضرہ سے، اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت کی کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو اطاعت سے نکل جائیں گے، اور ان سے قتال ایک ایسا گروہ کرے گا جو دونوں جماعتوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

(۱۷۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو عوانہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے ابونضرہ سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے روایت کی کہ: انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب میری امت دو گروہ ہو جائے گی۔ پھر ان دونوں میں ایک جماعت اطاعت سے نکل جانے والوں کی ہوگی۔ اور اس سے لڑائی وہ گروہ کرے گا جو ان میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

(۱۷۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عوف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابونضرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابوسعید خدری ﷜ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دو گروہ بن جائیں گے۔ پھر ان میں ایک اطاعت سے نکل جانے والا گروہ ہوگا، اور ان سے قتال وہ گروہ کرے گا جو دونوں گروہوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

(۱۷۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں سلیمان بن عبیداللہ بن عمرو غیلانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے بہز نے حدیث بیان کی، انہوں نے قاسم بن فضل سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابونضرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابوسعید

Marfat.com

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی تفریق کے وقت ایک گروہ اطاعت سے نکل جائے گا، اور اس سے لڑائی وہ گروہ کرے گا جو دونوں گروہوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

(۱۷۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے معتمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد صاحب سے سنا، انہوں نے کہا: ہم سے ابونضرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے اللہ کے نبی سے روایت کی ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کا ذکر فرمایا جو لوگوں کی تفریق کے وقت (اطاعت سے) نکل جائیں گے۔ ان کی نشانی سر منڈوانا ہوگا۔ اور وہ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ وہ بدترینِ خلائق ہوں گے۔ یا فرمایا: وہ مخلوق میں سب سے بُرے لوگ ہوں گے۔ ان سے قتال وہ گروہ کرے گا جو دونوں گروہوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔ انہوں نے کہا: عمرو نے تو دوسری بات کہی ہے۔ میں نے اپنے اور ان کے درمیان (خلوت کے وقت) کہا: وہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے اہل عراق! تم نے ان کو قتل کیا ہے۔

(۱۷۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ بن واصل بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محاضر بن مورع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اجلح نے حدیث بیان کی، انہوں نے حبیب سے روایت کی، انہوں نے ضحاک مشرقی کو اس وقت سنا جب کہ ان کے ساتھ سعید بن جبیر، میمون بن ابی شبیب، ابوالبختری، ابو صالح، ذر ہمدانی اور حسن عرنی بھی موجود تھے، کہ وہ حدیث بیان کر رہا تھا کہ: اس نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو سنا کہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی قوم کے بارے میں

Marfat.com

روایت کر رہے تھے جو اس امت ہی میں سے ظاہر ہو گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز، ان کی زکوٰۃ اور ان کے روزے کا ذکر کیا۔ اور یہ کہ وہ اسلام سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ اور یہ کہ قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا، لوگوں کے متفرق ہونے کے وقت وہ اطاعت سے نکل جائیں گے اور ان سے قتال وہ گروہ کرے گا جو لوگوں میں حق سے زیادہ قریب ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دین سے نکل جانے والوں سے قتال کریں گے:

(۱۷۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں یونس بن عبدالاعلیٰ اور حارث بن مسکین نے خبر دی، (اس طرح کہ ان پر پڑھا جا رہا تھا اور میں سن رہا تھا، اور لفظ حارث بن مسکین کے ہیں)، انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تقسیم فرما رہے تھے، کہ ان کے پاس ذوالخویصرہ آیا جو کہ بنو تمیم کا ایک آدمی تھا۔ اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! عدل کیجیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہی عدل نہ کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو پھر تو میں خائب وخاسر ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھوڑ دے، اس کے ساتھی تو ایسے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے گھٹیا جانے گا۔ اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر سمجھے گا۔ یہ قرآن پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ یہ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ اگر انکی تیر کی انی کو دیکھا جائے تو تو اس میں کوئی چیز نہ ملے گی۔ پھر اگر

Marfat.com

تیر کے پھل کے ساتھ باندھی جانے والی تانت کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کسی چیز کا اثر نظر نہ آئے گا۔ پھر اگر تیر کے پیکان اور پر کے درمیانی حصہ کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کچھ نظر نہیں آئے گا (نضی: بلا پھل اور بلا پر کے تیر کو بھی کہتے ہیں)۔ پھر اگر اس کے ڈنڈے کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کسی چیز کا اثر نظر نہیں آئے گا، حالانکہ وہ لید اور خون کو پار کر کے آیا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی نشانی ایک ایسا کالا آدمی ہے جس کے دو بازوؤں میں سے ایک ایسا ہوگا جیسا کہ عورت کے پستان ہوتے ہیں۔ یا ایسا ہو گا جیسے گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے۔ اور اس کا وہ بازو حرکت کرتا رہتا ہوگا یہ انسانوں کی بہترین جماعت کے خلاف خروج کریں گے۔ ابو سعید نے کہا: میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا تھا اور میں اس وقت ان کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ایسے آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا گیا، اور اسے ڈھونڈا گیا۔ تو وہ مل گیا تو اسے سامنے لایا گیا۔ اور جب میں نے اسے دیکھا تو وہ ان نشانیوں کے بالکل مطابق تھا جو نشانیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھیں۔

(۱۷۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مصفی بن بہلول نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے بقیہ بن ولید نے حدیث بیان کی، اور ایک اور آدمی کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: ہم سے اوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے ابو سلمہ اور ضحاک سے، اور انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں ذو الخویصرہ تیمی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عدل کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرا ناس ہو، اگر میں ہی عدل نہ

Marfat.com

کروں تو اور کون عدل کرے گا۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، (رہنے دو)۔اس کے کچھ ساتھی ایسے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے حقیر خیال کرے گا۔اور اپنے روزے کو ان کے روزوں کے سامنے گھٹیا سمجھے گا۔اور یہ لوگ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تیر کی انی کی طرف دیکھے تو اس میں کوئی اثر نہیں دیکھے گا۔پھر اگر اس کے پھل کے ساتھ باندھی جانے والی تانت کو دیکھے گا تو اس میں بھی کوئی نشان نہیں پائے گا۔پھر جب وہ تیر کے پیکان اور پر کے درمیانی حصہ کو دیکھے گا تو اس میں بھی کوئی اثر نہیں پائے گا۔پھر اگر اس تیر کے ڈنڈے کو دیکھے گا تو اس میں بھی کوئی نشان نہیں دیکھے گا، حالانکہ وہ لید اور خون میں سے گزر کر آیا ہوا ہے یہ لوگ اس گروہ کے خلاف چڑھائی کریں گے جو لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہوں گے۔ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا کالا آدمی ہوگا جس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح، یا گوشت کے ایک ٹکڑے کی طرح حرکت کر رہا ہوگا۔

ابوسعید نے کہا: میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ قتال کیا۔پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تلاش کرنے کے لیے مقتولین کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجا۔چنانچہ اس شخص کو لایا گیا، جو بالکل انہی اوصاف کا حامل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے تھے۔

(۱۷۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں حارث بن مسکین نے اس حال میں خبر دی، کہ ان پر پڑھا جا رہا تھا اور میں سن رہا تھا، انہوں نے ابن وہب سے روایت کی، انہوں نے کہا:

Marfat.com

مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، انہوں نے بکیر بن اشج سے، انہوں نے بسر بن سعید سے اور انہوں نے عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت کی کہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حروریہ بھی نکلے، تو انہوں نے کہا: ''لا حکم إلا للہ'' کہ حکم (یعنی فیصلہ) صرف اللہ کا ہوگا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: سچی بات ہے جس سے مراد باطل لی گئی ہے۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ایسے لوگوں کی نشانیاں بتائی تھیں۔ اور میں وہ نشانیاں ان لوگوں میں پہچان رہا ہوں جو اپنی زبان سے اس حق کلمہ کو بس اپنی زبانوں سے ہی کہہ رہے ہیں، (اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کرکے کہا:) اور وہ کلمہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُتر رہا۔ اور یہ لوگ اللہ کے ہاں سب مخلوقات سے زیادہ مبغوض ہیں۔ ان میں ایک کالا آدمی ہوگا۔ جس کا ایک ہاتھ بکری کے تھن، یا عورت کے پستان کی نوک کی طرح ہوگا۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا تو فرمایا: دیکھو، (یعنی ایسے شخص کو تلاش کرو)۔ چنانچہ لوگوں نے تلاش کیا، مگر انہیں کچھ نہ ملا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو یا تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: دوبارہ جاؤ، اللہ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے، نہ میرے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے۔ پھر انہوں نے اسے ایک ویرانے میں پالیا، اور اسے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔ عبید اللہ نے کہا: میں اس معاملے میں بھی موجود تھا، اور اس وقت بھی حاضر تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔

(١٧٨) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن معاویہ بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے علی بن ہاشم نے حدیث بیان کی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے خیثمہ سے اور انہوں نے سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا: جب میں تمہیں کوئی بات اپنی جانب سے کہوں تو (یاد رکھو کہ) لڑائی

Marfat.com

تو ایک چال کا نام ہے۔ (لہٰذا ہوسکتا ہے کہ میں کسی چال کی وجہ سے خلافِ حقیقت بات کہوں)۔ اور جب میں کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب کر کے بیان کروں، تو مجھے آسمان سے نیچے گرنا یہ زیادہ محبوب ہے، اس بات سے کہ میں رسول اللہ ﷺ پر کوئی جھوٹ بولوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، یہ فرما رہے تھے کہ: عنقریب ایسی قوم ظاہر ہوگی جو نوعمر ہوں گے۔ بے وقوف ہوں گے خوبصورت باتیں بنانے والے ہوں گے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں نکل جاتا ہے۔ اگر میں انہیں پاؤں تو ان سے قتال کروں گا۔ کیونکہ جو شخص انہیں قتل کرے گا، قیامت کے دن اسے ان کے قتل کے عوض اجر ملے گا۔

اس حدیث میں ابو اسحاق پر اختلاف واقع ہونے کا ذکر:

(۱۷۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان اور قاسم بن زکریا نے خبر دی، ان دونوں نے کہا: ہم سے عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے اسرائیل سے، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے سوید بن غفلہ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں ایسی قوم ظاہر ہوگی جو قرآن کو پڑھتے ہوں گے، مگر وہ ان کے گلے سے تجاوز نہ کر سکے گا۔ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ ان سے قتال کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ یوسف بن ابی اسحاق نے اس کا خلاف کیا ہے، چنانچہ انہوں نے ابو اسحاق اور سوید بن غفلہ کے درمیان عبد الرحمٰن بن ثروان کو داخل کیا ہے۔

(۱۸۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد

Marfat.com

بن علاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد صاحب سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے ابو قیس اودی سے، انہوں نے سوید بن غفلہ سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو قرآن مجید پڑھیں گے، ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ وہ لوگ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے ایک تیر شکار میں سے پار ہو جاتا ہے۔ ان سے لڑائی کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔

(۱۸۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن بکار حرانی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابراہیم بن عبدالاعلیٰ سے اور انہوں نے طارق بن زیاد سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کے مقابلے کے لیے نکلے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کر دیا۔ پھر ارشاد فرمایا: دیکھو! کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایسی قوم ظاہر ہوگی جو حق بات تو کریں گے مگر ان کے حلق سے تجاوز نہ کرے گی۔ حق سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جایا کرتا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ: ان میں ایک ایسا کالا آدمی ہوگا جس کے ایک ہاتھ کی تخلیق مکمل نہ ہوگی۔ اس کے ہاتھ میں کالے بال ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ شخص (مقتولین میں) موجود ہوا، تو یقیناً تم نے سب سے بُرے شخص کو قتل کیا ہے۔ اور اگر وہ موجود نہ ہوا تو تم نے لوگوں میں سے بہترین شخص کو قتل کیا ہے۔ تو اس پر ہم رو پڑے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اسے ڈھونڈو۔ چنانچہ ہم نے اسے ڈھونڈا، اور اس غیر تام الخلقت شخص کو پالیا۔ تو ہم

Marfat.com

سب نے سجدہ شکر ادا کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ سجدے میں گر گئے۔

اس میں بس یہ لفظی فرق ہے کہ فرمایا: "یتکلمون بکلمة الحق".

(۱۸۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں حسن بن مدرک نے خبر دی، انہوں نے کہا: یحییٰ بن حماد نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو بلج یحییٰ بن سلیم بن بلج نے خبر دی، انہوں نے کہا: میرے والد صاحب سلیم بن بلج نے مجھے خبر دی کہ: وہ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ کہتے ہیں: میں نے اس سے قبل ایک ایسے آدمی کو کشتی میں پچھاڑا تھا، جس کے ہاتھ میں کچھ بیماری سی تھی۔ تو میں نے اسے کہا: تیرے ہاتھ کو کیا ہوا ہے؟ تو کہنے لگا: اسے اونٹ نے کھالیا ہے۔ پھر جب نہروان کا دن آیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حروریہ (خوارج) سے لڑائی کی، تو مقتولین میں ذوثدی (یعنی وہ پستان کے سے ہاتھ والے شخص) کو نہ پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قتال سے گھبرا گئے۔ تو انہوں نے چکر لگایا حتیٰ کہ اسے ساقیہ مقام پر پالیا، تو ارشاد فرمایا: اللہ نے سچ کہا، اور اس کے رسول نے پہنچا دیا۔ اور فرمایا: اس کے کندھے میں عورت کے پستان کی طرح کے گوشت میں تین بال ہوں گے۔

خوارج سے لڑنے کا اجر:

(۱۸۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں علی بن منذر نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عاصم بن کلیب جرمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ایسا آدمی جس کے جسم پر سفر کا لباس تھا، داخل ہوا۔ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور لوگ ان سے باتیں کر رہے تھے، کہ اس شخص نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے بات کرنے کی اجازت دیتے

ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی، اور اپنے جس کام میں لگے ہوئے تھے اسی میں مشغول رہے۔ تو میں اس شخص کے پاس جا بیٹھا اور اس سے پوچھا: تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ تو اس نے کہا: میں عمرہ کر رہا تھا، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارے علاقے میں جو لوگ ظاہر ہوئے ہیں، انہی کا نام حروریہ ہے! تو میں نے عرض کیا: انہوں نے ایسی جگہ خروج کیا جس کا نام حروراء تھا، اسی وجہ سے ان کا نام حروریہ پڑ گیا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خوش بختی ہو اس شخص کے لیے جو ان کی ہلاکت والی لڑائی میں شریک ہو۔ اگر ابن ابی طالب چاہیں، تو ان کی خبر میں تمہیں دے سکتی ہوں۔ پھر اس نے کہا: میں اسی لیے آیا ہوں تاکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی خبر کے بارے میں پوچھوں۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ فارغ ہو گئے، تو فرمایا: وہ اجازت لینے والا کہاں ہے؟ تو اس شخص نے ان کے سامنے وہی قصہ بیان کیا جو ہمارے سامنے بیان کیا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اور اس وقت ان کے پاس ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی نہیں تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا: اے علی! تم کیسے ہو؟ اور فلاں فلاں قوم کیسی ہے؟ تو میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور ارشاد فرمایا: مشرق سے ایک قوم نکلے گی۔ وہ قرآن کو پڑھتے تو ہوں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان میں ایک آدمی ہوگا جس کی تخلیق مکمل نہ ہوگی۔ گویا کہ اس کا ہاتھ پستان (کی طرح) ہوگا۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ: کیا میں نے تمہیں اس کی خبر دے دی ہے؟ تو وہ بولے: جی ہاں، دے دی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ: کیا میں نے تمہیں اس بات کی خبر بھی دے دی تھی کہ وہ ان لوگوں میں موجود ہے؟ تو سب بولے: جی ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: پھر تم میرے پاس آئے اور تم نے مجھے یہ خبر دی کہ وہ ان میں موجود نہیں ہے۔ تو میں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ: وہ ان میں موجود ہے، پھر تم اسے گھسیٹتے ہوئے میرے پاس لائے، (اور وہ ویسا ہی تھا) جیسا کہ میں نے اس کے اوصاف بیان کیے تھے؟ تو لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔

(۱۸۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو معاویہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے زید بن وہب سے، اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: جب نہروان کا دن تھا، تو خوارج مقابلے کے لیے نکلے، اور وہ تھوڑی ہی دیر میں تیروں سے مار ڈالے گئے، اور سب کے سب قتل ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: پستان والے کو ڈھونڈو۔ چنانچہ لوگوں نے اسے ڈھونڈا تو اسے زمین کے ایک ایسے گڑھے میں پایا، جس میں کئی مقتول پڑے ہوئے تھے۔ جب دیکھا تو اس شخص کے ہاتھ پر بلی کی تھوڑی کے بالوں کی طرح بال تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور لوگوں نے نعرہ تکبیر لگایا۔ اور یہ بات انہیں بہت اچھی لگی (کہ اللہ کا دشمن مارا گیا ہے)۔

(۱۸۵) امام نسائی نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ بن واصل بن عبد الاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے فضل بن دکین نے حدیث بیان کی، انہوں نے موسیٰ بن قیس حضرمی سے، انہوں نے سلمہ بن کہیل سے اور انہوں نے زید بن وہب سے روایت کی کہ: انہوں نے کہا: دیز جان کے پل پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا: میرے سامنے ایک ایسی جماعت کے خروج کا ذکر کیا گیا جو مشرق کی جانب سے نکلے

Marfat.com

گی، اور ان میں پستان والا شخص بھی ہے۔ پس اس شخص نے ان سے قتال کیا۔ تو حروریہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے: اس سے بات نہ کرو۔ یہ تمہیں ایسے ہی جواب دے گا جیسے حروراء کے دن جواب دیے تھے۔ چنانچہ ان کے درمیان آپس میں نیزوں سے لڑائی ہونے لگی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا: عوالی کو توڑو۔ اور عوالی نیزوں کو کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ گھومے، اور گھوم کر پہلی جگہ واپس آ گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے بارہ یا تیرہ آدمی شہید ہوئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ناقص الخلقت کو ڈھونڈو۔ اور یہ سردیوں کا دن تھا۔ تو لوگوں نے کہا: ہم تو نہیں ڈھونڈ سکے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر شہباء پر سوار ہوئے اور گڑھے کے پاس آئے۔ اور کہا: اسے ان لوگوں میں ڈھونڈو۔ تو اسے ان لوگوں میں سے نکال لیا گیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نہ میں نے جھوٹ بولا تھا، اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا: عمل کرتے رہو اور تکیہ کر کے نہ بیٹھ جانا۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم تکیہ کر کے بیٹھ ہی جاؤ گے تو میں تمہیں ان باتوں کی بھی خبر دیتا جن کا ان کی (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی) زبانی اللہ نے تمہارے لیے فیصلہ کر دیا تھا، اور اس وقت کچھ لوگ یمن سے ہمارے پاس آئے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! یہ کیسے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کا میلان ہمارے ساتھ تھا۔

(۱۸۶) امام نسائی نے کہا: ہمیں عباس بن عبد العظیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن ابی سلیمان نے خبر دی، انہوں نے سلمہ بن کہیل سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم سے زید بن وہب نے حدیث بیان کی کہ: وہ اس لشکر میں تھے جس لشکر کے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور وہ خوارج کے خلاف چڑھائی کرنے نکلے تھے۔ تو

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: میری امت میں ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو قرآن کو ایسے پڑھتے ہوں گے کہ تمہارا قرآن پڑھنا ان کے قرآن پڑھنے کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت رکھتی ہیں اور نہ ہی تمہارے روزے ان کے روزوں کے سامنے کوئی حقیقت رکھتے ہیں۔ وہ قرآن کو پڑھیں گے اس خیال سے کہ قرآن ان کا حمایتی ہے، حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا۔ ان کی نمازیں ان کے گلوں سے نیچے نہ اُتر سکیں گی۔ وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ اگر وہ لشکر جو ان سے لڑے گا، وہ کچھ جان لے جس کا فیصلہ اللہ نے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے واسطے کر رکھا ہے تو وہ عمل میں کبھی سستی نہ کریں۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہو گا جس کا کندھا تو ہوگا مگر کہنی سے نیچے تک کا بازو (ذراع) نہیں ہوگا۔ اس کے ذراع کے کنارے پر عورت کے پستان کے مثل گوشت ہوگا، جس پر سفید بال ہوں گے۔ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور شام والوں کے پاس جاؤ گے اور انہیں پیچھے اپنے مال واولاد کے پاس چھوڑ جاؤ گے۔ اور اللہ کی قسم! مجھے یہی امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے۔ کیونکہ انہوں نے وہ خون بہایا ہے جس کا بہانا حرام تھا۔ اور لوگوں کے گھروں پر چڑھائی کی۔ بس اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔ سلمہ نے کہا: زید مجھے ایک ایک منزل پر پڑاؤ کر کے لے جاتے رہے، حتیٰ کہ ہم اس پل کے پاس سے گزرے۔ ان دنوں عبد اللہ بن وہب راسبی خوارج کا ذمہ دار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اپنے نیزے پھینکو، اور تلواریں نیاموں سے نکال کر سونت لو، مجھے اس کا ڈر ہے کہ وہ تمہیں اللہ کا واسطہ دینا شروع کر دیں راوی کہتے ہیں: چنانچہ انہوں نے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے)

Marfat.com

تلواریں سونت لیں، اور میانیں پھینک دیں۔ اور لوگوں نے انہیں اپنے نیزوں سے مارنا شروع کیا، اور ان میں سے بعض ایک دوسرے کو ہی قتل کرنے لگے۔ اور اس دن مسلمانوں میں سے بس دو آدمی ہی شہید ہوئے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں ناقص الخلقت کو ڈھونڈو۔ مگر انہیں وہ نہ ملا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بنفس نفیس کھڑے ہوئے اور مقتول لوگوں کے پاس آئے، ان میں سے بعض، بعض کے اوپر پڑے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے کپڑے اتار دو۔ تو انہوں نے اس شخص کو زمین کے بالکل ساتھ پالیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی، اور فرمایا: اللہ نے سچ کہا۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچا دیا۔ پھر عبیدہ سلمانی ان کے پاس کھڑے ہوئے، حتیٰ کہ انہوں نے انہیں تین مرتبہ حلف اٹھوایا اور انہوں نے اٹھایا۔

(۱۸۷) امام نسائی نے کہا: ہمیں قتیبہ بن سعید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابن عون سے، انہوں نے محمد سے اور انہوں نے عبیدہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم اترانے لگو گے، تو میں تمہیں ان باتوں کی خبر دیتا جن کا وعدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ لڑیں گے۔ تو میں نے عرض کیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں، ربّ کعبہ کی قسم، ہاں، ربّ کعبہ کی قسم، ہاں، ربّ کعبہ کی قسم۔

(۱۸۸) امام نسائی نے کہا: ہمیں اسماعیل بن مسعود نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے عوف سے روایت کی، انہوں نے کہا: ہم سے محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: عبیدہ سلمانی نے کہا

Marfat.com

: جب نہروالے (یعنی نہروان کی لڑائی والے) لوگ مارے جا چکے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ان میں ڈھونڈو۔ کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور یقیناً ان میں ایک آدمی ایسا ہے جس کا ہاتھ ناقص الخلقت ہے یا فرمایا: جس کا ہاتھ کمزور ہے۔ یا فرمایا: جس کا ہاتھ چھوٹا ہے۔ ہم نے اسے ڈھونڈا، تو اسے پا لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اسے دیکھا تو تین بار نعرہ تکبیر لگایا: پھر کہا اللہ کی قسم، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم اترانے لگو گے، پھر اس کے بعد کچھ کہا جس کا مطلب یہ تھا کہ: تو میں تمہارے سامنے وہ باتیں بیان کرتا جن کا فیصلہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان لوگوں کے لیے کر رکھا ہے جنہوں نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے۔

عبیدہ سلمانی نے کہا: آپ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: ہاں، ربّ کعبہ کی قسم۔

(۱۸۹) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبید بن محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے ابو مالک عمرو بن ہاشم نے حدیث بیان کی، انہوں نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن قیس نے خبر دی، انہوں نے منہال بن عمرو سے اور انہوں نے زر بن حبیش سے روایت کی کہ: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا: میں نے فتنے کی آنکھ پھوڑ دی۔ اگر میں نہ ہوتا تو نہروان والوں سے لڑائی نہ کی جا سکتی۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم عمل چھوڑ دو گے تو میں تمہیں وہ خوشخبری سناتا جن کا فیصلہ اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان لوگوں کے لیے کر رکھا ہے جنہوں نے ان کی گمراہی کو دیکھتے ہوئے اور جس ہدایت والے طریقے پر ہم ہیں، اسے پہچانتے ہوئے قتال کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا خوارج سے مناظرہ :

(۱۹۰) امام نسائی نے کہا: ہمیں عمرو بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبد الرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عکرمہ بن عمار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے ابوزمیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: جب حروریہ (خوارج) نے خروج کیا، تو وہ ایک گھر میں جمع ہو گئے اور اس وقت وہ نو ہزار تھے۔تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! نماز کو ٹھنڈا کر کے ادا کیجیے۔شاید میں ان لوگوں سے بات کرسکوں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہارے بارے میں ان سے ڈرتا ہوں۔میں نے عرض کیا: بالکل نہ ڈریے۔پھر میں نے کپڑے پہنے اور کنگھی کی، اور ان کے گھر میں نصف النہار، یعنی عین دوپہر کو داخل ہوا۔اس وقت وہ قیلولہ کر رہے تھے۔(جب میں داخل ہوا تو) انہوں نے کہا: اے ابن عباس! تمہیں مرحبا ہو، تمہیں کیا چیز یہاں لائی ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین وانصار صحابہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور ان کے داماد کی طرف سے آیا ہوں۔انہی لوگوں میں قرآن نازل ہوا ہے۔اور وہ اس کے مطلب کو تم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔اور تم میں کوئی بھی ان جیسا نہیں ہے۔اور اس لیے آیا ہوں تاکہ تمہیں ان کا موقف پہنچا دوں، اور انہیں تمہارا موقف پہنچا دوں۔تو اس پر ان میں سے کچھ لوگ ایک طرف ہو گئے۔میں نے ان سے کہا: مجھے وہ بات بتاؤ جس کی وجہ سے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے چچازاد بھائی سے ناراض ہوئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: تین باتیں ہیں۔میں نے کہا: وہ تین باتیں کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ: اس (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے اللہ کے معاملہ میں

Marfat.com

آدمیوں کو حکم بنایا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: فیصلہ تو اللہ ہی کا ہوگا۔ آدمیوں کو فیصلہ کرنے سے کیا کام؟ میں نے کہا: چلو، یہ ایک بات ہوئی۔ انہوں نے کہا: دوسری بات یہ ہے کہ: اس (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے قتال کیا، اور نہ تو کسی کو قیدی بنایا اور نہ غنیمت کا مال حاصل کیا۔ اگر وہ کافر تھے تو ان کے قیدی حلال ہوئے۔ اور اگر وہ مؤمن تھے تو نہ تو انہیں قید کرنا حلال تھا اور نہ ان سے قتال کرنا جائز تھا۔ میں نے کہا: یہ دو باتیں ہوئیں۔ تیسری بات کیا ہے؟ یا اسی جیسا کوئی جملہ بولا۔ تو انہوں نے کہا: انہوں نے اپنے بارے میں لکھے ہوئے اس کلمہ کو مٹا دیا کہ: یہ امیر المؤمنین کی طرف سے ہے۔ تو جب وہ امیر المؤمنین نہ ہوئے تو یقیناً امیر الکافرین ہوئے۔ میں نے کہا: ان باتوں کے علاوہ بھی کوئی اشکال تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں یہی کافی ہیں۔ میں نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تمہارے سامنے اللہ جل جلالہ کی کتاب میں سے پڑھوں، یا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے کچھ نقل کروں، جو تمہارے قول کو رد کردے تو کیا تم رجوع کرلو گے؟ تو وہ سب بولے: ہاں (ہم رجوع کرلیں گے) تو میں نے کہا: پہلی بات تم نے یہ کہی کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے معاملہ میں لوگوں کو حکم بنایا ہے۔ میں تمہارے سامنے اللہ کی کتاب پڑھتا ہوں کہ اللہ نے چوتھائی درہم کی قیمت کی چیز میں حکم آدمیوں کو بنایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ فیصلہ آدمی کریں۔ کیا تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ قول دیکھا ہے کہ:

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ. (سورۃ المائدہ۔ آیت: ۹۵)

اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو۔ اور تم میں

سے جو شخص جان بوجھ کر اسے قتل کرے تو جیسا جانور اس نے قتل
کیا ہے، اس کی مثل ادا کرنا اس کا کفارہ ہے۔ جس (کے مثل
ہونے) کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے۔

تو اللہ کا حکم ہی یہ ہے کہ اسے آدمیوں کے پاس لے جایا جائے اور وہ اس کا اندازہ لگا کر فیصلہ کریں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اس کا فیصلہ خود کر دیتا، تو پتہ چلا کہ آدمیوں کو حکم بنانا جائز ہے۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ: لوگوں کے درمیان صلح کرنے اور خون بہانے کے معاملے میں آدمیوں کو حکم بنانا افضل ہے یا ایک خرگوش کے بارے میں حکم بنانا افضل ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں، بلکہ یہی افضل ہے۔

اور ایک خاتون اور اس کے خاوند کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا. (سورۃ النساء، آیت: ۳۵)

''اور اگر تم اِن دونوں کے درمیان جدائی اور جھگڑے سے
ڈرو تو ایک حکم اِس مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک حکم
اِس عورت کے گھر والوں میں سے بھیجو''

میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ: آپس کی صلح کرنے میں آدمیوں کو حکم بنانا افضل ہے یا صرف ایک عورت کے ملکِ بضعہ کے بارے میں حکم بنانا افضل ہے؟ اب بتاؤ کہ میں اس اعتراض کا جواب دینے سے عہدہ برآ ہو گیا کہ نہیں؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں۔ میں نے کہا: باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا، اور نہ تو قیدی بنائے اور نہ ہی مالِ غنیمت اکٹھا کیا۔ تو کیا تم اپنی والدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنا سکتے ہو؟ اور ان کے ساتھ بھی وہ معاملات حلال سمجھتے ہو

Marfat.com

جو ان کے علاوہ دوسری خواتین کے ساتھ حلال سمجھتے ہو، حالانکہ وہ تمہاری ماں ہیں؟ اگر تم کہتے ہو کہ: ہم ان کے ساتھ وہ سب کچھ حلال سمجھتے ہیں، جو ان کے علاوہ دوسری خواتین کے ساتھ حلال سمجھتے ہیں تو تم کافر ہو جاتے ہو۔ اور اگر کہتے ہو کہ: وہ ہماری ماں ہی نہیں ہے، تو پھر بھی تم کافر ہو جاتے ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ.

مؤمنین کے لیے تو نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔ (الاحزاب۔ آیت: ٦)

تو اب تم دو گمراہیوں کے درمیان ہو۔ اس سے نکلنے کی راہ بتاؤ؟ کیا اس اعتراض کا جواب دینے سے بھی میں عہدہ برآ ہو گیا ہوں؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لفظ امیر المؤمنین کو خود ہی مٹا دیا تھا، تو میں تمہیں ایسی دلیل دیتا ہوں کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ وہ یہ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین کے ساتھ صلح کی تھی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: اے علی لکھو: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی"۔ تو مشرکین نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو آپ کے ساتھ قتال ہی نہ کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! اسے مٹا دو۔ اے اللہ! تو تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اے علی! اسے مٹا دو، اور یوں لکھو: یہ وہ معاہدہ ہے جس کے مطابق محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی۔ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے، اور انہوں نے خود اپنی ذات کے بارے میں ایک لفظ مٹا دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مٹانے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے تو نہیں مٹا دیا۔ کیا میں اس اعتراض کا جواب بھی دے چکا؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں۔ چنانچہ ان میں سے دو ہزار آدمیوں نے رجوع کر لیا، اور باقی سارے لوگوں نے خروج کیا، اور وہ اپنی گمراہی پر ہی قتل کیے گئے۔ اور انہیں مہاجرین و انصار نے قتل کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جس صفت کا بیان ابھی ہوا، اس کی تائید کرنے والی روایات کا تذکرہ:

(۱۹۱) امام نسائی نے کہا: ہمیں معاویہ بن صالح نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبدالرحمٰن بن صالح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے عمرو بن ہاشم جنبی نے حدیث بیان کی، انہوں نے محمد بن اسحاق سے، انہوں نے محمد بن کعب قرظی سے اور انہوں نے علقمہ بن قیس سے روایت کی کہ: انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ اپنے اور کلیجی کھانے والے لوگوں کے درمیان حکم مقرر کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا، چنانچہ لکھا گیا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل بن عمرو نے صلح کی۔ تو سہیل نے کہا: اگر ہم یہ سمجھتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کے ساتھ قتال ہی نہ کرتے۔ اسے مٹا دو۔ تو میں نے کہا: وہ تو اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ہیں، اگرچہ تیرا ناک خاک آلود ہو۔ نہیں، اللہ کی قسم! میں اسے نہیں مٹاؤں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے وہ جگہ دکھاؤ، میں نے وہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مٹا دیا۔ اور ارشاد فرمایا: تمہیں بھی ایسی ہی صورت حال پیش آئے گی، اور تم اس وقت مجبور ہو گے۔

(۱۹۲) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن مثنیٰ اور محمد بن بشار نے خبر دی، ان دونوں نے کہا: ہم سے محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابو اسحاق سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ: انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ سے صلح کی۔ (اور بشار نے اہل مکہ کہا ہے)۔ تو ان کے درمیان حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدہ لکھا تھا۔ کہا کہ: انہوں

Marfat.com

نے لکھا: محمد رسول اللہ۔ تو مشرکین نے کہا: محمد رسول اللہ نہ لکھو۔ اگر تم اللہ کے رسول ہوتے تو ہم تمہارے ساتھ قتال ہی نہ کرتے۔ تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اسے مٹا دو۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو اسے نہیں مٹا سکتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔ اور ان سے اس بات پر صلح کی کہ: آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب صرف تین دن کے لیے داخل ہوں گے۔ اور صرف جلبان السلاح کے ساتھ ہی داخل ہوں گے۔ میں نے ان سے پوچھا (اور بشار نے کہا: انہوں نے اس سے پوچھا): یہ جلبان السلاح کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے کہا: چمڑے کا تھیلا ہوتا ہے (جس میں میان سمیت تلوار رکھی جاتی ہے)۔

(۱۹۳) امام نسائی نے کہا: ہمیں احمد بن سلیمان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی، انہوں نے ابو اسحاق سے، اور انہوں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ کا ارادہ کیا۔ تو مکہ والوں نے اس سے انکار کر دیا کہ انہیں مکہ میں داخل ہونے دیں۔ حتیٰ کہ اس بات کا تقاضا کیا کہ وہ مکہ میں تین ہی دن ٹھہریں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے لکھا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے۔ تو انہوں نے کہا: ہم تو اس کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر ہم یہ بات مانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو اللہ کے گھر سے نہ روکتے لیکن آپ تو محمد بن عبداللہ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: لفظ رسول اللہ کو مٹا دو۔ تو انہوں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ کا یہ نام نہیں مٹا سکتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے وہ تحریر لی، اور آپ ﷺ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے، اور لفظ:

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ، جگہ آپ ﷺ نے لفظ: محمد، لکھا۔ چنانچہ یوں لکھا گیا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے کہ: مکہ میں کوئی ہتھیار داخل نہیں کیا جائے گا سوائے تلوار کے جو میان کے اندر ہوگی۔ اور اگر مکہ سے کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے تو اسے وہاں سے نہ نکالا جائے گا۔ اور اگر آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی مکہ میں اقامت اختیار کرنا چاہے تو اسے روکا نہ جائے گا۔ پھر جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوگئے اور مدت پوری ہوگئی تو مکہ والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اپنے ساتھی سے کہیے کہ وہ یہاں سے نکل جائیں، کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نکلے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ ﷺ کے پیچھے یہ پکارتی ہوئی نکلیں: اے چچا! اے چچا! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں لے لیا۔ ان کا ہاتھ پکڑا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو پکڑو۔ تو انہوں نے انہیں (گود میں) اٹھا لیا۔ تو اس معاملے میں حضرت علی، حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم میں جھگڑا ہو گیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے رکھوں گا، وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے چچا کی بیٹی بھی ہے اور اس کی خالہ میری گھر والی بھی ہے۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا فیصلہ ان کی خالہ کے حق میں کر دیا، اور ارشاد فرمایا: خالہ بھی ماں کی طرح ہوتی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم مجھ سے ہو، اور میں تم سے ہوں۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنی شکل وصورت میں اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔ پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ حمزہ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ میری رضاعی بھانجی بھی ہے۔

Marfat.com

امام نسائی نے کہا: یحییٰ بن آدم نے اس کا خلاف کیا ہے اور اس حدیث کے آخر کو یوں روایت کیا ہے: **عن اسرائیل عن أبی إسحاق عن هانئ بن هانئ وهبیرة بن یریم، عن علی.**

(۱۹۴) امام نسائی نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہم سے یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے ہانی بن ہانی اور ہبیرہ بن یریم سے روایت کی، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے بارے میں جھگڑا کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فیصلہ ان کی خالہ کے حق میں کر دیا اور ارشاد فرمایا: خالہ تو ماں ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ وہ میری رضاعی بھانجی ہے۔ اور مجھ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو، اور میں تم سے ہوں۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولیٰ ہو۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میری شکل وصورت اور اخلاق کے مشابہ ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد اور توفیق سے خصائص علی رضی اللہ عنہ کی کتاب پوری ہوئی۔

واللہ أعلم بالصّواب، وإلیه المرجع والمآب.

آج مورخہ ۶ جمادی الثانیہ کو ۱۴۳۲ھ، ترجمہ مکمل ہوا۔

بہ قلم: احسن احمد عبدالشکور

Marfat.com

اِطلاع

جو حضرات اصل عربی کتاب

''خصائصِ علی رضی اللہ عنہ''

سے مراجعت کرنا چاہیں

وہ ہمارے ادارہ کی ویب سائٹ

www.ahle-bait.net

کا دورہ (وِزٹ) کریں

ہماری مطبوعات

- ریاضِ نبوی کے گل تر
- عقیدہ ختم نبوت
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت
- میں نے خدا کو دیکھا
- شمائل و اَخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- تقدیسِ والدینِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم
- مسئلہ فسقِ یزید اور اَکابر علماءِ اُمت
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- یزید اَکابر علماءِ اَہلِ سنت دیوبند کی نظر میں
- خصائصِ علی رضی اللہ عنہ

زیرِ طبع کتب

- عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علماءِ دیوبند رحمہم اللہ
- خانوادۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (مناقب علی والحسنین واُمہما فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم)
- شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ وکردارِ یزید
- مناقب سیدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ
- مسندِ آلِ بیت رضی اللہ عنہم
- سر الشہادتین مع تحریر الشہادتین
- یزید کی شخصیت علامہ ابن جوزیؒ کی نظر میں

بسم الله الرحمن الرحیم

ده یار بهشتی اند قطع

بوبکر و عمر علی و عثمان

سعد است و سعید و بوعبیده

طلحه است و زبیر عبدالرحمن

رضی الله عنهم و رضوا عنه

حرر : سنه ۱۳۹۱ھ

کتبه فقیر الحسینی السید الکوفی

Marfat.com